

مرتب

محمد نعیم اللہ خان قادری

اویسی بک سٹال
پنجاب کالونی گوجرانوالہ 0333-8173630

خوشخبری

مسلک اہلسنت و جماعت کے عقائد و نظریات۔۔۔

بد مذہبوں کے باطلہ عقائد اور ان کے رد۔۔۔

اہلسنت پر کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل

کتب و رسائل، آڈیو ویڈیو بیانات اور والپیپر حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

https://t.me/tehqiqat

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا

تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں۔



مرتب

محمد نعیم اللہ خان قادری

(بی ایس سی۔ بی ایڈ ایم اے اردو)

اویسی بک سٹال

پیپلز کالونی گوجرانوالہ 0333-8173630

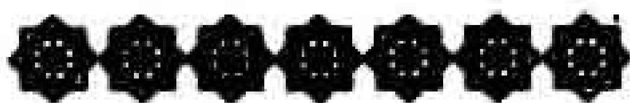
نام کتاب — تحفہ عید میلاد النبی ﷺ
مرتب — محمد نعیم اللہ خاں قادری (بی ایس سی۔ بی ایڈ ایم اے اردو)
باہتمام — شیخ محمد سرور اویسی
سن اشاعت — 20 جنوری 2011ء
صفحات — 464
ہدیہ — 280 روپے

ملنے کے پتے

جلالیہ صراط مستقیم گجرات / نظامیہ کتاب گھر اُردو بازار لاہور
رضا بک شاپ گجرات / مکتبہ مہریہ رضویہ کالج روڈ ڈسکہ
مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام سرکلر روڈ گوجرانوالہ
مکتبہ فیضانِ مدینہ سرائے عالمگیر، مکتبہ الفجر سرائے عالمگیر
مکتبہ فیضانِ اولیاء کامونکی / مکتبہ فیضانِ مدینہ گکھڑ
مکتبہ فکر اسلامی کھاریاں / کرمانوالہ بُک شاپ اُردو بازار لاہور
سنی پبلکیشنز گوجرانوالہ، مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی
مکتبہ مہریہ کاظمیہ جامعہ انوارالعلوم نیو ملتان / مکتبہ ضیاء السنہ ملتان
صراط مستقیم پبلی کیشنز 5,6 مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست رسائل تحفۂ عید میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم



الرَّوائح الزكيّة

فی مولد خیر البریّة

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف

محدث عصر شیخ عبد اللہ ہرری حبشی حفظہ اللہ

ترجمہ و ترتیب

ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ مترجم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

میلاد شریف کی قدیم و جدید کتابوں کے ترجمے اور ان کی اشاعت کے سلسلے کی یہ پہلی کڑی ہے، امام ابنِ کثیر کی مولد النبی ﷺ، امام جلال الدین سیوطی کی حسن المقصد فی عمل المولد کا ترجمہ مکمل ہو گیا ہے، اور سید محمد علوی مالکی مکی مدظلہ العالی کی کتاب "حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف" کا ترجمہ طویل تعلیقات اور مفصل تخریجات کے ساتھ زیرِ طباعت ہے۔

ان کتابوں کی اشاعت کا مقصد حصولِ برکت و سعادت بھی ہے، اور اس غلط فہمی کا ازالہ بھی کہ میلاد شریف کا انعقاد ایک عجمی بدعت ہے اور ماضی قریب میں شروع ہوئی ہے۔

میلاد شریف کی کتابیں لکھنے والے ائمہ کرام اور حافظانِ حدیث میں مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ حافظ ابن دحیہ کلبی "التنویر فی مولد البشیر والنذیر" کے نام سے میلاد شریف کی پہلی کتاب کے مصنف، حافظ ابن ناصر الدین دمشقی (۷۷۷ھ - ۸۴۲ھ)، حافظ عبد الرحیم عراقی (متوفی: ۷۲۵ھ)، حافظ محمد بن عبد الرحمان سخاوی (۸۳۱ھ - ۹۰۲ھ) صاحب الضوء اللامع، ملا علی قاری ہروی (متوفی: ۱۰۱۴ھ)، حافظ ابن دیبع شیبانی یمنی (۸۶۶ھ - ۹۴۴ھ)، حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ ابنِ حجر ہیثمی، ابنِ جوزی، ابنِ عابدین شامی، مجد الدین فیروز ابادی صاحب القاموس وغیرہ شامل ہیں۔ بہت سے مانعینِ میلاد بھی ان حضرات کی جلالتِ علمی اور فضل و شرف کے قائل ہیں، ان کی تحریروں سے استدلال کرتے ہیں اور انھیں حجت مانتے ہیں۔

اس غالب اکثریت کے برخلاف حقدمین میں چند نام ایسے بھی ہیں، جنھوں نے میلاد شریف کی مُخالِفت کی ہے، لیکن ان کی مخالفت بِالعمُوم علمی اورفکری تھی، جبکہ آج جو مخالفت ہو رہی ہے اس کی بنیاد صرف جماعتی مصلحت ہے، اور یہ محض "کَذّاب ربیعۃ احبُّ الیّ من صادق مضر" کے قبیل سے ہے، جو دین و دیانت کے سراسر منافی ہے۔ مانعین کو اس موضوع پر صِدق و اخلاص کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ انھیں چاہئے کہ مَحبّتِ رسُول ﷺ کے اس مظہر، اور دعوتِ دین کے اس وسیلے کی اہمیّت و افادیت کے پیشِ نظر اس کے بارے میں شخصی یا جماعتی مصلحت یا تعصّب کو درمیان میں نہ لائیں۔ یہاں یہ بات قابِلِ ذکر ہے کہ مانعین کے بزرگوں میں سے ایک نے اس جانب پیش قدمی کی ہے اور اپنے متبعین کو میلاد شریف کی محفلوں کو منعقد کرنے کی ترغیب دی ہے۔

محفلِ میلاد منعقد کرنے والوں کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ میلاد شریف کے جائز ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اسے جس طرح چاہے منایا جائے یا اس کے انعقاد میں شریعت کے تقاضوں کو فراموش کر دیا جائے، بلکہ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس پاکیزہ اور رُوحانی محفل کے تقدّس و اِحترام کا ایسا خیال رکھیں، جو صاحبِ میلاد ﷺ کے مقامِ سامی اور عظمتِ گرامی کے شایانِ شان ہو۔ میلاد شریف کی محفلوں کو غیر سنجیدہ ماحول، فضول گو شاعروں، جاہل اور پیشہ ور واعظوں، موضوع اور بے اصل روایتوں، اسراف و تبذیر کے مظاہروں اور اظہارِ ذات و نام و نمود کی کوششوں سے دُور، بہت دُور رکھنا چاہئے۔

شیخ عبداللہ ہرری حفظہُ اللہ کی زیرِ نظر تصنیف میلاد شریف کے موضوع پر ایک سنجیدہ، علمی اور بے حد مفید کاوش ہے۔ معاصرین میں عرب و عجم کے بہت سے عُلماء نے اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے لیکن راقم کے عِلم و خبر میں حضرت شیخ کی یہ کتاب مختصر ہونے کے باوجود سب سے

جامع و نافع ہے۔ اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے اس میں عام علماء اور فقہاء کے اقوال سے زیادہ حدیث شریف اور محدثین کرام کے اقوال پر اعتماد کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ عصری تقاضوں سے زیادہ ہم آہنگ ہے اور قائلین و مانعین دونوں ہی کے لئے یکساں مفید ہے۔

کتاب کی انہیں خوبیوں کے سبب ترجمہ و اشاعت کے لئے اس کا انتخاب کیا گیا ہے، مترجم نے امکان بھر یہ کوشش کی ہے کہ ترجمہ ترجمہ ہی رہے ترجمانی نہ ہونے پائے لیکن اس کی وجہ سے کہیں کہیں زبان و بیان کی روانی و شگفتگی متاثر ہوئی ہے۔ اور اگر کہیں لفظی ترجمے سے انحراف ہوا ہے تو وہ مصنف کے مقصود و مدعا کی وضاحت کے لئے ہی ہوا ہے۔ حواشی سے لفظی تشریحات کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ ترجمے میں ان کی ضرورت نہیں تھی۔ بعض حاشیوں کی ترتیب میں بھی ضرورتاً فرق آیا ہے۔ صمیم موضوع سے کم متعلق ہونے کے سبب کتاب کی آخری فصل کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اصل کتاب میں شامل مقدمۂ ناشر اور مصنف کے تعارف کو بھی افادۂ عام کے لئے تلخیص کر کے ترجمے میں شامل رکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول فرمائے، اس کے نفع کو عام فرمائے اور اس کے مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

إن أردت إلا الإصلاح، والله من وراء القصد، و له الحمد أولا و آخرا، و صلى الله تعالى على سيدنا و حبيبنا محمد و آله و أصحابه و حزبه أجمعين۔

سید علیم اشرف جائسی

علی گڑھ، ۲۲ ستمبر ۲۰۰۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمۂ ناشر

(طبع عربی، باردوم: ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء)

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيدنا محمد سيد الأنبياء والمرسلين، وعلى آله الطاهرين وصحابته الطيبين۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد منانا اُمورِ حَسَنہ میں سے ہے کیونکہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش پر خوشی ومسرّت کا اظہار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں ذکرِ الٰہی اور درُود وسلام کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں جو باعثِ اجر وثواب ہے، اس محفل میں صدقات وخیرات وغیرہ، بہت سے دوسرے نیک عمل بھی انجام پاتے ہیں۔

مشرق ومغرب کے تمام ملکوں کے علمائے کرام نے میلاد شریف کے عمل کو مستحسن قرار دیا ہے اور متعدّد علماء نے اس موضوع پر کتابیں بھی تصنیف کی ہیں، جن میں کچھ منظوم اور کچھ نثری تصنیفات ہیں۔ اس کام کی اہمیت کے پیشِ نظر ہم نے عَلّامہ مُحدِّث عبداللہ ہرری معروف بہ حبشی کی کتاب کی اشاعت کا قصد کیا ہے جو مختصر ہونے کے باوجود بڑی جامع اور بے حد مفید کتاب ہے تاکہ لوگ اس سے استفادہ کرسکیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے خدمتِ دین کی توفیق چاہتے ہیں، بے شک وہ ہر چیز پر قادِر ہے۔

(دار المشاریع للطباعۃ والنشر والتوزیع)

(بیروت، لبنان)

کتاب کے مصنّف کا مختصر تعارف

نام و پیدائش:

عالمِ جلیل، امام و محدِّث، زاہد و محقق، فاضل و عابد، صاحب مواہبِ جلیلہ ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن محمد بن یوسف بن عبد اللہ بن جامع ہرری شیبی عبدری، مفتی ہرر کی پیدائش تقریباً ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء میں ہرر (حبشہ، اریٹریا) میں ہوئی۔

نشوونما اور سفر و سیاحت:

شیخ عبد اللہ ہرری کی پرورش و پرداخت ایک متوسط درجے کے علم دوست گھرانے میں ہوئی۔ آپ نے سات سال کی عمر میں تجوید اور تمام تر فنی مہارت کے ساتھ قرآنِ کریم حفظ کیا اور اپنے والدِ گرامی سے مقدمہ حضرمیہ اور فقہ کی کتاب "الجامع الصغیر" کی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازیں شیخ مختلف علوم و فنون کی تحصیل میں منہمک ہو گئے اور متعدد متون کو زبانی یاد کیا۔ پھر صحاح ستہ سمیت حدیث شریف کی بہت سی کتابوں کو مع ان کے اسانید کے حفظ کیا اور روایت حدیث اور فتویٰ نویسی کی اجازت پائی، اس وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال سے کم تھی۔

شیخ نے نہ صرف اپنے شہر بلکہ پورے حبشہ اور صومال کے اہلِ علم سے فیض حاصل کیا۔ شیخ کو حصولِ علم کے ان اسفار و رحلات میں بسا اوقات بڑی دشواریوں اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا لیکن وہ انہیں کبھی خاطر میں نہیں لائے اور یہی سلف صالحین کا بھی طریقہ تھا۔ آپ نے اپنی ذہانت و ذکاوت اور غیر معمولی قوتِ حافظہ کی بدولت فقہ شافعی کے فروع و اصول اور اس کے وجوہ خلاف کی معرفت میں تفوّق حاصل کر لیا، آپ کا یہی حال مالکی حنفی اور حنبلی فقہ میں بھی ہو گیا۔ ...

پیشِ نظر شہر ہرر اور قُرب و جوار کی فتویٰ نویسی کی ذمّہ داری آپ کو سونپ دی گئی۔

آپ نے فقہِ شافعی، اس کے اُصُول اور علمِ نحو کی تعلیم عالمِ جلیل شیخ محمد عبدالسلام ہرری، شیخ محمد عمر جامع ہرری، شیخ محمد رشاد حبشی، اور شیخ محمد سراج جبرتی وغیرہ سے پائی۔ عربی عُلُوم کی تحصیل شیخ احمد بصیر اور شیخ احمد بن محمد حبشی سے کی۔ مذاہبِ ثلاثہ کی فقہ کی تعلیم شیخ محمد عربی فاسی اور شیخ عبدالرحمان حبشی سے پائی۔ شیخ شریف حبشی سے ان کے شہر جِمّہ میں تفسیر کا درس لیا۔

حدیث شریف اور اس کے عُلُوم کی تحصیل بہت سے اساتذہ و مشائخ سے کی، جن میں سرِ فہرست مفتیٔ حبشہ شیخ ابوبکر محمد سراج جبرتی اور شیخ عبدالرحمان حبشی ہیں۔ آپ نے مسجدِ حرام کے محدّث وقاری شیخ احمد عبدالمطلب جبرتی حبشی، قاری شیخ داؤد جبرتی، اور جامع قراءاتِ سبعہ شیخ قاری محمود فائز دیر عطانی نزیل دمشق وغیرہ سے بھی علم حاصل کیا۔ لیکن بایں علم و فضل آپ کے تواضع کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی آپ کے سامنے کسی ایسے موضوع پر گفتگو کرتا ہے، جس سے آپ اچھی طرح واقف ہوتے ہیں تو بھی یُوں گوش بر آواز ہوتے ہیں گویا اِستفادہ کر رہے ہوں۔ بقولِ شاعر:

وتراه يصغي للحديث بسمعه ☆ و بقلبه ولعله أدرى به

شیخ عبداللہ ہرری مکّہ مکرمہ تشریف لے گئے تو سید علوی مالکی، شیخ امین کتبی، شیخ محمد یاسین فادانی اور شیخ محمد عربی تبان وغیرہ سے ملاقاتیں کیں اور اکتسابِ علم کیا۔ وہیں ان کی ملاقات شیخ عبدالغفور افغانی نقشبندی سے بھی ہوئی جن سے وہ سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور اجازت پائی۔

اس کے بعد آپ مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے جہاں مُحدِّث محمد بن علی صِدّیقی بکری ہندی حنفی اور شیخ عبدالقادر شلبی مُحدِّث کے شاگرد شیخ ابراہیم ختنی محدّث سے خُصُوصی اِکتساب کیا اور اجازت حاصل کی۔ کُتُب خانہ عارف حکمت اور محمودیہ کے قلمی نسخوں سے خُوب استفادہ کیا۔ آپ کو ملنے والی "اجازات" اور آپ کو اجازت دینے والوں کی بہت بڑی تعداد ہے۔

گذشتہ صدی عیسوی کی پانچویں دہائی کے اواخر میں حضرت شیخ نے حرمین شریفین سے بیت

المقدس کا قصد کیا، اور وہاں سے دمشق پہنچے جہاں آپ کا زبردست استقبال کیا گیا۔ محدِّث دیارِ شام حضرت شیخ بدرالدین حسنی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد آپ کی قدرومنزلت میں اور اضافہ ہو گیا۔ آپ نے شام کے مختلف شہروں کا دَورہ کیا اور پھر محلہ قیمریہ کی مسجد "جامع القطاط" میں سکونت اختیار کی۔ آپ کی شہرت پھیلتی گئی اور بلادِ شام (سیریا، لبنان، فلسطین اور اُردن) میں آپ شیخ بدرالدین الحسنی کے نائب و خلیفہ اور محدِّث دیارِ شام کے القاب سے مشہور ہو گئے۔

آپ نے شیخ عبدالرحمان سبسبی حموی اور شیخ طاہر حمصی سے سلسلہ رفاعیہ کی خلافت واجازت پائی اور شیخ احمد عربینی اور شیخ طیب دمشقی وغیرہ سے سلسلۂ قادریہ کی خلافت واجازت حاصل کی۔

۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۰ء میں شیخ عبداللہ ہرری بیروت میں وارد ہوئے جہاں کے تمام بڑے مشائخ نے آپ کا استقبال کیا۔ ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء میں شیخ نے جامع ازہر کی لبنان کی شاخ میں وہاں کے اس وقت کے ناظم کی دعوت پر طلبا ازہر کے درمیان علمِ کلام پر خطبات دئے۔

تصنیفات وآثار:

لوگوں کے عقائد کی اصلاح، ملحدین اور اہلِ بدعت کی بیخ کنی جیسی مصروفیتوں نے آپ کو تصنیف وتالیف کی فرصت کم ہی دی لیکن بایں ہمہ آپ کی بہت سی قیمتی تصنیفات ہیں۔

۱- شرح الفیۃ السیوطی- (مصطلحات علم حدیث میں) ۲- قصیدۃ فی الاعتقاد- (ساٹھ اشعار پر مشتمل قصیدہ) ۳- الصراط المستقیم- (علم کلام وتوحید، مطبوعہ) ۴- الدلیل القویم علی الصراط المستقیم- (علم کلام وتوحید، مطبوعہ) ۵- مختصر عبداللہ الہرری الکافل بعلم الدین الضروری- (عقیدہ، مطبوعہ) ۶- بغیۃ الطالب بمعرفۃ العلم الدینی الواجب- (کتاب سابق کی شرح، مطبوعہ) ۷- التعقب الحثیث علی من طعن فیما صح من الحدیث- (مطبوعہ، اس کتاب میں ناصر الدین البانی کا ردّ ہے اور ان کے اقوال کی مذمت ہے۔ اس کے بارے میں محدِّث دیارِ مغرب شیخ عبداللہ غماری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: "یہ نہایت عمدہ اور مستحکم رد ہے") ۸- نصرۃ التعقب الحثیث علی من طعن فیما صح من الحدیث- (مطبوعہ)

۹۔الروائح الزکیہ فی مولد خیر البریۃ۔ (مدینہ پر نظر کتاب ہے۔ جس کا ترجمہ بھی کیا جا رہا ہے۔) ۱۰۔المطالب الوفیۃ شرح العقیدۃ النسفیۃ۔ (مطبوعہ) ۱۱۔اظہار العقیدۃ السنیۃ بشرح العقیدۃ الطحاویۃ۔ (مطبوعہ) ۱۲۔شرح الفیۃ الزبد فی الفقہ الشافعی۔ ۱۳۔شرح متن ابی شجاع فی الفقہ الشافعی۔ ۱۴۔شرح الصراط المستقیم۔ ۱۵۔شرح المتن العشماویۃ فی الفقہ المالکی۔ ۱۶۔شرح متممۃ الاجرومیۃ فی النحو۔ ۱۷۔شرح البیقونیۃ فی المصطلح۔ ۱۸۔صریح البیان فی الرد علی من خالف القرآن۔ (مطبوعہ) ۱۹۔المقالات السنیۃ فی کشف ضلالات احمد بن تیمیہ۔ (مطبوعہ) ۲۰۔کتاب الدر النضید فی احکام التجوید۔ (مطبوعہ) ۲۱۔شرح الصفات الثلاث عشرۃ الواجبۃ للہ۔ (مطبوعہ) ۲۲۔العقیدۃ المنجیۃ (یہ ایک مختصر رسالہ ہے جسے آپ نے ایک ہی مجلس میں املاء کرایا ہے۔) ۲۳۔شرح التنبیہ للامام الشیرازی فی الفقہ الشافعی۔ (غیر مکمل) ۲۴۔شرح منہج الطلاب للشیخ زکریا الانصاری فی الفقہ الشافعی۔ (غیر مکمل) ۲۵۔شرح کتاب سلم التوفیق الی محبۃ اللہ علی التحقیق للشیخ عبد اللہ باعلوی۔

اخلاق و کردار :

شیخ عبد اللہ ہرری انتہائی پرہیزگار، متّقی اور متواضع شخصیت کے حامل ہیں۔ ہمہ وقت ذکر و عبادت میں مصروف اور درس و تدریس میں مشغول رہتے ہیں۔ دیکھنے والے انہیں ہمہ وقت تعلیم و تعلّم، وعظ و نصیحت اور ذِکر و اِرشاد میں مُنہمک پاتے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے اور کِتاب و سُنّت کو مضبوطی سے پکڑے رہنے والوں میں سے ہیں، نہایت ذہین و فطین، قوی حُجّت اور روشن دلائل والے ہیں۔ بڑے ہی حکیم و دانا ہیں اور ہر امر میں مناسبِ حال مُعاملہ فرماتے ہیں۔ شریعت کی مُخالِفت کرنے والوں کی سخت گرفت کرتے ہیں۔ امر معروف و نہی منکر میں بلند حوصلے کے مالِک ہیں۔ بدعقیدہ و گُمراہ لوگ ان سے ہمیشہ خوف زدہ رہتے ہیں اور ان سے بے حد حسد کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اِیمان والوں کی حفاظت کرنے والا ہے۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۂ مؤلف

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو سارے عالَم کا پروردگار ہے، جس نے ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر ہم سب پر عظیم اِنعام فرمایا ہے اور انھیں روشن چراغ اور پرہیزگاروں کا پیشوا بنایا ہے۔ اور درود وسلام ہو رسُولوں کے خاتم اور نبیوں کے امام پر اور ان کے پاکباز آل واصحاب پر۔

بیشک اللہ عزّوجلّ نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بزرگی عطا فرمائی ہے۔ اور ان کی اُمّت کو بھی بزرگی بخشی ہے۔ اس کے مقام کو گزشتہ تمام اُمتوں سے بُلند بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: "تم بہترین اُمّت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے" (آل عمران: ۱۱۰) اور اس امت کو جس قدر بلندی اور جتنا بھی شرف حاصل ہے وہ سب اپنے نبی ہی کی بدولت ہے لہٰذا اس نبی کریم کی میلاد کا بیان کرنا، ان کی ولادت کے وقت ظاہر ہونے والی نشانیوں کا ذکر کرنا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو خصائص وفضائل مرحمت فرمائے ہیں ان کا تذکرہ کرنا نہایت مہتم بالشان کام مانا جاتا ہے۔

چونکہ میلاد کے موضوع پر لکھی گئی بیشتر کتابیں ضعیف روایات بلکہ بعض موضوع روایات پر مشتمل ہیں لہٰذا ہم نے کُتُبِ سُنّت سے استخراج کرکے اس کِتاب کو مُرتّب کیا ہے۔ چنانچہ اس میں ائمہ حُفّاظ حدیث کی مشہور کتابوں کی بہترین روایتیں اکٹھا ہو گئی ہیں۔ میرا یہ عمل حصُولِ اجر کے لئے ہے اور اس عمل کے لئے اللہ تعالیٰ کے یہاں جو عظیم ثواب ہے، اسی ثواب کی طلب میں ہے۔ والحمد للہ ربّ العالمین

بدعت کے معنی اور اس کے حکم کی تحقیق

زبان کے اعتبار سے بدعت اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی سابق میں کوئی مثال نہ ہو، کہا جاتا ہے: "جئت بأمر بدیع" (تُو نے انوکھی بات کی ہے) یعنی ایسا نیا اور عجیب کام جو اس سے پہلے معروف نہ رہا ہو۔ اور شریعت کے لحاظ سے بدعت وہ نیا کام ہے جس کے لئے قرآن وسُنّت سے کوئی دلیل نہ ہو۔ ابن العربی فرماتے ہیں کہ: "بدعت اور محدَث فی حد ذاتہٖ مذموم نہیں ہے، بلکہ وہ بدعت مذموم ہے جو سنّت کے مخالف ہے اور نئے کاموں میں سے صرف وہی قابلِ مذمت ہے جو گمراہی کی طرف لے جائے۔"

بدعت کی قسمیں :

بدعت کی دو قسمیں ہیں:

بدعتِ ضلالت: ایسا نیا کام جو قرآن وسُنّت کے مخالِف ہو۔

بدعتِ ہدایت: ایسا نیا کام جو قرآن وسنت کے موافِق ہو۔

یہ تقسیم امام بخاری (۱) اور امام مسلم (۲) کی اس حدیث سے سمجھی جا سکتی ہے جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے، فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ" یعنی جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الأقضیۃ، باب نقض الأحکام الباطلۃ ورد محدثات الأمور۔

جو اس میں سے نہیں تو وہ کلام مردود ہے۔ اس حدیث کی روایت امام مُسلم (۱) نے کی ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے "من عمل عملا لیس علیه أمرنا فهو رد" یعنی جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے امر کے موافق نہیں ہے وہ مردود ہے۔

بدعت کی یہ تقسیم حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ اس حدیث سے بھی مفہوم وواضح ہے جسے امام مسلم (۲) نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ حضرت جریر فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ" یعنی جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا تو اسے اس کا ثواب ملے گا اور اور اس کے بعد اس پر چلنے والے تمام لوگوں کا ثواب ملے گا، لیکن ان لوگوں کے اپنے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی، اور جس نے اسلام میں کوئی بُرا طریقہ نکالا تو اسے اُس کا گناہ ملے گا اور اور اس کے بعد اس پر چلنے والے تمام لوگوں کا گناہ بھی ملے گا، لیکن ان لوگوں کے اپنے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

بخاری شریف (۳) میں "کتاب صلاۃ التراویح" میں ہے کہ: "ابن شہاب کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا اور لوگ اسی حال پر باقی تھے" حافظ ابن حجر

---

(۱) صحیح مسلم، تخریج سابق۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ أو کلمۃ طیبۃ وأنها حجاب من النار؛ و کتاب العلم، باب من سن فی الإسلام سنۃ حسنۃ أو سیئۃ ومن دعا إلی ھدی أو ضلالۃ۔

(۳) صحیح البخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان۔

(بخاری کی اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے) لکھتے ہیں کہ: "یعنی لوگ تراویح کی نماز میں جماعت نہیں کرتے تھے"(۱) ابن شہاب مزید فرماتے ہیں کہ: "اور یہی حال حضرت ابو بکر کی خلافت اور حضرت عمر کی ابتدائے خلافت میں رہا" (یعنی لوگ تراویح میں جماعت نہیں کرتے تھے)

اس سلسلے کی تکمیل کے طور پر بخاری شریف میں حضرت عبد الرحمان بن عبد القاری سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ(۲): رمضان کی ایک شب میں مَیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد کی طرف نکلا تو پایا کہ لوگ بکھرے اور بٹے ہوئے ہیں کوئی تنہا اپنی نماز پڑھ رہا ہے، تو کسی کے ساتھ ایک جماعت نماز ادا کر رہی ہے (اسے دیکھ کر) حضرت عمر نے فرمایا کہ: میری خواہش ہے کہ اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری (امام) کے پیچھے جمع کردوں تو زیادہ بہتر ہو پھر آپ نے اس کا پختہ ارادہ کیا اور لوگوں کو اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں جمع کر دیا۔ پھر ایک دوسری رات مَیں ان کے ساتھ نکلا تو لوگ اپنے امام کے ساتھ باجماعت نماز (تراویح) پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر نے (یہ دیکھ کر) فرمایا کہ: "نعم البدعة هذه" یعنی یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے، اور مؤطا کی روایت میں ہے: "نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ" (۳)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ: "راوی کا قول کہ حضرت عمر نے فرمایا: "نعم البدعة" اور بعض روایت میں تاء کی زیادتی کے ساتھ "نعمت البدعة" وارد ہوا ہے۔ اور بدعت اصل میں

---

(۱) فتح الباری، ۴: ۲۵۲۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان۔

(۳) موطأ امام مالک، کتاب الصلاۃ، باب بدء قیام لیالی رمضان۔

وہ نو ایجاد امر ہے جس کی سابق میں مثال نہ ہو اور شریعت میں اس کا اطلاق اُس نو ایجاد پر ہوتا ہے جو سُنّت کے مقابل ہو اور اس حال میں بدعت مذموم ہوتی ہے۔ اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ اگر بدعت شریعت میں مستحسن کے ضمن میں شامل ہو تو مستحسن ہے اور اگر قبیح کے تحت آئے تو قبیح ہے ورنہ پھر یہ مباح ہوگی (یعنی اس کا کرنا نہ کرنا دونوں جائز ہوگا) اور کبھی احکام کی پانچ قسم کی طرح بدعت کی بھی تقسیم ہوتی ہے"(۱) واضح رہے کہ احکام کی پانچ قسم سے ان کی مراد: فرض، مندوب، مباح، مکروہ اور حرام ہے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں رفاعہ بن رافع زرقی سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: ایک دن ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ نے رکوع سے سر اٹھا کر "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" فرمایا تو جماعت میں سے ایک شخص نے "رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ" کہا، نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَنِ الْمُتَكَلِّمُ" یعنی بولنے والا کون ہے۔ اس شخص نے عرض کیا: میں، فرمایا: "رَأَيْتُ بِضْعَةً وَّثَلَاثِيْنَ مَلَكًا يَّبْتَدِرُوْنَهَا أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلَ" (۲) میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ اس قول کو پہلے لکھنے کے لئے آپس میں سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:
"اس سے نماز میں غیر ماثور ذکر کے ایجاد کرنے پر استدلال کیا جاتا ہے، بشرطیکہ وہ ماثور کے مخالف نہ ہو"۔(۳)

---

(۱) فتح الباری، ۴: ۲۵۳۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب فضل اللھم ربنا لک الحمد۔

(۳) فتح الباری، ۲: ۲۸۷۔

ابوداؤد حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت کی ہے کہ وہ تشہد میں "وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ" بڑھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ: "انا زدتها" یعنی میں نے یہ اضافہ کیا ہے۔(۱)

امام نَوَوِی اپنی کتاب تہذیب الاسماء واللغات میں لکھتے ہیں کہ: بدعت باء کے زیر کے ساتھ شریعت میں اس نَو ایجاد کام کو کہتے ہیں جو رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے عہدِ مُبارک میں نہ رہا ہو یہ اچھی اور بُری دونوں ہوتی ہے۔ امام ابو محمد عبدالعزیز ابن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ ورضی اللہ عنہ جن کی امامت وجلالت علمی اور مختلف عُلُوم وفُنُون پر قُدرت ومہارت پر اجماع ہے۔ وہ کتاب القواعد کے آخر میں فرماتے ہیں کہ: بدعت واجِب، حرام، مندوب، مکروہ اور مباح ہوتی ہے اور اسے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے شریعت کے اُصُول وقواعد پر پیش کیا جائے اب اگر وہ ایجاب کے قواعد میں داخِل ہو تو واجِب، تحریم کے قواعد میں داخل ہو تو حرام اور اسی طرح مندوب، مکروہ اور مباح ہوگی"۔(۲)

ابن عابدین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں کہ: "کبھی بدعت واجب ہوگی جیسے گمراہ فرقے والوں کے ردّ میں دلائل قائم کرنا اور قرآن وسُنّت کو سمجھنے بھر نحو کی تعلیم حاصِل کرنا، کبھی مندوب ہوتی ہے جیسے مسافر خانہ اور مدرسہ بنانا اور ہر وہ احسان کا کام جو صدرِ اوّل میں نہیں تھا، کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسے مسجدوں کی آرائش وزیبائش کرنا، اور کبھی مباح ہوتی ہے جیسے لِباس اور لذیذ کھانے پینے میں فراخی اختیار کرنا"۔(۳)

---

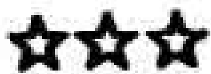
(۱) سنن أبي داؤد، کتاب الصلاة باب التشہد۔

(۲) تہذیب الأسماء والصفات ۳۰:۲۲، مادہ (ب دع)۔

(۳) ردالمحتار علی الدرالمختار ۱:۳۷٦۔

امام نووی روضۃ الطالبین میں دُعائے قنوت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "یہ بعینہٖ وہ (دعائے قنوت) جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور عُلماء نے اس میں تبارکت وتعالیت کے پہلے اضافہ کیا ہے: "ولا یعز من عادیت" اور اس کے بعد اضافہ کیا ہے: "فلك الحمد علی ما قضیت أستغفر وأتوب إلیك" میں کہتا ہوں کہ: میرے اصحاب نے کہا ہے کہ: "اس زیادتی میں کوئی حرج نہیں ہے، اور ابو حامد بندنیجی وغیرہ نے اسے مُستحب کہا ہے"۔(۱)

حافظ بیہقی نے اپنی کتاب "مناقب الشافعی" میں اپنی سند سے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے فرمایا: "نو ایجاد کاموں کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ کام ہے جو کتاب وسنت یا اثر واجماع کے خلاف ہو تو یہ گمراہی والی بدعت ہے اور دُوسرا وہ نیک کام ہے جو ان میں سے کسی کے خلاف نہ ہو تو ایسی بدعت مذموم نہیں ہے"۔(۲)



---

(۱) روضۃ الطالبین ۱/۲۵۳، ۲۵۴۔

(۲) مناقب الشافعی ۱/۴۶۸۔

چند اچھی اور مستحب بدعتیں

پیروانِ عیسیٰ علیہ السلام کی بدعت: رہبانیت

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتابِ عزیز میں فرماتا ہے: "وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ" (الحدید: ۲۷) یعنی اور ہم تھا، اسے ہم نے ان کے لئے مقرر نہیں کیا تھا، انھوں نے ایسا اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نے ان کے (عیسیٰ علیہ السلام) پیروں کے دل میں نرمی ورحمت ڈال دی اور رہبانیت تو یہ انھوں نے ایجاد کیا کیا تھا۔

اس آیت کریمہ سے بدعتِ حَسَنَہ پر استدلال کیا جاتا ہے، کیونکہ اس کا معنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مومن وتبع امتیوں کی مدح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی مدح فرمائی ہے کیونکہ وہ رافت ورحمت والے تھے، اور انھوں نے رہبانیت کی ایجاد کی تھی۔ رہبانیت: خواہشوں وشہوتوں سے علاحدہ ہونے کا نام ہے۔ ان لوگوں نے خود کو عبادت کے لئے مخصوص کرنے کی غرض سے شادیاں کرنے سے بھی پرہیز کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان "مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ" کا معنی یہ ہوا کہ ہم نے رہبانیت ان پر فرض نہیں کیا تھا، انھوں نے اس کو اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لئے از خود اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس ایجاد پر اُن کی تعریف کی جس کا حکم نہ انجیل میں تھا، اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایسا کرنے کے لئے ان سے کہا تھا۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں

مبالغہ کرنا چاہا اور شادی اور اہل وعیال کے اخراجات میں مصروف ہونے کو چھوڑ کر تجرّد و تنہائی کی زندگی کو اپنایا، چنانچہ وہ لوگ شہروں سے دُور جھونپڑیاں بنا کر اس میں عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے۔

حضرت خبیب کا قتل کے وقت دو رکعت نماز پڑھنا:

بدعتِ حسنہ کے قبیل سے ہی حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کا مقتل میں دو رکعت نماز ادا کرنا ہے۔ جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ: ''مجھ سے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی ہے انھوں نے ہشام بن یوسف عن معمر عن الزہری عن عمرو بن ابی سفیان ثقفی عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ جاسوسی کے لئے روانہ فرمایا اور ان پر حضرت عاصم بن ثابت انصاری کو امیر مقرر فرمایا۔ یہ عاصم بن عمر بن خطاب کے ماموں تھے۔ جب یہ لوگ (مدینہ سے) نکل کر عسفان اور مکہ مکرمہ کے درمیان ایک جگہ پہنچے تو کسی نے ان کے بارے میں قبیلۂ لحیان والوں کو خبر دے دیا، یہ قبیلۂ ہذیل کی ایک شاخ ہے، تو انھوں نے تقریباً سو تیر اندازوں کو ان کی تلاش میں بھیج دیا، وہ ان کے پیروں کے نشان تلاش کرتے ہوئے ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں انھیں کھجوروں کی گٹھلیاں ملیں جنھیں دیکھ کر بولے کہ یہ تو یثرب کی کھجوریں ہیں، وہ لوگ نشانوں کے پیچھے چلتے رہے، جب حضرت عاصم اور ان کے ساتھیوں نے دیکھا کہ وہ لوگ قریب آ گئے تو یہ لوگ ایک پہاڑی پر چڑھ گئے، کافروں نے پہاڑی کو گھیر لیا اور ان سے کہنے لگے کہ اگر تم لوگ نیچے آ کر خود کو ہمارے سپرد کر دو تو ہم کسی کو قتل نہیں کریں گے۔ حضرت عاصم نے کہا ساتھیو! میں تو خود کو کافر کی پناہ میں دینے کو تیار نہیں ہوں اور دُعا کی: اے اللہ! ہمارے حال سے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کو مطلع فرما۔ کافروں نے تیر برسانا شروع کر دیا جس سے حضرت عاصم اور ان کے سات ہمراہی شہید ہو گئے باقی بچے خبیب، زید (بن دثنہ) اور ایک تیسرے شخص (عبداللہ بن طارق) انھیں کافروں نے عہد و پیمان دیا تو یہ حضرت ان کے عہد و پیمان کا بھروسہ کر کے (پہاڑی سے نیچے) اتر آئے اور جب انھوں نے خود کو ان کے سپرد کر دیا تو کافروں نے انھیں کی کمانوں سے تانت نکال کر ان کی مشکیں باندھنا شروع کر دیا۔ تیسرے ساتھی (یعنی عبداللہ بن طارق) نے کہا کہ یہ تو ابھی سے بے وفائی کرنے لگے اور کافروں کے ساتھ جانے سے سختی سے انکار کر دیا۔ کافروں نے بڑی کھینچ تان اور کوشش کی کہ وہ بھی ان کے ساتھ چلیں لیکن وہ کسی طرح آمادہ نہیں ہوئے تو انھیں قتل کر کے خبیب اور زید کو لے کر چلے اور انھیں مکہ لا کر فروخت کر دیا۔ حضرت خبیب کو بنو حارث بن عامر بن نوفل نے خرید لیا کیونکہ غزوۂ بدر میں حضرت خبیب نے حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ حضرت خبیب عرصے تک ان کی قید میں رہے یہاں تک کہ ان لوگوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا اس کے لئے انھوں نے حارث کی بیٹی سے استرا مانگا عورت نے استرا دے دیا اور کسی سبب اپنے بچے کی طرف سے غافل ہو گئی بچہ حضرت خبیب کے پاس پہنچ گیا اور انھوں نے اسے اپنی ران پر بٹھا لیا (وہ عورت کہتی ہے) جب میں نے اپنے بچے کو ان کے پاس دیکھا تو بہت گھبرائی خبیب نے میری پریشانی کو محسوس کیا اور کہا تم اس لئے ڈر رہی ہو کہ میں اس بچے کو قتل کر دوں گا میں انشاء اللہ ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ وہ عورت کہتی تھی کہ میں نے خبیب سے زیادہ نیک کوئی قیدی نہیں دیکھا میں نے ان کو انگور کے خوشوں سے انگور کھاتے ہوئے دیکھا حالانکہ ان دنوں مکہ میں کوئی پھل نہیں تھا اور وہ زنجیر میں جکڑے ہوتے تھے بلاشبہ ان کا یہ رزق اللہ ہی کی جانب سے ہوتا تھا۔ جب بنی حارث انھیں قتل کے لئے حدودِ حرم سے باہر لے گئے اس وقت حضرت خبیب نے کہا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دے دو پھر نماز کے بعد کافروں

سے مخاطب ہو کر بولے کہ اگر مجھے اس بات کا خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ گمان کرو گے کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں تو اور زیادہ نماز پڑھتا۔ اس طرح آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے قتل کے وقت دو رکعت پڑھنے کا طریقہ نکالا۔ پھر دعا کی۔ اے اللہ! انھیں چن چن کر ہلاک کر اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑ پھر فرمایا:

فلست اُبالی حین اُقتلُ مُسلِماً ☆ علٰی ایِّ شقٍّ کان فی اللہِ مَصرَعِی

وَ ذٰلِکَ فی ذاتِ الاِلٰہِ وَ اِن یَّشَاْ ☆ یُبَارِکْ فی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعٖ

ترجمہ: جب میں مسلمان قتل کیا جاؤں تو مجھے اس کی فکر نہیں کہ راہِ خدا میں کس پہلو مجھے موت آئے۔ میری یہ قربانی اللہ کے لئے ہے اگر وہ چاہے تو میرے اعضائے بریدہ میں برکتیں عطا فرمائے۔

پھر عقبہ بن حارث نے ان کے پاس جا کر انھیں قتل کر دیا۔ قریش نے حضرت عاصم بن ثابت کی طرف چند آدمی روانہ کئے تا کہ وہ ان کے بدن کا کچھ حصہ لے کر آئے جس سے حضرت عاصم کی پہچان ہو سکے کیونکہ انھوں نے غزوۂ بدر میں قریش کے بڑے لوگوں میں سے ایک کو قتل کیا تھا تو اللہ تعالٰی نے ان کی لاش کے پاس بھڑوں کی طرح کچھ بھیج دیا جنھوں نے ان کی لاش کے پاس کسی کو پھٹکنے نہیں دیا اور قریش کے فرستادہ ان کے بدن کا کوئی حصہ لے جانے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔" (۱)

یحیٰی بن یعمر کا مصحف شریف پر نقطے لگانا:

بدعتِ حسنہ میں سے قرآن کریم پر نقطوں کا لگانا بھی ہے۔ صحابہ کرام جنھوں نے رسول

(۱) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع ......

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے املا کرانے پر وحی الٰہی کی کتابت کی تھی انھوں نے باء اور تاء اور ان جیسے دوسرے حروف کو بغیر نقطوں کے لکھا تھا، یوں ہی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف کے چھ نسخے تیار کروائے تھے، جن میں سے ایک نسخہ اپنے پاس رکھا تھا اور باقی کو مکہ مکرمہ بصرہ وغیرہ مختلف علاقوں میں بھجوایا تھا تو یہ مصاحف بھی بغیر نقطوں کے تھے۔ اور سب سے پہلے جس نے مصحف پر نقطے لگائے وہ ایک صاحبِ علم وفضل اور تقوی والے تابعی تھے جن کا نام یحیٰ بن یعمر تھا۔ ابوداؤد سجستانی اپنی کتاب "کتاب المصاحف" میں لکھتے ہیں کہ: "مجھ سے عبداللہ نے ان سے محمد بن عبداللہ مخزومی نے، ان سے احمد بن نصر بن مالک نے، ان سے حُسین بن ولید نے، ان سے ہارون بن موسیٰ نے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ: جس نے سب سے پہلے مصحف میں نقطے لگائے وہ یحیٰ بن یعمر تھے"۔(۱)

اس سے پہلے قرآن کے نسخے بغیر نقطوں کے لکھے جاتے تھے۔ لیکن جب انھوں نے یہ کام کیا تو کسی نے ان کی تردید نہیں کی باوجودیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصحف پر نقطے لگانے کا کوئی حکم نہیں دیا ہے۔

حضرت عثمان کا جُمعہ میں ایک اذان کا اضافہ :

یہ وہ بدعت (حسنہ) ہے جسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایجاد کیا ہے، چُنانچہ صحیح بخاری شریف کی عبارت (کا ترجمہ) ہے کہ: "مجھ سے آدم نے حدیث بیان کی ہے انھوں نے ابن ابی ذئب سے، انھوں نے زہری سے انھوں نے سائب بن یزید سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: جمعہ کے دن اذان اس وقت شروع ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا یہ حال

(۱) کتاب المصاحف، ۱۴۱۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے وقت میں رہا اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد آیا اور لوگ بہت ہو گئے تو انھوں نے زوراء کے مقام پر ایک تیسری اذان کا اضافہ کیا"۔ (۱)

حافظ ابن حجر فتح میں فرماتے ہیں کہ: "بخاری ہی میں وکیع عن ابن ابی ذئب کی روایت میں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کے عہد میں جمعہ کے دن دو اذانیں تھیں، ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ "اذانیں" یعنی دو اذان کہنے سے ان کی مراد اذان اور اقامت ہے تغلیب کے طور پر "اذانیں" کہہ دیا، یا اس لئے کہ دونوں اعلان میں مشترک ہیں جیسا کہ اذان کے ابواب میں گزر چکا ہے"۔ (۲)

ابن حجر مزید کہتے ہیں کہ: "ان کا قول ہے "تیسری اذان کا اضافہ کیا" اور وکیع عن ابن ابی ذئب کی روایت میں ہے کہ: تو عثمان (رضی اللہ عنہ) نے اوّل اذان کا حکم دیا اور اسی طور پر اسی کے مثل شافعی سے بھی مروی ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان کوئی ٹکراؤ نہیں ہے اس لئے کہ اضافی ہونے کے سبب اس کا نام تیسری رکھ دیا گیا اور اس حیثیت سے کہ وہ اذان اور اقامت سے پہلے تھی، اس کا نام پہلی رکھ دیا گیا اور عقیل کی روایت جو دو باب کے بعد آ رہی ہے میں ہے کہ "دوسری اذان کا حکم حضرت عثمان نے دیا" دوسری نام دینے میں صرف اذانِ حقیقی کا اعتبار کیا گیا ہے اقامت کا نہیں"۔ (۳)

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب الأذان یوم الجمعۃ۔
الزوراء: مدینہ منورہ میں ایک جگہ کا نام ہے، دیکھئے: معجم البلدان، ۳:۱۵۶۔
(۲) فتح الباری، ۲:۳۹۳۔
(۳) نفس مرجع، نفس صفحہ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد منانا:

انشاء اللہ اس موضوع پر گفتگو آنے والی ایک علاحدہ فصل میں ہوگی۔

اذان کے بعد باآواز بلند درود شریف پڑھنا:

اذان کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر باآواز بلند درود شریف پڑھنا بھی بدعتِ حسنہ میں سے ہے، جو سات سو ہجری کے بعد شروع ہوئی، اور یہ عمل پہلے نہ تھا۔

حضور کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا:

بدعتِ حسنہ ہی میں سے حضور کے نام مبارک کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا بھی ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں اور امراء کے نام جو خط لکھے ہیں ان میں یہ نہیں لکھا ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف یہ لکھا کرتے تھے: "من محمد رسول الله إلى فلان" محمد رسول اللہ کی جانب سے فلاں کی طرف۔

صالحین کا سلاسل طریقت کو ایجاد کرنا:

بدعتِ حسنہ ہی میں سے بعض اہل اللہ کا سلاسلِ طریقت و تصوف کی بِنا ڈالنا بھی ہے جیسے رفاعیہ، قادریہ وغیرہ۔ اور یہ تقریباً چالیس سلسلے ہیں۔ اور ان سلسلوں کی اصل بدعتِ حسنہ ہی ہے۔ ان سلسلوں کی طرف نسبت رکھنے والے کچھ لوگ جادۂ حق سے الگ ہو گئے ہیں لیکن اس سے ان سلسلوں کی اصل پر کوئی حرف نہیں آتا ہے۔

گمراہی والی بدعتیں

یہ دو قسم کی ہیں: وہ بدعت جس کا تعلق اصولِ دین سے ہے۔ اور وہ بدعت جو فروع سے تعلق رکھتی ہے۔

اصولِ دین سے تعلق رکھنے والی بدعت وہ ہے جو عقیدہ میں ایجاد ہوئی ہو، اور جو صحابہ کے عقیدے کے خلاف ہو، اس بدعت کی مثالیں بہت ہیں۔ ان میں بعض مندرجہ ذیل ہیں۔

قدر کے انکار کی بدعت :

اس بدعت کی ایجاد سب سے پہلے بصرہ میں معبد جہنی (۱) نے کیا جیسا کہ صحیح مسلم میں یحیٰ بن یعمر سے مروی ہے۔ (۲) اور یہ لوگ قدریہ کہلاتے ہیں۔ (۳) یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے بندوں کے افعال کو مقدر نہیں کیا، اور نہ ہی ان کے افعال کو خلق کیا ہے۔ ان کے خیال میں یہ افعال اختیاریہ خود بندوں کی تخلیق ہیں۔ ان میں سے بعض یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے خیر کو مقدر کیا ہے شر کو نہیں۔ اور مرتکب گناہِ کبیرہ نہ مومن ہے نہ کافر، بلکہ وہ دو منزلوں کے بیچ ایک منزل میں ہے، یہ گناہگاروں کی شفاعت کے منکر ہیں، اور جنت میں اللہ تعالی کے دیدار کا بھی انکار کرتے ہیں۔

جہمیہ کی بدعت:

---

(۱) معبد جہنی کے بارے میں دیکھئے: التبصیر فی الدین، ۶۰؛ وتہذیب التہذیب ۱۰: ۲۲۵۔
(۲) صحیح مسلم، کتاب الایمان کا آغاز۔
(۳) قدریہ کے عقائد اور مختلف فرقوں کے بارے میں دیکھئے: التبصیر فی الدین، ۶۳-۹۵۔

انھیں جبریہ کہا جاتا ہے اور یہ جہم بن صفوان(۱) کے پیرو ہیں، یہ لوگ کہتے ہیں کہ: بندے اپنے افعال میں مجبور محض ہیں، اور انھیں کوئی اختیار حاصل نہیں ہے، بلکہ وہ ہوا میں معلق تنکے کی طرح ہے جسے ہوا دائیں بائیں جدھر چاہتی ہے گھماتی رہتی ہے۔

خارجیوں کی بدعت:

یہ وہ ہیں جنھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر خروج کیا اور یہ گناہِ کبیرہ کرنے والوں کی تکفیر کرتے ہیں۔(۲)

ایسے موجودات وحوادث کا قول کرنا جس کی ابتدا نہ ہو:

اور یہ ایسی بدعت ہے جو صراحتاً عقل ونقل دونوں کے خلاف ہے۔

فروعِ دین سے تعلق رکھنے والی بدعت بھی مذکورہ تقسیم کے اعتبار سے منقسم ہوتی ہے۔

بدعاتِ سیئہ عملیہ:

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ (ص) لکھنا اور اس سے زیادہ برا اور قبیح (صلعم) لکھنا ہے۔

☆ انھیں میں سے بعض لوگوں کا ایسے مصلوں یا تکیوں پر تیمم کرنا ہے جس پر مٹی کی گرد نہ ہو۔

☆ انھیں میں سے اسم جلالت (اللہ) کی تحریف ہے جو سلسلۂ تصوف کی طرف منسوب

---

(۱) جہم بن صفوان اور فرقۂ جبریہ کے سلسلے میں دیکھیے: التبصیر فی الدین، ۱۰۷؛ والفرق بین الفرق، ۲۱۱؛ والملل والنحل، ۱: ۸۶۔

(۲) خارجیوں کے عقائد اور مختلف فرقوں کے لئے دیکھیے: التبصیر فی الدین، ۴۵-۶۲۔

بعض لوگ کرتے ہیں۔ جب وہ اسم جلالت کا ورد کرتے ہیں تو یا تو لام اور ہاء کے درمیان الف کو حذف کر دیتے ہیں اور اسے بغیر مد کے بولتے ہیں، یا تو خود ہاء کو حذف کر دیتے ہیں اور "اللا" کہتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض "واہ" کہتے ہیں جب کہ یہ لفظ اظہار تکلیف وشکایت کے لئے بنایا گیا ہے اور اس پر اہل زبان کا اجماع ہے۔ خلیل بن احمد کہتے ہیں کہ اسم جلالت (اللہ) سے مد کے الف کو حذف کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ: کیا حضرت عرباض بن ساریہ سے مروی ابوداؤد کی حدیث میں یہ نہیں فرمایا ہے کہ: "وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" (۱) یعنی نوایجاد سے بچو کیونکہ ہر نوایجاد بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

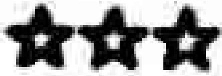
اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں لفظ عام ہے اور معنی مخصوص ہے۔ اور اس کی دلیل وہ احادیث ہیں جو ابھی گزری ہیں۔ لہٰذا یہی کہا جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد وہ نوایجاد ہے جو کتاب، سنت، اجماع یا اثر کے خلاف ہو۔

امام نووی صحیح مسلم کی شرح میں کہتے ہیں کہ: "اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: "وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" یعنی ہر بدعت گمراہی ہے، یہ عام مخصوص ہے اور اس سے مراد اکثر بدعتیں ہیں" اس کے بعد بدعت کی پانچ قسموں میں تقسیم کی ہے: واجب، مندوب، حرام، مکروہ، مباح اور فرمایا: "جب اس بات کو سمجھ لیا گیا جسے میں نے ذکر کیا ہے تو پتہ چل گیا کہ یہ حدیث "عام مخصوص" میں سے ہے اور اس سے ملتی ہوئی وہ احادیث بھی جو وارد ہوئی ہیں عام مخصوص ہیں (یعنی لفظ عام اور معنی خاص ہے)، اور میری بات کی تائید حضرت عمر کے تراویح کے بارے میں اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ "نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ" اور لفظ "کل" کے ساتھ تاکید ہونا اس بات

(۱) سنن أبي داود، کتاب السنة، باب لزوم السنة

سے مانع نہیں ہے کہ یہ حدیث (کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ) عام مخصوص ہو کیونکہ تخصیص لفظ "کل" کے ساتھ بھی ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان "تُدَمِّرُ کُلَّ شَیْءٍ" (احقاف:۲۵)"۔(۱)

اور اس تقسیم کو شیخ عبدالعزیز عبدالسلام نے کتاب القواعد کے آخر میں قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ان سے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کیا ہے اور اسے تسلیم بھی کیا ہے۔



(۱) شرح صحیح مسلم، ۶:۱۵۴۔

محفل میلاد شریف اور اس کے جواز کے دلائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کو منانا بھی بدعت حسنہ میں سے ہے۔ اس لئے کہ یہ عمل نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا اور نہ اس سے متصل زمانے میں۔ یہ تو ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں شروع ہوا ہے۔ اور سب سے پہلے اسے جس نے شروع کیا وہ اربل کا بادشاہ مظفر تھا جو ایک عالم پرہیز گار اور بہادر شخص تھا۔ اور اس محفل میں اس نے بہت سے علماء کو اکٹھا کیا جن میں اصحاب حدیث بھی تھے اور صوفیائے صادقین بھی تھے۔ اور مشرق و مغرب کے علماء نے اس کام کو پسند فرمایا جن میں حافظ احمد بن حجر عسقلانی، حافظ سخاوی اور حافظ جلال الدین سیوطی وغیرہ شامل ہیں۔

حافظ سخاوی نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے کہ میلاد شریف منانے کا عمل قرون ثلاثہ کے بعد شروع ہوا۔ اور تب سے دنیا بھر کے تمام بڑے شہروں میں اہل اسلام میلاد شریف مناتے چلے آرہے ہیں۔ مسلمان میلاد کی راتوں میں انواع واقسام کے صدقات وخیرات کرتے ہیں، میلاد کی کتابوں کو پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور میلاد کی برکتوں سے ان پر بے پایاں فضل ہوتا ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی نے میلاد شریف کے موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام انھوں نے "حسن المقصد فی عمل المولد" رکھا ہے اس میں فرماتے ہیں کہ "ربیع الاول کے مہینے میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کے بارے میں سوال کیا گیا ہے کہ شرعی نقطۂ نظر

سے اس کا کیا حکم ہے؟ یہ قابل تعریف ہے یا قابل مذمت؟ اور کیا میلاد کرنے والا ثواب پائے گا یا نہیں؟۔تو میرا جواب ہے کہ: میلاد شریف کی اصل لوگوں کا اکٹھا ہونا، جتنا میسر ہو تلاوت قرآن کرنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی احوال کے بارے میں وارد اخبار وروایات کو بیان کرنا اور آپ کی پیدائش کے وقت جو نشانیاں ظاہر ہوئیں ان کا ذکر کرنا ہے۔ پھر لوگوں کے لئے دستر خوان بچھتا ہے لوگ کھاتے ہیں۔ اور ان امور پر کچھ اضافہ کئے بغیر لوٹ جاتے ہیں۔ اور یہ ایک بدعت حسنہ ہے، اسے کرنے والا ثواب کا مستحق ہوگا۔ کیونکہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم شان ہے، اور آپ کی پیدائش پر مسرت وخوشی کا اظہار ہے۔ جس نے اس کام کو سب سے پہلے شروع کیا وہ اربل کا بادشاہ مظفر ابو سعید کوکبری بن زین الدین علی بن بکتگین تھا جس کا شمار بڑے عظیم وسخی بادشاہوں میں ہوتا ہے۔ اور اس نے کئی اچھی نشانیاں چھوڑی ہیں۔ سفح قاسیون (۱) کی مسجد جامع مظفری بھی اسی بادشاہ کی تعمیر کردہ ہے۔" (۲)

ابن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ: "وہ (بادشاہ مظفر) ربیع الاول میں میلاد شریف مناتا تھا اور عظیم الشان جشن برپا کرتا تھا۔ وہ ایک نڈر، بہادر، جانباز، عاقل، عالم اور عادل بادشاہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور انھیں بلند درجہ عطا فرمائے۔ شیخ ابو الخطاب ابن دحیہ نے ان کے لئے میلاد شریف کی ایک کتاب تصنیف کی اور اس کا نام "التنویر فی مولد البشیر والنذیر" رکھا تو انھوں نے شیخ کو ایک ہزار دینار پیش کیا۔ انھوں نے ایک طویل عرصے تک

(۱) سفح قاسیون دمشق کا ایک محلہ ہے۔ اور اسی مسجد کے جانب میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رو ح اللہ روحہ کا مزار ہے۔ (مترجم)

(۲) الحاوی للفتاوی، ۱: ۱۸۹-۱۹۷۔

حکمرانی کی اور سات سو تیس ہجری میں جب وہ عکا شہر میں فرنگیوں کے گرد حصار ڈالے ہوئے تھے ان کا انتقال ہو گیا وہ اچھی سیرت و خصلت کا حامل تھے"۔(۱)

سبط ابن جوزی نے مرآۃ الزمان میں ذکر کیا ہے کہ ان کے یہاں میلاد شریف میں بڑے بڑے علماء و صوفیاء شرکت کرتے تھے۔(۲)

ابن خلکان حافظ ابن دحیہ کے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ: "وہ اعیان علماء اور مشاہیر فضلاء میں سے تھے۔ مراکش سے چل کر شام و عراق پہنچے۔ ۶۰۷ھ میں اربل سے گزرے تو وہاں کے عظیم القدر بادشاہ مظفر الدین بن زین الدین کو پایا کہ وہ میلاد شریف کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے ان کے لئے کتاب "التنویر فی مولد البشیر والنذیر" تصنیف فرمایا، اور خود بادشاہ کو یہ کتاب پڑھ کر سنایا، تو بادشاہ نے انھیں ایک ہزار دینار پیش کیا"۔(۳)

حافظ سیوطی فرماتے ہیں کہ: "امام حافظ ابو الفضل احمد بن حجر نے میلاد شریف کے لئے ایک اصل اور دلیل کا استخراج سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے، اور میں نے اس کے لئے ایک دوسری دلیل کا استخراج کیا ہے......"۔

ان (مذکورہ بالا باتوں) سے ظاہر ہے کہ میلاد شریف منانا بدعت حسنہ ہے اور اس کے انکار کی کوئی (معقول) وجہ نہیں ہے۔ بلکہ میلاد شریف سنتِ حسنہ کہلائے جانے کا مستحق ہے، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں شامل ہے کہ: مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً

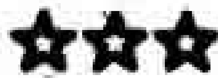
---

(۱) البدایۃ والنہایۃ ۳۰: ۱۳۶۔

(۲) الحاوی للفتاوی ۱: ۱۹۰۔

(۳) وفیات الاعیان ۳۰: ۴۴۹۔

حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا بَعْدَہٗ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْءٌ۔" (یعنی جس نے اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے اس کا اجر ملے گا اور اس کے بعد اس پر جو لوگ عمل کریں گے ان کا اجر بھی اسے ملے گا بغیر ان لوگوں کے اجر و ثواب میں کسی کی کے) اگرچہ یہ حدیث ایک خاص سلسلے میں وارد ہوئی ہے، اور وہ یہ ہے کہ فقر و فاقہ میں مبتلا ایک جماعت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، وہ لوگ پھٹے ہوئے اونی چادر یا اس جیسا لباس پہنے ہوئے تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے صدقہ جمع کرنے کا حکم دیا تو بہت سارا سامان جمع ہو گیا، جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ: "مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ"..... " الحدیث۔ لیکن اس حدیث کا حکم اس واقعے سے مخصوص نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے خصوص سبب کا نہیں ہوتا ہے، جیسا کہ اصولیین کے نزدیک طے شدہ ہے۔ اور جو اس کا انکار کرے وہ مجادل اور ہٹ دھرمی ہے۔



حضور ﷺ کے شرف وبزرگی کے بیان میں وارد بعض آیات قرآنیہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی بہت ساری آیتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل وشرف کا ذکر فرمایا ہے۔ان آیات میں سے بعض وہ ہیں جو آپ کے بلند اخلاق اور علو شان کے بیان پر مشتمل ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: "وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" ۔(القلم:۴) یعنی آپ اخلاق عظیم پر ہیں۔

اور بعض وہ آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے نسب کی بلندی اور مقام و منزلت کی عظمت کو ظاہر فرمایا ہے، جیسے آیت کریمہ: "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ" ۔(التوبۃ:۱۲۸) یعنی بیشک تمہارے پاس تم میں سے ہی ایک ایسا رسول آیا ہے جسے تمہارا نقصان میں پڑنا شاق گزرتا ہے۔ جو تمہاری فلاح کا شدید خواہش مند ہے اور ایمان والوں کے لئے شفیق ورحیم ہے۔

اور بعض ایسی آیتیں ہیں جو دوسرے انبیاء کرام پر نازل کتابوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی جو مدح وثنا کی ہے اس کی نشاندہی کرتی ہیں، جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان: "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ" ۔(الفتح:۲۹) یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے

رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ سب کافروں پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ تم انھیں ہمیشہ رکوع و سجدہ میں اللہ کے فضل و رضا کی طلب میں پاؤ گے۔ ان کے چہروں پر سجدوں کے آثار ظاہر ہیں تورات و انجیل میں ان کی مثال یوں دی گئی ہے گویا وہ ایسی کھیتی ہیں جس نے کونپل نکالی پھر اسے تقویت پہنچائی پھر وہ توانا ہوئی اور پھر اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی اپنے کاشتکاروں کو خوش کرتی ہے تا کہ کفار ان سے جلیں۔

انھیں آیتوں میں وہ آیت بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے جملہ نبیوں پر آپ کی فضیلت اور اسبقیت کو واضح کیا ہے۔ اور وہ آیت ہے: "وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ" ۔(آل عمران:۸۱) یعنی اور یاد کیجئے جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد و میثاق لیا کہ میں نے تمہیں کتاب و دانائی بخشی ہے پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس جو ہے اس کی تصدیق کرتا ہو، تو تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ فرمایا کہ کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس عہد کی بھاری ذمہ داری اٹھاتے ہو۔ انبیاء نے عرض کیا کہ ہم اقرار کرتے ہیں فرمایا کہ گواہ ہو جاؤ میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

ان میں بعض وہ آیتیں ہیں جو آپ کی تعظیم و توقیر اور جلالت شان کو ظاہر و باہر کرتی ہیں جیسے ارشاد خداوندی: "إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ" ۔(الحجرات:۴-۵) یعنی جو لوگ آپ کو حجرے کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے بیشتر نا سمجھ ہیں۔ اگر یہ لوگ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ خود باہر تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے زیادہ بہتر تھا اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ

مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ یونہی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ" ۔(الانفال:۲۴) یعنی اے ایمان والو اللہ ورسول کی پکار پر لبیک کہو کہ یہ تمہیں زندگی بخشنے والی ہے۔

اسی طرح قرآن کا یہ فرمان: "لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا" ۔(النور:۶۳) یعنی رسول کو ایسے نہ پکارو یا آپس میں انہیں ایسے نہ یاد کرو جیسے باہم ایک دوسرے کو پکارتے یا یاد کرتے ہو۔

بعض وہ آیتیں ہیں جو آپ کے پردہ فرمانے کے بعد بھی آپ کی عظمت وشان کے قائم ودائم رہنے کی صراحت کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ" ۔(الاحزاب:۶) یعنی نبی مومنین پر ان کی جانوں سے زیادہ حقدار ہیں اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ اور فرمایا: "وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا" ۔(الاحزاب:۵۳) یعنی اور نہ یہ کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو۔

اور انہیں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کی قسم یاد کی ہے۔ فرماتا ہے: "لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ" ۔(الحجر:۷۲) یعنی آپ کے جان کی قسم یہ سب اپنے نشے میں سرگرداں ہیں۔



آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف کا ذکر

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان، ابوالقاسم، اولاد آدم کے سردار، اللہ کا درود وسلام ہو آپ پر جب جب اہل ذکر آپ کا ذکر کریں، اور اہل غفلت آپ کی یاد سے غافل رہیں۔

آپ کے جد اعلیٰ عدنان اللہ کے نبی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے تھے جو در حقیقت ذبیح ہیں، اور اللہ کے نبی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ اللہ کا درود وسلام ہو ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے تمام انبیاء و مرسلین بھائیوں پر۔

یہ آپ کا نسب شریف ہے۔ آپ بنو ہاشم کے منتخب اور برگزیدہ ترین فرد ہیں۔ امام مسلم وغیرہ نے واثلہ بن الاسقع سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيلَ، وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ" (۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کو، کنانہ سے قریش کو، قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو چنا ہے۔

امام ترمذی نے اپنی سند سے انھیں سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

۱) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ؛ صحیح ابن حبان، دیکھئے: الاحسان، ۸: ۸۱۔

فرمایا: "اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی مِنْ وُّلْدِ اِبْرٰھِیْمَ اِسْمَاعِیْلَ وَاصْطَفٰی مِنْ وُّلْدِ اِسْمَاعِیْلَ کَنَانَۃَ وَاصْطَفٰی مِنْ کَنَانَۃَ قُرَیْشًا وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ" یعنی اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیم سے اسماعیل علیہ السلام کو، اولادِ اسماعیل سے کنانہ کو، کنانہ سے قریش کو، قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو منتخب کیا ہے۔(۱)

ابوعیسیٰ (امام ترمذی) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لبِ لباب اور انتخابوں میں انتخاب ہیں، جیسا کہ بے شمار احادیث و آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں۔



(۱) کتاب المناقب، باب فضل النبی ﷺ۔

شکمِ جنابِ آمنہ میں

حضور کے والد گرامی جناب عبداللہ نے بنو زہرہ کی عورتوں کی سردار بی بی آمنہ سے شادی کی جو وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب کی بیٹی تھیں۔ شادی کے بعد بی بی آمنہ کی شکم تمام امتوں اور مخلوقات کے سردار سے معمور ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آپ کو سارے عرب عجم کے لئے نعمت بنا کر اس وجود میں ظاہر کیا۔ آپ کا شکم مادر میں تشریف لانا پوری انسانیت کے لئے ایک نورانی سحر کا آغاز تھا۔

ابن سعد یزید بن عبداللہ بن وہب بن زمعہ کی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: ''ہم سُنتے تھے کہ جب اللہ کے رسول بی بی آمنہ کی شکم میں آئے تو وہ کہا کرتی تھیں کہ: میں نے محسوس ہی نہیں کیا کہ میں حاملہ ہوں اور نہ مجھے کوئی گرانباری تھی جو عام طور پر عورتوں کو ہوتی ہے.................................. میرے پاس ایک آنے والا آیا اور میں سونے جاگنے کے درمیان کی حالت میں تھی۔ اس نے کہا: کیا تمہیں احساس ہے کہ تم حمل سے ہو؟ گویا میں نے جواب دیا کہ: میں نہیں جانتی تو وہ بولا کہ: تمہاری شکم میں اس امت کے سردار اور اس کے نبی ہیں۔ یہ واقعہ دوشنبے کو رونما ہوا۔ بی بی آمنہ فرماتی ہیں کہ اس واقعہ نے مجھے حمل سے ہونے کا یقین دلایا۔ کچھ مدت کے بعد جب ولادت کا وقت قریب ہوا تو وہ آنے والا پھر میرے پاس آیا اور بولا: کہو کہ: " أعیذہ بالواحد الصمد من شر کل حاسد " میں اسے ہر حسد کرنے والے کے حسد سے خدائے واحد وصمد کی پناہ میں دیتی ہوں، تو میں یہ کہا کرتی تھی۔''(۱)

(۱) طبقات ابن سعد، ۱: ۹۸۔

ولادت پاک

امام احمد اور امام بیہقی نے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: "إِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ، وَسَأُخْبِرُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ: دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَبِشَارَةُ عِيسَىٰ بِي وَرُؤْيَا أُمِّيَ الَّتِي رَأَتْ، وَكَذٰلِكَ أُمَّهَاتُ النَّبِيِّينَ يَرَيْنَ" یعنی میں اللہ کا بندہ اور نبیوں کا خاتم ہوں جب کہ آدم اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔ میں تمہیں اس کی خبر دوں گا: میں اپنے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا ہوں، اور عیسیٰ (علیہ السلام) کی بشارت ہوں جو انہوں نے میرے بارے میں کی، اور اپنی ماں کے خواب کی تعبیر ہوں جو انہوں نے دیکھا تھا، اور یونہی انبیاء کی مائیں دیکھتی ہیں۔ (۱)

اور حضور کی والدہ نے آپ کی پیدائش کے وقت ایک نور دیکھا تھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔

حافظ بیہقی نے "إِنِّي عبد الله وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ" کے

(۱) مسند احمد، ۴: ۱۲۷، ۱۲۸؛ و دلائل النبوۃ ۱: ۸۰؛ والمستدرک للحاکم ۲: ۶۰۰۔ امام حاکم نے اسے صحیح الاسناد مانا ہے، اور امام ذہبی نے بھی اسے قبول کیا ہے، ابن حجر نے اسے احمد، طبرانی اور بزار کے حوالے سے ذکر کیا ہے، اور کہا ہے کہ امام احمد کے ایک سند کے راوی صحیح کے راوی ہیں، سوائے سعید بن سوید کے، اور انھیں بھی ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے، دیکھیے: مجمع الزوائد، ۸: ۲۲۳۔

بعد تحریر کرتے ہیں کہ: "حضور کی مراد یہ ہے کہ وہ قضائے الٰہی اور تقدیر خداوندی میں ایسے تھے قبل ازیں کہ پہلے نبی اور ابوالبشر (آدم علیہ السلام) کا وجود ہو"

امام احمد، بیہقی اور طیالسی نے اپنی اپنی سندوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوامامہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے شروع کا معاملہ کیا تھا؟ فرمایا: "دَعْوَۃُ أَبِیْ إِبْرَاهِیْمَ، وَبُشْرٰی عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ، وَرَأَتْ أُمِّیْ أَنَّهُ یَخْرُجُ مِنْهَا نُوْرٌ أَضَاءَتْ مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ" (۱) یعنی میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا، عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی بشارت اور میری ماں نے دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "رَأَتْ أُمِّیْ حِیْنَ وَضَعَتْنِیْ سَطَعَ مِنْهَا نُوْرٌ أَضَاءَتْ لَهُ قُصُوْرُ بُصْرٰی" (۲) یعنی میری ماں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک چمک دار نور نکلا جس سے بُصری (۳) کے محلات روشن ہو گئے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو اس حال میں کہ آپ زمین پر گھٹنوں کے بل تھے اور سر مبارک آسمان کی طرف اٹھا تھا اور آپ کے ساتھ ہی ایک نور نکلا

---

(۱) مسند احمد ۵: ۲۶۲؛ وامام بیہقی دلائل النبوۃ ۱: ۸۴؛ وابوداؤد طیالسی ما مسند حدیث نمبر: ۱۱۴۰؛ و ابن حجر ہیثمی مجمع الزوائد ۸: ۲۲۳۔

(۲) طبقات ابن سعد ۱: ۱۰۲۔

(۳) بُصری: دمشق کے قریب شام کی ایک آبادی ہے دیکھئے: معجم البلدان ۱: ۴۴۱۔

جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے حتیٰ کہ آپ کی والدہ کو بصری کے اونٹوں کی گردنیں تک نظر آ گئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود کو "اپنے باپ ابراہیم کی دعا" کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی تو اپنے رب سے دعا کرتے ہوئے عرض کیا تھا: "رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ"۔ (البقرۃ:۱۲۶) یعنی اے رب اسے امن والا شہر بنا دے اور اس کے رہنے والوں میں جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے اسے پھلوں سے رزق عطا فرما۔ پھر فرمایا: "رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ"۔ (البقرۃ:۱۲۹) یعنی اے ہمارے رب اور بھیج ان میں انھیں میں سے ایک رسول جو ان پر تیری آیتوں کی تلاوت کرے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انھیں پاکیزہ کرے بیشک تو غالب و حکمت والا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان کی اس دعا کو قبول فرمایا اور انھیں مبعوث فرمایا جیسا کہ حضرت ابراہیم نے سوال کیا تھا۔

"عیسیٰ ابن مریم کی بشارت" سے مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وہ بشارت ہے جو انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنی قوم کو دی تھی جس کی حکایت قرآن حکیم یوں فرماتا ہے:

"وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ"۔ (الصف:۶) یعنی جب حضرت عیسیٰ نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری جانب اللہ کا پیغمبر ہوں اپنی پیش رو تورات کی تصدیق کرنے والا اور اپنے بعد ایک رسول کے آنے کی بشارت دینے والا جن کا نام احمد ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضور کی ولادت کی رات ایک بہت شرف وعظمت اور برکت والی رات ہے۔ جس کے انوار ظاہر ہیں اور جس کی شان بہت بلند ہے۔ اس رات کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وجود کے ساتھ موجود فرمایا۔ چنانچہ بی بی آمنہ نے آپ کو اسی شرف والی رات میں پاکیزگی کے ساتھ پیدا کیا تو آپ سے وہ فضیلتیں، بھلائیاں اور برکتیں ظاہر ہوئیں جس نے ہر عقل ونظر کو خیرہ کر دیا۔ حدیث وتاریخ جس کے گواہ ہیں۔



حضور ﷺ کی پیدائش کے وقت ظاہر ہونے والی بعض نشانیاں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش پر بہت نشانیاں ظاہر ہوئیں۔ بیہقی اور ابن عساکر وغیرہ نے ہانی مخزومی سے اپنی اپنی سندوں کے ذریعے روایت کیا ہے کہ: "جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ایوان کسریٰ متزلزل ہوگیا، اور اس کے چودہ کنگرے ٹوٹ کر گر گئے۔ فارس کی آگ بجھ گئی جو قبل ازیں ایک ہزار سال میں کبھی نہیں بجھی تھی۔ اور ساوہ (۱) شہر کی جھیل خشک ہوگئی....."۔(۲)

چودہ کنگرے گرنے سے اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ شاہان فارس میں سے صرف چودہ بادشاہ باقی رہ گئے تھے اور ان کا آخری فرد حضرت عثمان کی خلافت کے وقت میں تھا۔

فارس کی آگ وہ آگ تھی جسے اہل فارس پوجتے تھے، اور رات دن اسے جلائے رکھتے تھے اور ساوہ کی جھیل اتنی بڑی تھی کہ اس میں کشتیاں چلتی تھیں۔ حضور کی پیدائش پر فارس کی آگ بجھ گئی اور ساوہ کی جھیل کا پانی خشک ہوگیا۔

ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہونے والی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی تھی کہ شیطانوں کو آسمان سے شہابوں کے ذریعے مارا گیا جیسا کہ بعض علماء نے لکھا ہے۔ البتہ

---

(۱) ساوہ: قدیم ایران کا ایک شہر تھا۔ دیکھئے: معجم البلدان، ۳: ۲۲۔

(۲) اس روایت کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، دیکھئے: ۱: ۱۲۶-۱۲۹؛ و تاریخ طبری، ۲: ۱۳۱، ۱۳۲؛ و حافظ عراقی، المورد الھنی (مخطوط)، ۱۱۔

مشہور اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ شیاطین کو شہابوں کے ذریعے مارنے کا آغاز حضور کی بعثت سے شروع ہوا۔

انھیں نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ ابلیس کو آسمان کی خبروں سے محجوب ومحروم کردیا گیا تو اس نے ایک بہت بھیانک چیخ ماری۔ اس نے ملعون ہونے کے وقت، جنت سے نکالے جانے کے وقت، حضور کی پیدائش کے وقت اور سورۂ فاتحہ کے نزول پر یہ چیخ ماری تھی۔ اور اسے حافظ عراقی نے المورد الہنی میں بقی بن مخلد سے روایت کیا ہے۔

انھیں نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ ہاتف غیبی کو حق کے ظہور کی بشارت دیتے سنا گیا اور بتوں کے اندر سے بھی یہ آواز سنی گئی۔



زمان ومکان ولادت کا ذکر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے سال میں اختلاف ہے۔ اکثریت کی رائے ہے کہ عام فیل میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ: واقعہ فیل کے ایک ماہ بعد آپ کی پیدائش ہوئی۔

بیہقی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اس سال میں ہوئی جس میں ابرہہ نے ہاتھیوں کے ساتھ خانہ کعبہ پر لشکر کشی کی تھی''۔ (۱)

آپ کی ولادت کا مہینہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ تاریخ کے بارے میں زیادہ قابل اعتماد قول یہ ہے کہ بارہویں تاریخ تھی۔

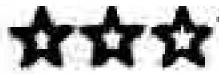
البتہ پیدائش کے دن میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں کہ وہ دوشنبہ کا دن تھا۔ امام مسلم نے ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوشنبہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيْهِ وَأُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهِ" یعنی دوشنبہ وہ دن ہے جس دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔ (۲)

---

(۱) دلائل النبوۃ، ۱:۷۵۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب الصیام من کل شہر وصوم عاشوراء والاثنین والخمیس؛ ومسند امام احمد، ۵:۲۹۷-۲۹۹؛ سنن بیہقی، ۴:۲۹۳۔

مکان پیدائش مکہ مکرمہ ہے اور اکثریت کے مطابق مکہ کے محلہ سوق اللیل میں آپ کی ولادت ہوئی۔ حافظ عراقی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ ہارون رشید کی والدہ نے آپ کی جائے پیدائش پر ایک مسجد تعمیر کرائی تھی۔ ارزقی کہتے ہیں کہ: "یہی آپ کی جائے پیدائش ہے اور اس میں اہل مکہ کا کوئی اختلاف نہیں ہے" اور اب یہ جگہ "محلۃ المولد" (محلۂ میلاد) کے نام سے جانی جاتی ہے۔



اسمائے مبارک اور کنیت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ..." (سورہ الفتح:۲۹)۔یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔اور حضرت عیسیٰ کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:"وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ" (سورۃ الصف:٦)۔یعنی اور میں بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور جس کا نام احمد ہوگا۔

بخاری، مسلم اور ترمذی وغیرہ نے حضرت جبیر بن مطعم سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:"إِنَّ لِيْ أَسْمَاءً: أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِيْ يَمْحُوا اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمَيَّ وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهٗ أحد" یعنی میرے کچھ نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں میرے ذریعے اللہ کفر کو مٹائے گا، میں حاشر ہوں میرے زیر قدم اللہ لوگوں کو جمع فرمائے گا، اور میں عاقب ہوں کہ جس کے بعد کوئی اور نہیں ہے۔(۱)

امام مسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے ناموں سے مطلع کرتے ہوئے فرمایا:" اَنَا مُحَمَّدٌ

(۱) صحیح البخاری، کتاب المناقب، و کتاب التفسیر؛ و صحیح مسلم، کتاب الفضائل؛ و سنن ترمذی، کتاب الادب؛ و موطا امام مالک، باب اسماء النبی؛ و مسند احمد ۴: ۸۰-۸۴؛ و بیہقی، دلائل النبوۃ ۱: ۲۵۲، ۲۵۳؛ و مسند دارمی، کتاب الرقاق، باب فی اسماء النبی ﷺ۔

وَأَحْمَدُ وَالْمُقَفِّيْ وَالْحَاشِرُ وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ وَنَبِيُّ الرَّحْمَةِ" (۱) میں محمد، احمد، مقفی (بعد میں آنے والا) حاشر (جمع کرنے والا) نبی توبہ اور نبی رحمت ہوں۔

امام احمد جبیر بن مطعم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ: "میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں حاشر، ماحی (مٹانے والا) خاتم اور عاقب (سب سے بعد والا) ہوں" (۲)

امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ" (۳) یعنی بیشک میں اللہ کی عطا کردہ رحمت ہوں، اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ: "اے لوگو بیشک میں اللہ کی عطا کردہ رحمت ہوں"

بیہقی اور طیالسی نے حضرت جبیر بن مطعم سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ: "أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ وَالْحَاشِرُ وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ وَنَبِيُّ الْمَلْحَمَةِ"۔ (۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت کے بارے میں بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: آپ نے فرمایا: "تَسَمَّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي" (۵) یعنی

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی أسماء النبی ﷺ

(۲) مسند احمد ۴: ۸۱۔

(۳) دلائل النبوۃ ۱: ۱۵۷، ۱۵۸۔

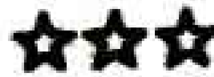
(۴) دلائل النبوۃ ۱: ۱۵۶-۱۵۷؛ ومسند طیالسی، ۱۲۷۔

(۵) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب کنیۃ النبی ﷺ، وکتاب الأدب، باب قول النبی ﷺ: تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی؛ وصحیح مسلم، کتاب الأدب؛ وسنن ابن ماجہ: کتاب الأدب؛ ودلائل النبوۃ ۱: ۱۶۲۔

میرے نام پر اپنے نام رکھو لیکن میری کنیت اختیار نہ کرو۔

بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَا تَجْمَعُوْا بَیْنَ اسْمِیْ وَکُنْیَتِیْ اَنَا اَبُو الْقَاسِمِ، اَللّٰہُ یَرْزُقُ وَاَنَا اَقْسِمُ"۔ (۱) یعنی میرے نام و کنیت کو جمع نہ کرو، میں ابو القاسم ہوں، اللہ رزق دینے والا اور میں بانٹنے والا ہوں۔

امام حاکم نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ جب ابراہیم بن ماریہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے) کی ولادت ہوئی حضور کے پاس جبرئیل آئے اور ان سے کہا: "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا اِبْرَاہِیْمَ" (۲) اور حاکم کی اس روایت میں ایک راوی ابن لہیعہ ہے جو کہ ضعیف ہے۔



(۱) دلائل النبوۃ ۱:۱۶۳۔

(۲) امام حاکم ، مستدرک ۲:۶۰۴۔

رضاعت وشق صدر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد جناب عبداللہ کا جب انتقال ہوا اس وقت آپ کی عمر شریف دو ماہ کی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس وقت آپ شکم مادر میں تھے۔ کچھ اور بھی اقوال ہیں۔ حضرت حلیمہ نے آپ کو دودھ پلایا۔ آپ کی رضاعت کا واقعہ خود حضرت حلیمہ کی زبانی مندرجہ ذیل ہے۔

"میں بنو سعد کی عورتوں کے ساتھ دودھ پیتے بچوں کی تلاش میں مکہ آئی۔ میں اپنی چتکبری گدھی پر سوار ہو کر آئی تھی۔ اور وہ سال سخت قحط اور ایسے سوکھے کا سال تھا کہ کچھ بھی نہیں بچا تھا۔ میرے ساتھ میرے شوہر بھی تھے اور ایک عمر رسیدہ اونٹنی تھی۔ میرے پاس ایک چھوٹا بچہ تھا جس کے رونے کے سبب ہم رات میں سو نہیں پاتے تھے، اور نہ میرے پستانوں میں اس کی ضرورت بھر کا دودھ رہتا تھا۔ مکہ میں ہم میں سے ہر ایک عورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کی پیشکش کی گئی، لیکن کوئی انھیں لینے کے لئے تیار نہ ہوئی کیونکہ ہم ایسے بچوں کو لینا چاہتے تھے جس کے والد حیثیت والے ہوں، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یتیم تھے۔ ہم آپس میں یہ کہتے تھے کہ ایک یتیم کی ماں بھلا ہمارے ساتھ کیا کر سکے گی۔ میرے سوا تمام عورتوں کو دودھ پلانے کے لئے بچے مل گئے تو مجھے یہ بات ناگوار لگی کہ میں بغیر بچے کے واپس جاؤں جب کہ میری تمام ساتھی عورتوں کو بچے مل گئے تھے، تو میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ آؤ واپس چلیں اور اسی یتیم بچے کو لے لیں۔ تو میں نے واپس آ کر انھیں لے لیا، اور اپنی سواری کے پاس پہنچی۔

میرے شوہر نے پوچھا تم نے اسے لے لیا؟ میں نے کہا ہاں کیونکہ مجھے اس کے سوا کوئی اور نہیں ملا تو شوہر نے کہا: تم نے ٹھیک کیا شاید اللہ نے اس بچے میں (ہمارے لئے) بھلائی رکھی ہو۔ میں بولی کہ خدا کی قسم جیسے ہی میں نے اس بچے کو گود میں لیا میرے سینے میں دودھ بھر گیا تو اس بچے نے سیراب ہو کر پیا پھر اس کے بھائی۔ حضرت حلیمہ کے بیٹے۔ نے پیا اور وہ بھی سیراب ہو گیا۔ رات کو میرے شوہر نے اونٹنی کے تھنوں کو دودھ سے بھرا ہوا پایا، تو ہم نے اس کا دودھ دوہا اور میں نے اور میرے شوہر نے خوب سیراب ہو کر پیا اور ہم نے وہ رات بھرے پیٹ گزاری اور بچے بھی سوئے۔ (اگلے دن) میرے شوہر نے کہا بخدا اے حلیمہ تم بابرکت ہو گئی ہو ہمارے بچے بھی ٹھیک سے سوئے ہیں۔

حلیمہ فرماتی ہیں: پھر ہم لوگ روانہ ہوئے اور ہماری گدھی قافلے سے آگے نکل گئی لوگ کہنے لگے یہ بھی کیا ہے؟ ہمارے ساتھ چلو نا۔ کیا یہ وہی گدھی ہے جس پر سوار ہو کر تم آئی تھیں؟ میں کہتی بیشک۔ اور میری سواری بنو سعد کی آبادی پہنچنے تک قافلے سے آگے ہی چلتی رہی۔ ہم اپنی منزل پہنچے جو (خشک سالی کے سبب) ایک بے آب وگیاہ علاقہ تھا، جہاں صبح سے شام تک لوگ اپنی بکریاں چراتے اور میرا چرواہا میری بکریوں کو چراتا شام کو میری بکریاں بھرے پیٹ اور بھرے ہوئے تھنوں کے ساتھ واپس آتیں جب کہ دوسروں کی بکریاں بھوکی آتیں، اور ان میں دودھ کا نام ونشان نہ ہوتا۔ تو ہم جس قدر چاہتے دودھ پیتے جب کہ آبادی میں کسی کو ایک قطرہ دودھ نہ ملتا۔ لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے: برا ہو تمہارا کیا تم لوگ وہاں اپنی بکریاں نہیں چراتے جہاں حلیمہ کا چرواہا چراتا ہے؟ تو وہ اسی وادی میں چرانے لگے جہاں ہماری بکریاں چرتی تھیں لیکن اس کے بعد بھی ان کے جانور بھوکے اور بغیر دودھ کے لوٹتے جب کہ ہمارے جانور دودھ سے بھرے ہوئے ہوتے تھے۔

(حلیمہ فرماتی ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے بڑھنے لگے وہ ایک دن میں اتنا بڑھتے جتنا کوئی بچہ ایک مہینے میں بڑھتا، اور ایک مہینے میں جتنا کوئی بچہ ایک سال میں بڑھتا، آپ نے ایک سال پورا کرلیا اور کافی صحت مند ہو گئے پھر ہم انھیں لے کر ان کی ماں کے پاس آئے اور ان سے میں نے یا میرے شوہر نے کہا کہ: اس بچے کو ہمیں (کچھ اور دن کے لئے) واپس دے دیجئے کیونکہ ہمیں خوف ہے کہ کہیں مکہ کی بیماریاں اسے نقصان نہ پہنچا ئیں۔ جب کہ ہم اس بچے کی برکتوں کے سبب اسے واپس لے جانا چاہتے تھے۔ بہر کیف ہم اصرار کرتے رہے حتی کہ ان کی ماں نے ہمیں بچے کو لے جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ ہم انھیں لے کر لوٹ آئے۔ واپسی کے دو ماہ بعد ایک دن وہ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ گھر کے پچھواڑے ہمارے جانوروں کو چرا رہے تھے کہ میرا بیٹا دوڑتا ہوا آیا اور مجھ سے اور اپنے باپ سے کہا کہ: میرے قریشی بھائی کی خبر لیجئے ان کے پاس دو لوگ آئے ہیں جنھوں نے ان کو لٹا کر ان کا پیٹ پھاڑ دیا ہے۔ تو ہم دونوں تیزی سے وہاں پہنچے۔ آپ کھڑے تھے اور آپ کا رنگ متغیر تھا ہم دونوں نے آپ کو گلے لگایا اور پوچھا، کیا ہوا میرے بچے؟ فرمایا: میرے پاس دو شخص آئے جو سفید لباس پہنے ہوئے تھے دونوں نے مجھے لٹا کر میرے پیٹ کو شق کر دیا اس کے بعد پتہ نہیں کچھ چاہتیں کہ انھوں نے کیا کیا۔ اس کے بعد ہم انھیں لے کر واپس آئے، میرے شوہر کہنے لگے: حلیمہ مجھے لگتا ہے کہ یہ بچہ کسی شے کا شکار ہو گیا ہے، اور اس سے پہلے کہ کوئی خوفناک بات ظاہر ہو چلو اس کو اس کے گھر والوں کو واپس دے آئیں، تو ہم انھیں لے کر ان کی ماں کے پاس آئے تو وہ بولیں کہ تم لوگ تو انھیں اپنے پاس رکھنے کے بڑے خواہش مند تھے تو اب واپس کیوں کر رہے ہو؟ میں نے کہا: نہیں بیٹھا کوئی ایسی بات نہیں ہے ہم نے ان کی کفالت کی اور جو ہمارا فرض بنتا تھا اسے پورا کیا، پھر ہمیں اس بات کا خوف ہوا کہ انھیں مبادا کوئی حادثہ نہ پیش آجائے لہٰذا ہم نے سوچا کہ یہ

اپنے گھر ہی میں رہیں تو بہتر ہے۔ آپ کی ماں نے فرمایا: یہ بات تو ہرگز نہیں ہے، کیا بات ہوئی ہے مجھے اپنے اور اس بچے کے بارے میں سب کچھ بتاؤ، چنانچہ ہم نے ان کے اصرار پر پورا واقعہ انھیں سنا دیا۔ آپ کی ماں نے فرمایا کہ (اس بات سے) تم لوگ ان کے بارے میں خوف زدہ ہو گئے۔ تمھیں خوفزدہ ہونے کی ہرگز ضرورت نہیں تھی، خدا کی قسم میرا یہ بیٹا بڑی شان والا ہے۔ میں تمھیں اس کے بارے میں بتاتی ہوں۔ جب یہ میرے شکم میں تھے تو کوئی دوسرا حمل نہ اس سے زیادہ خفیف تھا نہ اس سے زیادہ برکت والا۔ میں نے شہاب کے مانند ایک نور دیکھا جو ولادت کے وقت میرے اندر سے نکلا جس سے بُصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو گئیں اور یہ عام بچوں کی طرح پیدا نہیں ہوئے بلکہ جب یہ پیدا ہوئے تو ان کے ہاتھ زمین پر تھے اور یہ اپنے سر کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔ تم دونوں انھیں چھوڑ دو اور جاؤ اپنا کام دیکھو"

ابن حبان مذکورہ بالا واقعے کو لفظ بلفظ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: "وہب بن جریر بن حازم اپنے والد سے، وہ محمد بن اسحٰق سے اور وہ جہم بن ابی جہم سے اسی کے مثل بیان کرتے ہیں۔ مجھ سے حدیث بیان کی ہے عبداللہ بن محمد نے ان سے اسحاق بن ابراہیم نے اور ان سے وہب بن جریر نے"(۱)

حافظ عراقی ابن حبان کے حوالے سے اس قصے کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: "...... اسی طرح زیاد بن عبداللہ البکائی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے، انھوں نے تحدیث کی صراحت کی ہے لیکن اس کے اتصال میں شک کیا ہے۔ اسی طرح مجھ سے محمد بن علی بن عبدالعزیز قطروانی نے سند عالی کے ساتھ حدیث بیان کی ہے، انھوں نے محمد بن ربیعہ سے، انھوں نے

---

(۱) دیکھیے: الاحسان بترتیب ابن حبان، ۸: ۸۲۔۸۴۔

عبدالقوی بن عبدالعزیز حباب سے، انھوں نے عبداللہ بن رفاعہ سے، انھوں نے علی بن حسن خلعی سے، انھوں نے عبدالرحمان بن عمر بن نحاس سے، انھوں نے عبداللہ بن جعفر بن ورد سے، انھوں نے عبدالرحیم برقی سے، انھوں نے عبدالملک بن ہشام سے اور انھوں نے عبداللہ بن بکائی سے حدیث روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ان سے محمد بن اسحاق نے حدیث بیان کی ہے اور ان سے جہم بن ابوجہم جو حارث بن حاطب جمحی کے غلام تھے انھوں نے حدیث بیان کی ہے، اور جہم نے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے یا پھر جس سے سنا ہے ان سے روایت کی ہے، راوی فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضائی ماں حلیمہ بنت ابی ذؤیب السعدیہ بیان کرتی ہیں کہ: "میں اپنے شوہر ایک چھوٹے شیر خوار بچے کے ساتھ اپنے گاؤں سے چلی....." بعدازیں بعض لفظی اختلاف کے ساتھ یہی قصہ بیان کیا اور اتنا اضافہ ہے کہ: "وہ اللہ کی طرف سے کثرت و خیر پاتے رہے تا آنکہ ان کا دو سال گزر گیا۔ آپ اتنی تیزی سے بڑھ رہے تھے جتنا عام بچے نہیں بڑھتے اور آپ دو ہی سال میں خاصے بڑے اور قوی ہو گئے....."

راوی کا قول "دو سال" ہی صحیح ہے اور ابن حبان نے جو "ایک سال" کا قول کیا ہے وہ کسی راوی کی غلطی ہے"۔ (۱) حافظ عراقی کا کلام انھیں کے الفاظ میں ختم ہوا۔ (۲)

امام مسلم وغیرہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ ان کے پاس جبریل آئے اور انھیں لٹا دیا پھر آپ کے سینے کو شق کر کے اس میں سے آپ کے قلب مبارک کو نکالا اور اس سے خون کے ایک چھوٹے لوتھڑے کو الگ کیا اور کہا کہ: یہ تمہارے اندر شیطان کا نصیب تھا پھر آپ

(۱) المورد الہنی (مخطوط)، ۱۳۰-۱۵۔
(۲) امام بیہقی کی روایت میں بھی دو سال کا ہی ذکر ہے۔ دیکھیے: دلائل النبوۃ، ۱: ۱۳۵۔

کے قلب کو سونے کی ایک تھالی میں زمزم کے پانی سے دھویا، اسے درست کیا اور اس کی جگہ پر واپس رکھ دیا۔ دوسرے بچے بھاگتے ہوئے ان کی ماں یعنی دائی کے پاس آئے اور بولے: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا گیا۔ لوگ دوڑ کر آئے تو آپ کے رنگ کو متغیر پایا"(۱)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں حضور کے سینہ مبارک پر اس سلائی کے اثر دیکھا کرتا تھا۔

حافظ بیہقی مسلم کے حوالے سے اسے نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ: "یہ حدیث اصحاب سیرت ومغازی کے یہاں مشہور قصے کی موافقت کرتی ہے"۔

امام مسلم نے حضرت انس سے ہی روایت کیا ہے، کہتے ہیں کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے گھر میں تھا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور مجھے زمزم کے پاس لے گیا پھر میرا سینہ کھولا گیا اور اسے زمزم کے پانی سے دھلا گیا پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان وحکمت سے بھرا ہوا تھا جسے میرے سینے میں بھر دیا گیا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس کا اثر بھی دکھا رہے تھے۔ پھر فرشتہ مجھے لے کر آسمان دنیا تک چڑھا اور اسے کھلوایا....." بعد ازیں حدیث معراج کا ذکر ہے۔(۲)

حافظ بیہقی اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں کہ: "ہوسکتا ہے کہ شق صدر دو بار واقع ہوا ہو: پہلی بار جب آپ اپنی دائی حلیمہ کے پاس تھے اور دوبارہ بعثت کے بعد شب معراج مکہ مکرمہ

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء، مسند احمد ۳:۱۲۱، ۱۴۹، ۲۸۸؛ وبیہقی، دلائل النبوۃ ۱:۱۴۷
ابن حبان، الاحسان ۸:۸۲۔
(۲) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء۔

میں"۔(۱)

اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو ابن حبان نے ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

"پہلی بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک اس وقت شق کیا گیا جب آپ چھوٹے تھے اور بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اور آپ کے اندر سے لوتھڑے کو نکالا گیا تھا۔ اور جب اللہ تعالی نے آپ کو (ملکوت سماوات وارض کی) سیر کرانے کا ارادہ فرمایا تو جبریل کو دوبارہ شق صدر کا حکم دیا۔ انھوں نے آپ کے قلب مبارک کو نکالا اسے دھلا اور دوبارہ اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ یہ واقعہ دو بار اور دو مختلف مکانوں میں پیش آیا اور ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے"۔(۲)

☆☆☆

۱) دلائل النبوۃ: ۱: ۱۴۸، ۱۴۹۔

۲) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، ۸: ۸۲۔

رسول اللہ ﷺ کے بعض اخلاق وشمائل اور آپ کی صورت وسیرت

امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: "کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْھًا، وَأَحْسَنَھُمْ خُلُقًا، لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ الذَّاھِبِ، وَلَا بِالْقَصِیْرِ" ۔(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت چہرے والے تھے، اور سب سے زیادہ اچھے اخلاق وعادات والے تھے۔ نہ بہت زیادہ لمبے تھے اور نہ کم قد کے۔

امام بیہقی اور امام طبرانی ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا: میں نے رُبیِّع بنت مُعَوِّذ سے کہا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کیجیے؟ بولیں: اگر تم نے انھیں دیکھا ہوتا تو کہتے: "اَلشَّمْسُ طَالِعَةٌ" (۲) سورج طلوع ہو گیا ہے۔

امام ترمذی اور امام احمد حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں: وہ فرماتے ہیں کہ:

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ؛ وصحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب صفۃ النبی ﷺ وأنہ کان أحسن الناس وجہا؛ والبیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۱۹۳۔

(۲) بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۲۰۰؛ اسی حوالے سے ابن حجر ہیثمی نے اسے ذکر کیا ہے، دیکھیے: مجمع الزوائد، ۸: ۲۸۳؛ امام طبرانی نے اسے کبیر اور اوسط میں ذکر کیا ہے، اور فرمایا ہے: "اس کے راوی ثقہ ہیں" دیکھیے: المعجم الکبیر، ۲۴: ۲۷۴۔

"مَارَأَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنَ النَّبِیِّ ﷺ کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْہِہٖ، وَ مَارَأَیْتُ اَحَدًا اَسْرَعَ فِیْ مَشْیِہٖ مِنْہُ کان الْاَرْضُ تُطْوٰی لَہٗ، اِنَّا لَنُجْھِدُ وَاِنَّہٗ غیر مُکْتَرِثٍ"(۱)

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی، گویا آپ کے چہرۂ مبارک میں سورج گردش کر رہا ہو، اور میں نے کسی کو بھی چلنے میں آپ سے زیادہ تیز رفتار نہیں دیکھا گویا بساطِ زمین آپ کے لئے لپیٹ دی گئی ہو ہم (آپ کا ساتھ دینے کے لئے) انتہائی کوشش کرتے تھے جب کہ آپ آرام سے چل رہے ہوتے تھے۔

امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی وغیرہ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک آپ کے دونوں کندھوں کو چھوتے تھے"(۲) اور بخاری و مسلم میں انھیں سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک نصف کانوں تک تھے"۔(۳)

امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"مَا شَمِمْتُ شَیْئًا قَطُّ مِسْکًا وَّ لَا عَنْبَرًا اَطْیَبَ مِنْ رِیْحِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ، وَلَا مَسِسْتُ قَطُّ حَرِیْرًا وَ لَا دِیْبَاجًا اَلْیَنَ مَسًّا مِنْ کَفِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ"(۴) میں نے کسی ایسی چیز

(۱) سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ؛ و مسند احمد، ۲: ۳۵۰، ۳۸۰۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب الجعد؛ و صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب صفۃ شعر النبی ﷺ؛ و صحیح نسائی، کتاب الزینۃ؛ و مسند احمد، ۵: ۱۲۵؛ و بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۲۲۱۔

(۳) بخاری و مسلم، تخریج سابق۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب رائحۃ النبی ﷺ و لین مسہ والتبرک بمسہ؛ و بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۲۵۵۔

کونہیں سونگھا ہے، مشک ہو یا عنبر جو حضور (کے بدن) کی خوشبو سے زیادہ اچھی ہو، اور میں نے حضور کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم کسی چیز کو نہیں چھوا ہے، ریشم ہو یا دیباج۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم متوسط القامت تھے، آپ کے پشت مبارک کا اوپری حصہ چوڑا تھا، آپ سارے لوگوں میں عظیم اور خوبصورت تھے۔ آپ کی زلف مبارک آپ کے کانوں تک پہنچتی تھی آپ کے جسم پر سرخ لباس تھا میں نے ان سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا"۔(۱)

امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت طویل تھے نہ قصیر، نہ اتنے سفید تھے کہ نا پسندیدہ ہو نہ زیادہ گیہواں رنگ والے تھے، نہ بہت گھنگھرالے بالوں والے تھے نہ بالکل سیدھے بالوں والے، اللہ تعالیٰ نے چالیسویں سال کے آغاز میں آپ کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے دس سال مکہ میں قیام کیا اور ساٹھویں سال کے شروع میں آپ کا وصال ہوا اور اس وقت آپ کے سر اور داڑھی میں بیس سفید بال نہیں تھے"۔(۲)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اکثر مسجد نبوی میں آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کا شعر گنگنایا کرتے تھے جس میں آپ کے گورے رنگ کا ذکر ہے۔

وأبيض يستسقى الغمام بوجهه ☆ ثمال اليتامى عصمة للأرامل

(۱) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ؛ وصحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب صفۃ النبی ﷺ وأنہ کان أحسن الناس وجہا؛ وبیہقی، دلائل النبوۃ ۱: ۲۴۰۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب صفۃ النبی ﷺ ومبعثہ وسنہ؛ وبیہقی، دلائل النبوۃ ۱: ۲۰۳۔

(وہ ایسے گورے رنگ والے ہیں کہ جن کے چہرے کے وسیلے سے بادلوں سے پانی طلب کیا جاتا ہے، وہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کے محافظ ہیں۔)

اور جو بھی سنتا اس سے فرماتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی تھے۔(۱)

امام بزار سند حسن کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: وہ فرماتی ہیں کہ: میں نے اس شعر کو اپنے والد کے بارے میں پڑھا

وأبیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للأرامل

تو میرے والد نے فرمایا کہ: وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔(۲)

آپ کے اخلاق کی عظمت پر قرآن کی یہ آیت کریمہ شاہد عدل ہے "اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ"۔(القلم:۴) یعنی آپ خلق عظیم پر ہیں۔ حضرت عائشہ سے جب آپ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "فإن خلق رسول ﷺ کان القرآن" بیشک رسول اللہ کا اخلاق قرآن تھا، اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔(۳)

حضرت عبداللہ بن زبیر نے اللہ تعالی کے اس فرمان "خُذِ الْعَفْوَ"۔(الاعراف:۱۹۹) یعنی معاف کیا کیجئے۔ کے بارے میں کہا کہ: اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ وہ انسانی اخلاق میں سے عفو و درگزری کو اختیار کریں۔ اس حدیث کو امام بخاری نے

---

(۱) بیہقی، دلائل النبوۃ ۱:۲۹۹۔

(۲) کشف الأستار عن زوائد البزار ۳:۱۳۳؛ ومجمع الزوائد ۸:۲۷۵، اور امام ہیثمی نے فرمایا: اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل۔

اپنی صحیح میں تخریج کیا ہے۔ اور دوسروں نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ (۱)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ: "مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ، وَ مَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِنَفْسِهِ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى" اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو معاملوں میں ایک کو انتخاب کرنے کا اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان کو منتخب کیا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو اور اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ اس سے سب سے زیادہ دور رہتے۔ اور آپ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لئے بدلہ نہیں لیا البتہ اگر اللہ تعالی کے قوانین کی خلاف ورزی ہو۔ اور قطان نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ "تو آپ اللہ کے لئے بدلہ لیتے تھے" اس حدیث کی روایت امام بخاری، امام مسلم اور امام بیہقی وغیرہ نے کی ہے۔ (۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا، وَلَا سَخَّابًا فِي الْأَسْوَاقِ، وَلَا يَجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَ يَصْفَحُ، أَوْ قَالَتْ: يَعْفُوْ وَ يَغْفِرُ" حضور بدگو اور فحش کلام نہیں تھے نہ ہی بازاروں میں زور سے بولتے تھے، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے، لیکن معاف و درگزر کرتے تھے یا فرمایا کہ معاف کرتے تھے اور بخش دیتے تھے۔ ابو

(۱) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۂ اعراف کی تفسیر کا آخری حصہ؛ وسنن أبي داود، کتاب الأدب، باب في التجاوز في الأمر؛ وبیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۳۶۰۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، وکتاب الأدب، باب قول النبی ﷺ: "یسروا ولا تعسروا"، وکتاب الحدود، باب إقامۃ الحدود والانتقام لحرمات اللہ؛ وصحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب مباعدتہ ﷺ للآثام؛ وبیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۳۱۱؛ وامام مالک، موطا، کتاب حسن الخلق۔

داؤد کو شک ہوا ہے۔(۱)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ: "کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ أَشَدَّ حَيَاءً مِّنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا، وَ كَانَ إِذَا كَرِهَ شَيْئًا عَرَفْنَاهُ فِيْ وَجْهِهٖ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گوشہ مکان میں رہنے والی کنواریوں سے زیادہ باحیا تھے، اور اگر کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو ہم اُسے ان کے چہرے سے جان لیتے تھے۔ اس کی روایت بخاری و مسلم نے کی ہے۔(۲)

مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز میں) اتنا طویل قیام فرمایا کہ آپ کے قدموں پر ورم آ گیا۔ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا آپکے سبب گناہ نہیں بخشے آپکے اگلوں اور آپکے پچھلوں کے؟ (یعنی اس بشارت کے بعد آپ عبادت میں اتنی مشقت کیوں فرماتے ہیں) فرمایا: "أَفَلَا أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا" کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔(۳)

ان صفات کے ساتھ ساتھ آپ اللہ کے معاملے میں بہت سخت و بہادر تھے، امام احمد

(۱) مسند ابوداؤد طیالسی، ۲۲۴؛ و بیہقی دلائل النبوۃ، ۱: ۳۱۵۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، و کتاب الأدب، باب الحیاء؛ و صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب کثرۃ حیاءہ ﷺ؛ و بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۳۱۶۔

(۳) صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب قیام النبی ﷺ اللیل، و کتاب التفسیر، باب لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر؛ و صحیح مسلم، کتاب المنافقین، باب إکثار الأعمال والاجتہاد فی العبادۃ؛ و سنن ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی الاجتہاد فی الصلاۃ؛ و سنن ابن ماجہ، کتاب إقامۃ الصلاۃ، و السنۃ فیہا، باب ما جاء فی طول القیام۔

نے اپنی سند سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ: "كُنَّا كَانَ يَوْمُ الْبَكْرِ اتَّقَيْنَا الْمُشْرِكِيْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَكَانَ أَشَدَّ النَّاسِ بَأْسًا" بدر کے دن ہم مشرکین سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لیا کرتے تھے۔ اور آپ سب سے زیادہ قوی تھے۔ (۱)

آپ کی عطا وسخاوت کے متعدد واقعات ہیں، ان میں سے ایک وہ ہے جسے امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: "مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْإِسْلَامِ شَيْئًا قَطُّ إِلَّا أَعْطَاهُ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَسَأَلَهُ، فَأَمَرَ لَهُ بِغَنَمٍ بَيْنَ جَبَلَيْنِ، فَأَتَى قَوْمَهُ فَقَالَ: أَسْلِمُوْا، فَإِنَّ مُحَمَّدًا يُعْطِيْ عَطَاءَ مَن لَا يَخَافُ الْفَاقَةَ"۔ (۲) اسلام لانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی مانگا گیا آپ نے ہمیشہ عطا فرمایا۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے سوال کیا تو آپ نے اسے دو پہاڑوں کے درمیان کی ساری بکریاں عطا کر دیں، تو وہ شخص اپنی قوم کے پاس آ کر بولا کہ مسلمان ہو جاؤ کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس عطا کرنے والے کی طرح عطا کرتے ہیں جسے فقر وفاقہ کا خوف نہ ہو۔

آپ کے زہد وتواضع اور آخرت کو اختیار کرنے اور اسے ترجیح دینے کے بھی بے شمار واقعات ہیں۔ امام بیہقی، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر لیٹ گئے جس سے آپ کے جسم مبارک پر نشانات پڑ گئے میں ان نشانوں کو ہاتھ سے ملنے لگا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول میرے ماں

---

(۱) مسند احمد، ۱: ۸۶۔

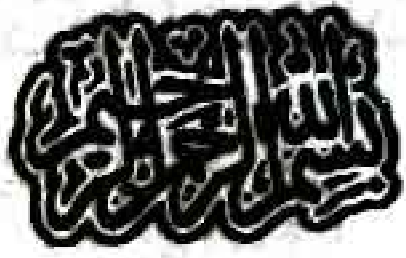
(۲) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب ما سئل رسول اللہ ﷺ قط، فقال: لا ؛ ومسند احمد، ۳: ۱۰۸، ۱۷۵۔

باپ آپ پر قربان آپ نے ہمیں حکم کیوں نہ دیا کہ ہم چٹائی پر کچھ بچھا دیتے جو چٹائی (کے کھردرے پن) سے آپ کی حفاظت کرتا اور آپ اس پر آرام کرتے تو آپ نے فرمایا: "ما لی وللدنیا، ما أنا و الدنیا، إنما أنا و الدنیا کراکب استظل تحت شجرة ثم راح و ترکها"۔(۱) مجھے اس دنیا سے کیا لینا دینا ہے، میرا اس دنیا سے کیا واسطہ ہے میں اور دنیا بالکل ایسے ہیں جیسے کوئی مسافر کسی پیڑ کے نیچے سائے کی طلب میں ٹھہرتا ہے پھر اسے چھوڑ کر چل دیتا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جملہ نیک صفات جیسے صداقت، امانت، صلۂ رحمی، پاکیزگی، سخاوت، شجاعت وغیرہ سے متصف تھے۔ آپ ہر حال، ہر وقت، ہر لمحہ اور ہر قدم اللہ کی اطاعت کرنے والے تھے، ساتھ ساتھ آپ حیران کن فصاحت کے مالک اور لوگوں کو نصیحت کرنے والے تھے، ان پر رحمت ورافت اور احسان وشفقت فرمانے والے تھے۔ آپ فقیروں، یتیموں، بیواؤں اور کمزوروں کی غمگساری فرماتے تھے اور تمام لوگوں میں سب سے زیادہ متواضع تھے۔ ناداروں سے محبت کرتے تھے، ان کے جنازوں میں شریک ہوتے تھے، ان کے مریضوں کی عیادت کرتے تھے، اور یہ سب کچھ آپ کے بے مثال حسن سیرت وصورت اور عظیم الشان نسب پر مستزاد تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ" (الانعام ۱۲۴) اللہ جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے، یعنی اس عظیم الشان اور جلیل القدر منصب کے شایان شان کون نفوس قدسیہ ہیں۔



(۱) سنن ترمذی، کتاب الزہد؛ وسنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب مثل الدنیا؛ وبیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۳۳۷-۳۳۸۔



مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(میلاد ابن کثیر)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی

ترجمہ و تقدیم و تخریج احادیث :

ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یاحبیب اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمۂ مترجم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی حبیبہ الکریم

میلاد شریف کی قدیم وجدید کتابوں کے ترجمے اور ان کے اشاعت کے سلسلے کی یہ دوسری کوشش ہے۔اس سے قبل شیخ عبداللہ ہرری حبشی حفظہ اللہ کی کتاب "الروائح الزکیۃ فی مولد خیر البریۃ" کے ترجمے اور اس کی اشاعت کی سعادت حاصل کر چکا ہوں۔اس موضوع پر امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب "حسن المقصد فی عمل المولد" اور سید محمد علوی مالکی مد ظلہ کی تالیف "حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف" کا ترجمہ طویل تعلیقات اور مفصل تخریجات کے ساتھ زیر طباعت ہے۔

ان کتابوں کی اشاعت کا مقصد برکت وسعادت کا حصول بھی ہے،اور اس غلط فہمی کے ازالے کی ایک کوشش بھی کہ میلاد شریف ایک عجمی بدعت ہے،جو ماضی قریب میں شروع ہوئی ہے۔

میلاد شریف کی کتابیں لکھنے والے حافظان حدیث اور ائمہ کرام میں حافظ ابن کثیر،اور حافظ جلال الدین سیوطی کے علاوہ حافظ ابن ناصر الدین دمشقی (۷۷۷ھ-۸۴۲ھ)،حافظ عبد الرحیم عراقی (متوفی: ۷۲۵ھ)،حافظ محمد بن عبد الرحمان سخاوی (۸۳۱ھ-۹۰۲ھ) صاحب الضوء اللامع،ملا علی قاری ہروی (متوفی:۱۰۱۴ھ)،حافظ ابن دیبع شیبانی یمنی (۸۶۶ھ-۹۴۴ھ)،حافظ ابن حجر عسقلانی،حافظ ابن حجر ہیثمی،ابن جوزی،ابن عابدین شامی،مجد الدین فیروز آبادی صاحب

بدعت اور اس کا مفہوم و معنی

بدعت: یہ ایک ایسا لفظ ہے کہ عام و خاص سبھی کے زبان زد ہے، اور بڑی کثرت سے استعمال ہوتا ہے بالخصوص میلاد شریف کے حوالے سے یہ لفظ برابر سننے کو ملتا ہے۔ لہذا مناسب ہوگا کہ اصل کتاب کے آغاز سے پہلے اس کا مفہوم متعین ہو جائے۔ یہ صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کو منانا لغوی معنی میں ایک بدعت ہے۔ اس لئے کہ یہ عمل نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا اور نہ اس سے متصل زمانے میں۔ یہ تو ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں شروع ہوا ہے۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کہ ہر بدعت مذموم اور قابل نکیر ہے۔ لغت میں بدعت اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی اس سے پہلے کوئی مثال نہ ہو۔ اور شریعت کے اعتبار سے بدعت وہ نیا کام ہے جس کے لئے کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہ ہو۔ اور اس طرح میلاد منانے کا عمل لغت کے اعتبار سے تو ایک بدعت ہے، لیکن شریعت کے اعتبار سے نہیں کیونکہ کتاب وسنت سے اس کے جواز بلکہ استحباب پر بے شمار دلائل موجود ہیں۔

ابن العربی فرماتے ہیں کہ: "بدعت اور محدث فی حد ذاتہ مذموم نہیں ہے، بلکہ وہ بدعت مذموم ہے جو سنت کے مخالف ہے اور نئے کاموں میں سے صرف وہی قابل مذمت ہے جو گمراہی کی طرف لے جائے۔"

لہذا جو بھی نیا کام کتاب وسنت کے مخالف نہیں یا مقاصد شریعت سے ہم آہنگ ہو وہ حقیقت میں بدعت ہے ہی نہیں، یہ بات امام بخاری اور امام مسلم (۱) کی اس حدیث سے بھی

جاسکتی ہے جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے، فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ" یعنی جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔ یعنی وہ ایجاد جو دین کی روح و مقصدیت سے ہم آہنگ نہیں ہے وہ قابل ترک وملامت ہے۔

بدعت کی صحیح تعریف حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ اس حدیث سے بھی مفہوم وواضح ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ حضرت جریر فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَیِّئَةً كَانَ عَلَیْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَیْءٌ"

(۲) یعنی جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا تو اسے اس کا ثواب ملے گا اور اور اس کے بعد اس پر چلنے والے تمام لوگوں کا ثواب ملے گا، لیکن ان لوگوں کے اپنے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی، اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ نکالا تو اسے اس کا گناہ ملے گا اور اور اس کے بعد اس پر چلنے والے تمام لوگوں کا گناہ بھی ملے گا، لیکن ان لوگوں کے اپنے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

بدعت مذموم کی وضاحت ترمذی شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: " من ابتدع بدعة ضلالة لا ترضى الله و رسوله كان عليه مثل آثام من عمل بها، لا ينقص ذلك من أوزار الناس شيئا" (جس شخص نے ایسی گمراہی والی بدعت شروع کی جو اللہ اور اس کے رسول کی مرضی کے خلاف ہو تو اس پر عمل کرنے والے تمام لوگوں ...

ہوگی۔) اسی کے مثل معمولی لفظی اختلاف کے ساتھ ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (۳)

بخاری شریف میں باجماعت نماز تراویح کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول " نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ " (۴) کی شرح کرتے ہوئے امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

"راوی کا قول کہ حضرت عمر نے فرمایا: "نعم البدعة" اور بعض روایت میں تاء کی زیادتی کے ساتھ "نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ" (۵) وارد ہوا ہے۔ اور بدعت اصل میں وہ نو ایجاد امر ہے جس کی سابق میں مثال نہ ہو اور شریعت میں اس کا اطلاق اس نو ایجاد پر ہوتا ہے جو سنت کے مقابل ہو اور اس حال میں بدعت مذموم ہوتی ہے۔ اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ اگر بدعت شریعت میں مستحسن کے ضمن میں شامل ہو تو مستحسن ہے اور اگر قبیح کے تحت آئے تو قبیح ہے ورنہ پھر یہ مباح ہوگی (یعنی اس کا کرنا نہ کرنا دونوں جائز ہوگا) اور کبھی احکام کی پانچ قسم کی طرح بدعت کی بھی تقسیم ہوتی ہے" (۶)

واضح رہے کہ احکام کی پانچ قسم سے ان کی مراد: فرض، مندوب، مباح، مکروہ اور حرام ہے۔

امام نووی اپنی کتاب تہذیب الاسماء واللغات میں لکھتے ہیں کہ: بدعت باء کے زیر کے ساتھ شریعت میں اس نو ایجاد کام کو کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں نہ رہا ہو یہ اچھی اور بری دونوں ہوتی ہے۔ امام ابو محمد عبد العزیز ابن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ ورضی اللہ عنہ جن کی امامت وجلالت علمی اور مختلف علوم وفنون پر قدرت ومہارت پر اجماع ہے۔ وہ کتاب القواعد کے آخر میں فرماتے ہیں کہ: بدعت واجب، حرام، مندوب، مکروہ اور مباح ہوتی ہے اور اسے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے شریعت کے اصول وقواعد پر پیش کیا جائے اب اگر وہ ایجاب کے قواعد میں داخل ہو تو واجب، تحریم کے قواعد میں داخل ہو تو حرام اور اسی طرح مندوب مکروہ اور مباح ہوگی۔" (۷)

چند مستحب "بدعتیں"

کتاب سنت اور سلف صالحین کے عمل میں بہت سے ایسے نو ایجاد کاموں کا ذکر ملتا ہے، جو لغوی اعتبار سے تو بدعت ہیں، لیکن اسلام کی چودہ سو برس کی تاریخ میں کسی نے انھیں شرعی نقطۂ نظر سے بدعت نہیں کہا ہے، بلکہ شاید کوئی اس کی جرأت بھی نہیں کر سکتا ہے۔ ایسا بھی نہیں کہ ان نو ایجاد کاموں کا مقصد دنیوی رہا ہو، بلکہ یہ خالص اخروی مقصد اور تقرب الی اللہ کے حصول کے لئے کئے گئے تھے۔ ان میں سے بعض نو ایجاد کام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت عیسی علیہ السلام کے متبعین کی رہبانیت:

اللہ تبارک وتعالی اپنی کتاب عزیز میں فرماتا ہے: "وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَأْفَةً وَّرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ" (الحدید: ۲۷) یعنی اور ہم ان کے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے) پیروؤں کے دل میں نرمی ورحمت ڈال دی اور رہبانیت تو یہ انھوں نے ایجاد کیا تھا، اسے ہم نے ان کے لئے مقرر نہیں کیا تھا، انھوں نے ایسا اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نے کیا تھا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ نے حضرت عیسی کے ان امتیوں کی تعریف کی ہے جو رافت و رحمت والے اور رہبانیت کی ایجاد کرنے والے تھے۔ اور یہ رہبانیت انھوں نے از خود ایجاد کی تھی نہ تو اللہ تعالی نے انھیں اس کا حکم دیا تھا اور نہ حضرت عیسی نے انھیں اس کی تعلیم دی تھی۔ یہ رہبانیت ان کی بدعت تھی بلکہ قرآن خود اسے بدعت کہہ رہا ہے (ابتدعوھا) لیکن بایں ہمہ بدیع السماوات والارض جل مجدہ اسے مقام مدح میں بیان فرما رہا ہے۔

۲۔ صحابی

امام بخاری نے اپنی صحیح میں رفاعہ بن رافع زرقی سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: ایک دن ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ نے رکوع سے سر اٹھا کر "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" فرمایا تو جماعت میں سے ایک شخص نے "رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ" کہا، نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَنِ الْمُتَکَلِّمُ" یعنی بولنے والا کون ہے۔ اس شخص نے عرض کیا: میں تو آپ نے فرمایا: "رَأَیْتُ بِضْعَۃً وَثَلَاثِیْنَ مَلَکًا یَبْتَدِرُوْنَھَا اَیُّھُمْ یَکْتُبُھَا اَوَّلَ" (۸) میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ اس قول کو پہلے لکھنے کے لئے آپس میں سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

۳۔ حضرت خبیب کا قتل کے وقت دو رکعت نماز پڑھنا:

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی طویل حدیث میں اس واقعے کا ذکر کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا یہ عمل خالص اخروی مقصد کے لئے تھا لیکن کیا ان کے پاس اس کے لئے کتاب وسنت سے کوئی دلیل تھی؟ یقیناً نہیں تھی۔ لیکن ان کے نزدیک یہ عمل بدعت تھا ہی نہیں کیونکہ شریعت کے مخالف نہیں تھا۔ اور ان کے اسی نو ایجاد کام یا "بدعت" نے انھیں ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا۔ (۹)

۴۔ یحییٰ بن یعمر کا مصحف شریف پر نقطے لگانا:

سلف صالحین کے قابل تعریف نو ایجاد کاموں میں سے قرآن کریم پر نقطوں کا لگانا بھی ہے۔ صحابہ کرام جنھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے املا کرانے پر وحی الٰہی کی کتابت کی تھی انھوں نے باء اور تاء اور ان جیسے دوسرے حروف کو بغیر نقطوں کے لکھا تھا، یوں ہی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف (قرآن کریم) کے چھ نسخے تیار کروائے تھے، جن میں سے ایک نسخہ

اپنے پاس رکھا تھا اور باقی کو مکہ مکرمہ اور بصرہ وغیرہ مختلف علاقوں میں بھجوایا تھا تو یہ مصاحف بھی بغیر نقطوں کے تھے۔ اور سب سے پہلے جس نے مصحف پر نقطے لگائے وہ ایک صاحب علم وفضل اور تقوی والے تابعی تھے جن کا نام یحییٰ بن یعمر تھا۔ ابوداؤد سجستانی اپنی کتاب "کتاب المصاحف" میں لکھتے ہیں کہ: "مجھ سے عبداللہ نے ان سے محمد بن عبداللہ مخزومی نے، ان سے احمد بن نصر بن مالک نے، ان سے حسین بن ولید نے، ان سے ہارون بن موسیٰ نے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ: جس نے سب سے پہلے مصحف میں نقطے لگائے وہ یحییٰ بن یعمر تھے"۔ (۱۰)

۵۔ حضرت عثمان کا جمعہ میں ایک اذان کا اضافہ :

یہ وہ نیا کام ہے جسے خلیفۂ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایجاد کیا ہے، چنانچہ صحیح بخاری شریف کی عبارت کا ترجمہ ہے کہ: "مجھ سے آدم نے حدیث بیان کی ہے انھوں نے ابن ابی ذئب سے، انھوں نے زہری سے انھوں نے سائب بن یزید سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: جمعہ کے دن اذان اس وقت شروع ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا یہ حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے وقت میں رہا اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد آیا اور لوگ بہت ہو گئے تو انھوں نے زوراء (۱۱) کے مقام پر ایک تیسری اذان کا اضافہ کیا"۔ (۱۲)

حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ: "بخاری ہی میں وکیع عن ابن ابی ذئب کی روایت میں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کے عہد میں جمعہ کے دن دو اذانیں تھیں، ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ "اذانیں" یعنی دو اذان کہنے سے ان کی مراد اذان واقامت ہے تغلیب کے طور پر "اذانیں" کہہ دیا، یا اس لئے کہ دونوں اعلان میں مشترک ہیں جیسا کہ اذان کے ابواب میں گزر چکا ہے"۔ (۱۳)

۶۔ حضور کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا:

بدعت حسنہ ہی میں سے حضور کے نام مبارک کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا بھی ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں اور امراء کے نام جو خط لکھے ہیں ان میں یہ نہیں لکھا ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف یہ لکھا کرتے تھے: "من محمد رسول الله إلى فلان" محمد رسول اللہ کی جانب سے فلاں کی طرف۔

یہ ہیں چند نو ایجاد کام جو شرعی نقطۂ نظر سے مردود اور قابل مذمت نہیں بلکہ باعث اجر و ثواب ہیں۔ ان مثالوں سے صاف ظاہر ہے کہ ہر نیا کام بدعت نہیں ہے بلکہ اگر کوئی نیا کام مقاصد شریعت اور کتاب وسنت کے کسی طرح مخالف نہیں ہے تو نہ وہ بدعت ہے نہ مردود و مذموم۔ اور اگر وہ کسی دینی مصلحت پر مبنی ہے، یا اس سے کسی شرعی ضرورت یا حاجت کی تکمیل ہوتی ہے، تو وہ نو ایجاد کام باعث ثواب بلکہ سنت کے عموم میں داخل ہوگا۔ اسے بدعت نہیں قرار دیا جا سکتا۔ شارع علیہ السلام نے تو اسے سنت حسنہ کا نام دیا ہے "مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً"، لہذا اسے بدعت کہنا خود ہی ایک بدعت ہے۔ علاوہ ازیں حسنہ اور سیئہ میں بدعت کی تقسیم کی بھی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ البتہ بہت سے علمائے اعلام اور ائمہ کرام نے اس تقسیم کو اختیار کیا ہے اور پسند فرمایا ہے۔ جن میں سے کئی ایک کے نام گزشتہ صفحات میں بھی گزر رہے ہیں۔

اور رہی حدیث شریف "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔ تو حضرت عرباض بن ساریہ سے مروی امام ابوداؤد کی یہ حدیث "عام مخصوص" ہے یعنی اس کے الفاظ عام ہیں لیکن معنی خاص ہے اور اس کا مطلب ہے ہر وہ نو ایجاد کام جو کتاب وسنت کے مخالف ہے وہ ضلالت و گمراہی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم شریف میں ایک دوسری توجیہ کرتے ہوئے

فرماتے ہیں کہ: "اس سے مراد اکثر بدعتیں ہیں"۔

اور لفظ "کل" کے ساتھ تاکید کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ یہ حدیث عام مخصوص نہیں ہو سکتی ہے، اس لئے کہ لفظ "کل" کے ساتھ بھی معنی کی تخصیص ہوتی ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے: "وَتُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ" (احقاف:25) یعنی (وہ ہوا) ہر چیز کو ہلاک و برباد کرتی تھی۔ اس کے عموم میں کائنات کے تمام مظاہر شامل ہیں۔ لیکن سب کی ہلاکت و بربادی نہ کتاب اللہ کی مراد ہے اور نہ واقع کے مطابق ہے۔ چنانچہ مفسرین نے اسے عام مخصوص مان کر اس آیت کی تفسیر بیان کی ہے۔ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے "مرت علیہ" کی قید سے اس کے معنی کی تخصیص کی ہے۔ یعنی وہ ہوا ان چیزوں کو برباد کرتی تھی جن پر سے یہ گزری۔ علامہ ابن کثیر اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "من بلادھم مما من شانہ الخراب" یعنی اس ہوا کی ہلاکت خیزی صرف قوم عاد کے علاقوں میں تھی، اور انہیں چیزوں تک محدود تھی جو ہلاک و برباد ہونے کے قابل تھیں۔ (14) یوں ہی حدیث شریف "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" (ہر بدعت گمراہی ہے) کے بارے میں بھی علماء نے فرمایا ہے کہ یہ عام مخصوص ہے، اور اس کا معنی ہے کہ ہر وہ بدعت گمراہی ہے جو کتاب و سنت اور آثار صحابہ کے مخالف ہے، اور صرف اسی تخصیص کے ذریعے حضرت جریر سے مروی مسلم شریف کی حدیث (مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ...) اور دوسری بہت سی احادیث شریفہ سے اس حدیث کے تعارض کو دور کیا جا سکتا ہے۔ اور صحابۂ کرام و تابعین عظام کے بہت سے نو ایجاد کاموں اور ان کی اولیات کی تاویل کی جا سکتی ہے۔

میلاد شریف بھی ایک ایسا ہی نو ایجاد عمل ہے جو بے شمار دینی مصلحتوں اور فائدوں پر مبنی ہے اسی لئے علماء نے اسے مستحب قرار دیا ہے............ میلاد شریف کی محفلیں:

☆ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا مظہر ہیں

☆ سنت وسیرت کی معرفت کا ذریعہ ہیں

☆ محبت رسول ﷺ میں گرمی وحرارت پیدا کرنے کا باعث ہیں

☆ اس نعمت کبری پر اللہ تعالی کا شکر ادا کرنے کا وسیلہ ہیں

☆ تبلیغ ودعوت اور سماجی اصلاح کا پلیٹ فارم ہیں

☆ دینی جذبات کے فروغ کا سبب ہیں

☆ اسلامی اخوت اور اجتماعیت کی آئینہ دار ہیں

☆ صدقات وخیرات کے ذریعے فقیروں اور محتاجوں کے تعاون کا موقع ہیں

اور یہ تمام امور شریعت کے مطلوب ہیں لہذا ان امور کی تکمیل اور بجا آوری کا ذریعہ یعنی میلاد شریف کی محفلیں بھی شرعا مطلوب ہوں گی۔

لیکن یاد رکھئے کہ :

میلاد شریف کے جائز ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اسے جس طرح چاہے منایا جائے یا اس کے انعقاد میں شریعت کے تقاضوں کو فراموش کردیا جائے، بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ اس پاکیزہ اور روحانی محفل کے تقدس واحترام کا ایسا خیال رکھا جائے، جو صاحب میلاد ﷺ کے مقام سامی اور عظمت گرامی کے شایان شان ہو۔ میلاد شریف کی محفلوں کو غیر سنجیدہ ماحول، فضول گو شاعروں، جاہل اور پیشہ ور واعظوں، موضوع اور بے اصل روایتوں، اسراف و تبذیر کے مظاہروں اور اظہار ذات ونام ونمود کی کوششوں سے دور بہت دور رکھنا چاہیے۔

☆☆☆

مصنف کتاب

حافظ ابن کثیر

حافظ ابن کثیر کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ان کا شمار بڑے علماء اور عظیم مصنفین میں ہوتا ہے۔اسلامی علوم و ثقافت سے معمولی شغف رکھنے والا بھی ان سے واقف و آگاہ ہوگا۔ان کے عہد سے لے کر آج تک ہر زمانے میں ان کی تصنیفات کو قبول عام حاصل رہا ہے۔اور اسلامیان عرب وعجم ان سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔

نام ونسب اور ولادت:

حافظ ابن کثیر کا نام اسماعیل بن عمر بن کثیر تھا،ان کی کنیت ابو الفداء اور لقب عماد الدین تھا۔ان کا خاندان خالص عربی خاندان تھا جس کا تعلق بنو قیس سے تھا۔اور وہ شافعی المذہب تھے۔

ان کی پیدائش شام میں دمشق کے قریب بُصری نامی آبادی میں ۷۰۱ھ مطابق ۱۳۰۲ء میں ہوئی غالباً یہ وہی آبادی ہے جس کا تذکرہ کتب احادیث وسیر میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے وقت ظاہر ہونے والی نشانیوں کے ضمن میں ہوتا ہے۔

نشوونما اور تعلیم:

ابن کثیر کی عمر صرف دو سال کی تھی کہ ان کے والد کا انتقال ہوگیا وہ عالم دین تھے اور بصری کی مسجد میں خطیب تھے۔ان کا خاندان ایک علمی خاندان تھا اور گھر میں ہر طرف دینی ماحول تھا۔اور اسی علمی ودینی ماحول میں ابن کثیر کی پرورش ہوئی۔سات سال کی عمر میں وہ اپنے بھائی

کی ساتھ حصول علم کے لئے دمشق وارد ہوئے اور پھر ہمیشہ کے لئے وہیں کے ہو گئے۔ اور وہیں کی خاک میں دفن ہوئے۔

ابن کثیر نے پہلے قرآن کریم حفظ کیا پھر تمام متداول عُلُومِ اسلامیہ کا اِکتساب کیا۔ فقہ کی تعلیم برہان فزاری، کمال بن قاضی شہبہ، ابن شحنہ اور اسحاق آمدی سے حاصل کی۔ حافظ ذہبی، حافظ مزی، شیخ ابن تیمیہ اور حافظ برزالی کی صحبت میں رہے، اور ان کے افکار و نظریات سے متاثر ہوئے۔ حافظ مزی کی صاجزادی سے نکاح بھی کیا۔ (۱۵)

ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں:

"و كان كثير الاستحضار، قليل النسيان، صحب ابن تيميه و صاهر المزى و تزوج بابنته ـ انتهت إليه رياسة العلم فى التاريخ و الحديث و التفسير "(۱۶)

(وہ قوی الحافظہ اور بہت زیادہ یاد رکھنے والے تھے، بہت کم بھولتے تھے، ابن تیمیہ کی صحبت اختیار کی اور حافظ مزی کی بیٹی سے شادی کر کے ان کے داماد بنے۔ تاریخ، حدیث اور تفسیر کی علمی ریاست کا ان کی ذات پر خاتمہ ہو گیا۔)

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

"أخذ عن ابن تيميه ففتن بحبه و امتحن لسببه، و كان كثير الاستحضار، حسن المفاكهه، سارت تصانيفه فى البلاد فى حياته و انتفع بها الناس بعد وفاته، و لم يكن على طريق المحدثين فى تحصيل العوالى و تمييز العالى من النازل، و نحو ذلك من فنونهم، و إنما هو من محدثى الفقهاء "(۱۷) (ابن تیمیہ سے اکتساب علم کیا، ان کی محبت میں گرفتار ہوئے اور اس کے سبب آزمائش کا شکار ہوئے۔ زبردست یادداشت

کے مالک تھے، اور خوب حسن مزاح رکھتے تھے۔ ان کی کتابیں ان کی زندگی ہی میں ملک در ملک پھیل گئیں، اور ان کے انتقال کے بعد بھی لوگوں نے ان کی تصانیف سے فائدہ اٹھایا۔ وہ عالی اسناد حدیثوں کی تحصیل، اور عالی ونازل کی تمیز جیسے علم حدیث کے فنون میں محدثین کے طریقے پر نہیں تھے۔ در حقیقت وہ فقہائے محدثین میں سے تھے۔)

ان کا شمار ایک بڑے عالم کے ساتھ ساتھ عمائدین شہر دمشق میں بھی ہوتا تھا۔ اور وہ سیاسی اور سماجی معاملوں میں بھی شریک رہتے تھے۔

تصنیفات:

ابن کثیر نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں، اہم کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ تفسیر القرآن الکریم معروف بہ تفسیر ابن کثیر

۲۔ البدایہ والنہایہ

۳۔ طبقات الشافعیہ

۴۔ التکمیل فی رجال الحدیث

۵۔ جامع المسانید العشرۃ فی الحدیث

۶۔ الباعث الحثیث الی معرفۃ علم الحدیث

ان کتابوں میں ان کی تفسیر اور تاریخ یعنی البدایہ والنہایہ کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی۔ اور اسلامی کتب خانے میں ان دونوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

وفات وتدفین:

آخری عمر میں ابن کثیر کی بصارت زائل ہوگئی تھی۔ ۷۷۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ اور دمشق

کے ایک قبرستان "مقبرۃ الصوفیہ" میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ اسی قبرستان میں شیخ ابن تیمیہ کی بھی قبر ہے۔

کچھ اس کتاب کے بارے میں:

ابن کثیر کے اس مختصر رسالے کا ذکر ان کے کسی سوانح نگار نے نہیں کیا ہے۔ اس کا سبب رسالے کا حجم بھی ہو سکتا ہے اور اس کی کمیابی بھی۔ اس قیمتی اور نایاب کتاب کی تلاش کا سہرا ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کے سر ہے۔ انھیں اس کا مخطوطہ دیاستہائے متحدہ امریکا کے شہر پرنسٹن کی یونیورسٹی کی لائبریری میں دستیاب ہوا۔ جو مجموعہ یہودا کے ضمن میں قلمی رسائل نمبر ۲۰۹۸ کے مجموعے میں شامل ہے اس مجموعے میں کل سترہ رسائل ہیں، اور یہ رسالہ ورق ۹۰ آ سے ۱۰۰ آ تک پر مشتمل ہے۔ اس مخطوطے کو ۷۸۶ھ میں لکھا گیا ہے یعنی ابن کثیر کی وفات کے محض بارہ سال بعد۔ ڈاکٹر منجد نے اسے پہلی بار ۱۹۶۹ء میں دار الکتاب الجدید، بیروت سے شائع کروایا۔ لیکن اس میں احادیث کی تخریج بالکل نہیں کی گئی ہے، اور صرف البدایہ والنہایہ سے اس کے نصوص کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ اور بعض مقام پر سیرت ابن ہشام کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔ اور اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اس رسالے کے عبارات ونصوص کے صحت کا یقین ہو سکے، چنانچہ ڈاکٹر منجد اپنے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ:

"و قد رأينا من الواجب نشر هذا المولد حتى يحل محل ما ألفه المتأخرون في هذا الباب ـ فضبطنا النص و قايسنا قبل كل شيئ بسيرة الرسول التي كتبها ابن كثير في مطلع كتابه البداية، و التي أجاد فيها كل الإجادة، ثم بسيرة ابن هشام التي حذبها من سيرة إبن اسحاق ـ و كان عملنا هذا للاطمئنان على صحة النص"(۱۸)

ابن کثیر نے میلاد شریف کی یہ کتاب جامع مظفری کے موذن کی خواہش پر تصنیف کیا تھا۔ دمشق کی اس مسجد کو جامع حنابلہ بھی کہتے ہیں اور اسے اربل کے سلطان مظفر الدین کوکبری (متوفی: ۶۳۰) نے تعمیر کروایا تھا، یہ وہی بادشاہ ہے جس نے سب سے پہلے موجودہ ہیئت میں جشن میلاد کا آغاز کیا تھا۔ غالباً اس مسجد کے موذن نے مسجد میں منعقد ہونے والی میلاد کی محفلوں میں پڑھنے کے لئے ابن کثیر سے یہ کتاب لکھوائی ہوگی۔ یہ کتاب اس بات کی بھی دلیل ہے کہ ابن کثیر ان محفلوں کے انعقاد کو جائز سمجھتے تھے۔

مترجم نے کتاب کے ترجمے کے ساتھ اس میں وارد احادیث شریفہ کی تخریج کا کام کیا ہے، اور حسب ضرورت حواشی وتعلیقات کا بھی اضافہ کیا ہے۔ لیکن البدایہ کا حوالہ نہیں دیا ہے، کیونکہ اس کی ضرورت نہیں ہے، اس رسالے کی بیشتر روایات البدایہ والنہایہ کے شروع میں موجود ہیں، جہاں ابن کثیر نے سیرت پاک کا ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالی اس عمل کو قبول فرمائے اور قبولیت عطا فرمائے۔ اور اسے مترجم کے لئے زاد آخرت بنائے، إنه بالإجابة جدير و إنه على كل شيء قدير و صلى الله تعالى على خير خلقه محمد و آله و صحبه أجمعين۔

علی گڑھ

۲۰ رشعبان ۱۴۲۵ھ

۶ را کتوبر، ۲۰۰۴ء

سید علیم اشرف جائسی



حوالے:

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود۔ صحیح مسلم، کتاب الأقضیۃ، باب نقض الأحکام الباطلۃ ورد محدثات الأمور۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ أو کلمۃ طیبۃ وأنہا حجاب من النار؛ وکتاب العلم، باب من سن فی الإسلام سنۃ حسنۃ أو سیئۃ ومن دعا إلی ہدی أو ضلالۃ۔

(۳) دیکھیے: صحیح ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنۃ، حدیث رقم: ۲۶۰۱؛ وسنن ابن ماجہ، مقدمہ، حدیث رقم: ۲۰۶۔

(۴) صحیح البخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان۔

(۵) موطا امام مالک، کتاب الصلاۃ، باب بدء قیام لیالی رمضان۔

(۶) فتح الباری، ۴: ۲۵۳۔

(۷) تہذیب الأسماء والصفات، ۳: ۲۲، مادہ (ب دع)۔

(۸) صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب فضل اللہم ربنا لک الحمد۔

(۹) تفصیل کے لئے دیکھیے: صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع۔

(۱۰) کتاب المصاحف، ۱۳۱۔

(۱۱) الزوراء: مدینہ منورہ میں ایک جگہ کا نام ہے، دیکھیے: معجم البلدان، ۳: ۱۵۶۔

(۱۲) صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب الأذان یوم الجمعۃ۔

(۱۳) فتح الباری، ۲: ۳۹۳۔

(۱۴) دیکھیے: تفسیر جلالین اور تفسیر ابن کثیر، اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں۔

(۱۵) ابن کثیر کی سوانح اور اس کے مراجع کے لئے دیکھیے:

کشف الظنون عن أسامی الکتب والفنون، وکالۃ المعارف، ۱۹۴۱ء، وبیروت: دار صادر، ۱۹۶۸ء،

۱:۳۲۸۔ کحالہ، معجم المؤلفین، دمشق: مطبعۃ الترقی، ۱۹۵۸ء، ۲:۲۸۳؛ والزرکلی، الاعلام، بار نہم:
بیروت: دار العلم للملایین، ۱۹۹۰ء، ۱:۳۲۰۔

(۱۶) شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، بیروت: دار الکتب العلمیہ، غیر مؤرخ، ۶:۲۳۱۔

(۱۷) الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ، حیدرآباد: دائرۃ المعارف العثمانیہ، بار دوم ۳:۱۹۷۲ء،
۴۴۵، ۴۴۶۔

(۱۸) دیکھیے: مولد رسول اللہ ﷺ، بیروت: دار الکتاب العلمیہ، ۱۹۶۱ء، ۹، ۱۰۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(میلاد ابن کثیر)

"لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم یتلو علیہم آیاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ (آل عمران:۱۶۴)

تمام تعریف اللہ کے لئے جس نے سید المرسلین کے ظہور سے ہر وجود کو روشن کیا اور حق مبین کی ضیاء سے باطل کی ظلمتوں کو دور کیا، اور حق کے راستوں کو واضح کیا جب کہ لوگ جہل کی تنگنائیوں سے گذر رہے تھے۔ اس کی ثنا کرتا ہوں، ایسی ثنائے بے شمار و طیب و مبارک، جو زمین و آسمان کے تمام گوشوں کو بھر دے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا، لاشریک اور اولین و آخرین کا پالنہار ہے، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں، اس کے حبیب و خلیل ہیں، جو سارے عالموں کے لئے رحمت، مومنین کو بشارت دینے والے، کافرین کو ڈرانے والے، پرہیزگاروں کے پیشوا اور گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا درود و سلام ہو ان پر ہمیشہ قیامت تک، اور اللہ تعالیٰ ان کی تمام بیویوں سے اور ان کے تمام اولاد، اہل بیت اور اصحاب سے راضی ہو۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے متعلق احادیث و آثار کا مختصر ذکر ہے جو حدیث شریف کے حافظین و ماہرین اور ائمہ ناقدین سے روایت کردہ، اور ان کے نزدیک

پسندیدہ ہے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرّۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معدّ بن عدنان (۱)، ابو القاسم، بنی آدم کے سردار، نبی امی، مکان ولادت کے اعتبار سے مکی، جائے ہجرت ودفن کے لحاظ سے مدنی ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا درود وسلام ہو جب جب ذکر کرنے والے ان کا ذکر کریں یا جب بھی غافلین ان کے ذکر سے غافل ہوں۔

آپ کے جد اعلیٰ عدنان نبی اللہ حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی نسل سے تھے، جو در حقیقت ذبیح تھے، اور خلیل اللہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے صاحبزادے تھے۔

آپ کے حقیقی دادا عبدالمطلب بن ہاشم، قریش کے سربراہ اور پیشوا تھے، شیخ حرم اور اپنی قوم اولاد اسماعیل کا طرۂ افتخار تھے۔ اور اولاد اسماعیل تمام قبائل عرب میں سب سے افضل ومحترم تھی۔

اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کو خواب میں الہام فرمایا اور زمزم کی جگہ کی رہنمائی فرمائی، جو حضرت اسماعیل اور ان کی اولاد کے عہد میں تھا۔ لیکن بنو جرہم نے مکہ کی سکونت چھوڑتے وقت اسے پاٹ دیا تھا، اور قبیلہ خزاعہ - جو بنو جرہم کے پانچ سو برس بعد کعبہ کے خدام ہوئے - کو پتہ نہیں تھا کہ زمزم کا کنواں کس جگہ ہے۔ یہاں تک کہ عبدالمطلب کو خواب میں اس کی جگہ دکھائی

(۱) دیکھئے: ابن ہشام، ابو محمد عبدالملک (متوفی: ۲۱۸ھ)، السیرۃ النبویہ معروف بہ سیرت ابن ہشام، تحقیق: مصطفیٰ سقا وغیرہ، [illegible]

گئی اور ہاتف غیبی نے انھیں اس کی خبر دی۔ چنانچہ وہ چاہ زمزم کو کھودنے کے لئے فوراً تیار ہو گئے، لیکن قریش نے حرم میں کھدائی کرنے سے انکار کر دیا۔

اس وقت عبد المطلب کا صرف ایک بیٹا حارث ہی تھا اس نے اپنے والد کی مدد کی۔ عبد المطلب نے زمزم کی بازیافت کی، اور اس میں سے کعبہ کو نذر کردہ زیورات وغیرہ کو باہر نکالا تو قریش نے ان کی بڑی تعظیم کی، اور ان کی قدر و منزلت کو پہچانا، اور اس کرامت و بزرگی سے آگاہ ہوئے جسے اللہ تعالیٰ نے عبد المطلب کے لئے خاص فرمایا تھا۔(۱)

عبد المطلب نے اللہ کی نذر مانی کہ اگر ان کے دس بچے ہوئے تو ان میں سے ایک کو اللہ کی راہ میں قربان کریں گے، اور جب ان کے دس بیٹے ہو گئے تو انھوں نے قرعہ نکالا، یہ قرعہ جناب عبد اللہ (والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام نکلا تو آپ نے انھیں ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا، مگر قریش نے انھیں منع کیا کہ ایسا نہ کریں حتی کہ ان کے بدلے میں ایک سو اونٹوں کا فدیہ دیا(۲)، جیسا کہ یہ واقعہ ہماری کتاب "السیرۃ النبویۃ" میں پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

بعد ازیں عبد المطلب نے اپنے اس بیٹے کی شادی بنو زہرہ کی سب سے بہتر خاتون آمنہ بنت وہب بن عبد مناف سے کر دیا(۳)۔ شادی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شکم مادر میں آ گئے۔

محمد بن اسحاق بن یسار کہتے ہیں کہ:

---

(۱) دیکھئے: سیرت ابن ہشام، مرجع سابق، زیر عنوان "ذکر حفر زمزم وما جری من الخلف فیہا"، ۱:۱۴۲۔

(۲) واقعے کی تفصیلات کے لئے دیکھئے: سیرت ابن ہشام، مرجع سابق، زیر عنوان "ذکر نذر عبد المطلب ذبح ولدہ"، ۱:۱۵۱-۱۵۵۔

(۳

آمنہ کہا کرتی تھیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے شکم میں آئے تو ان سے خواب میں کہا گیا کہ: تیرے شکم میں اس امت کے سردار ہیں۔ جب یہ پیدا ہوں تو یوں کہنا:

"أعیذہ بالواحد، من شر کل حاسد بغی کل بر عاهد، و کل عبد رائد یرود غیر زائد، فإنه عبد الحمید الواحد، حتی أراہ قد أتی المشاهد"۔(۱)

اور اس کی نشانی یہ ہے کہ ان کی پیدائش کے ساتھ ایک نور نکلے گا جو سرزمین شام میں واقع بُصریٰ شہر کے محلات کو روشن کر دے گا۔ جب یہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمد رکھنا، تورات وانجیل میں ان کا نام احمد ہے، تمام زمین وآسمان والے ان کی مدح وثنا کریں گے۔ (۲)

ثور بن یزید جنھوں نے خالد بن معدان سے روایت کی ہے، مجھ سے روایت کرتے ہیں کہ:

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ انھوں نے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول اپنی ذات کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایئے۔

آپ نے فرمایا: میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا اور عیسیٰ کی بشارت ہوں (علیہم السلام) جب میں شکم مادر میں آیا تو میری ماں نے دیکھا کہ گویا ان کے اندر سے ایک نور نکلا جس نے ملک شام میں واقع بُصریٰ کو روشن کر دیا۔ (۳)

ابوامامہ باہلی سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ:

یارسول اللہ آپ اپنے ظہور کی ابتداء کے بارے میں فرمائیں، فرمایا:

(۱) سیرت ابن ہشام، ۱:۱۵۸۔

(۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ معروف بہ طبقات ابن سعد، بیروت: دار صادر، ۱۹۶۰ء، ۱:۱۰۲۔

(۳) بُصریٰ: بشق کتب [illegible]

"دَعْوَةُ أَبِيْ إِبْرَاهِيْمَ، وَبُشْرٰى عِيْسٰى، وَرَأَتْ أُمِّيْ أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ أَضَاءَتْ لَهَا قُصُوْرُ الشَّامِ" (۱) میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا اور عیسیٰ کی بشارت ہوں (علیہم السلام) اور میری ماں نے دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک نور نکلا جس نے شام کے محلات کو روشن کر دیا۔

عرباض بن ساریہ سلمی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"إِنِّيْ عِنْدَ اللهِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهِ، وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِأَوَّلِ ذٰلِكَ: دَعْوَةُ أَبِيْ إِبْرَاهِيْمَ، وَبِشَارَةُ عِيْسٰى بِيْ، وَرُؤْيَا أُمِّيَ الَّتِيْ رَأَتْ، وَكَذٰلِكَ أُمَّهَاتُ النَّبِيِّيْنَ يَرَيْنَ" (۲) یعنی شک میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین تھا جب آدم اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔ میں تمہیں اپنے آغاز کی خبر دوں گا، میں (حضرت) ابراہیم کی دعا اور عیسیٰ کی بشارت ہوں اور میری ماں کا خواب جو انھوں نے دیکھا اور یونہی دیکھتی ہیں مومنین کی مائیں۔

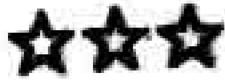
(حضرت) عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ: آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ: اے رب میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے معاف فرما دے، فرمایا: اے آدم تم نے محمد کو کیسے جانا جب کہ میں نے ابھی تک انھیں پیدا نہیں کیا ہے؟ عرض کیا کہ: جب تو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے بنایا، اور اپنی روح میرے اندر پھونکی اور

---

(۱) مسند احمد، ۵: ۲۶۲؛ وامام بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۸۴؛ وابوداؤد طیالسی، المسند، حدیث نمبر: ۱۱۴۰؛ و ابن حجر ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۲۲۔

(۲) مسند احمد، ۴: ۱۲۷، ۱۲۸؛ ودلائل النبوۃ، ۱: ۸۰؛ والمستدرک للحاکم، ۲: ۶۰۰۔ امام حاکم نے اسے صحیح الاسناد مانا ہے، اور امام ذہبی نے بھی اسے قبول کیا ہے ملا ابن حجر نے اسے احمد، طبرانی اور بزار کے حوالے سے ذکر کیا ہے، اور کہا ہے کہ امام احمد کے ایک سند کے راوی صحیح کے راوی ہیں، سوائے [illegible]

میں نے اپنے سر کو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا: "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" میں جان گیا کہ تو اپنے نام کے ساتھ صرف اسی کا نام ملائے گا جو تیری مخلوق میں تجھے سے زیادہ محبوب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم تو نے سچ کہا بیشک وہ مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے، اگر تو نے ان کے وسیلے سے مجھ سے مانگا ہے تو میں نے تجھے بخش دیا ہے، اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔



میلادِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کیفیت

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وجود کے ساتھ ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا اور ہر موجود کی ہدایت کے لئے ان کے نور کے ظہور کا قصد فرمایا، اور ان کے ذریعے بندوں پر رحم کرنا چاہا تا کہ وہ معبود کی وحدانیت تک بندوں کی رہنمائی کر سکے تو دوشنبہ کی روشن شب میں پاکباز حاملہ کو دردِ زہ شروع ہوا، اور صحیح تر اقوال کے مطابق یہ واقعہ عام فیل میں پیش آیا۔ ابن اسحاق کی مشہور روایت میں ماہ ربیع الاول میں آپ کی ولادت ہوئی (۱)، اور علم سیرت نبوی میں انھیں پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

صحیح مسلم میں (حضرت) ابو قتادہ انصاری سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوشنبہ کے دن کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ: "ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيْهِ، وَاُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهِ" یہ وہ دن ہے جس میں میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی کا نزول ہوا۔ (۲)

(حضرت) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ:

تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے دن پیدا ہوئے، دوشنبہ کے دن انھیں نبوت ملی، دوشنبہ کے دن انھوں نے ہجرت فرمائی اور دوشنبہ ہی کے دن وہ مدینہ میں داخل ہوئے،

---

(۱) سیرت ابن ہشام، "ولادۃ رسول اللہ ﷺ ورضاعہ"، ۱: ۱۵۸، ۱۵۹۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب الصیام من کل شہر وصوم عاشوراء والاثنین والخمیس؛ ومسند امام احمد، ۵: ۲۹۷-۲۹۹؛ وسنن بیہقی، ۴: ۲۹۳۔

صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ۔(۱)

ابراہیم بن منذر حزامی فرماتے ہیں کہ:

وہ بات جس میں ہمارے کسی عالم کو شک نہیں ہے، یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام فیل میں پیدا ہوئے اور اس کے چالیسویں سال میں آپ کی بعثت ہوئی۔

حافظ بیہقی نے اپنی سند سے عثمان بن ابی عاص ثقفی سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ: میری ماں نے مجھ سے کہا کہ: میں آمنہ بنت وہب کے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی شب موجود تھی، میں گھر کی جس چیز کو دیکھتی اسے نور میں ڈوبا ہوا پاتی اور میں تاروں کو اس طرح قریب آتا ہوا دیکھتی تو سوچتی کہ مبادا مجھ پر گر پڑیں گے۔

مخزوم بن ہانی مخزومی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جن کی عمر ایک سو پچاس سال ہو گئی تھی، وہ کہتے ہیں کہ:

جب وہ شب آئی جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو کسریٰ کے ایوان آواز کے ساتھ ہلنے لگے، اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے، فارس کی آگ بجھ گئی، یہ آگ اس سے پہلے ایک ہزار سال میں کبھی نہیں بجھی تھی، ساوہ (۲) جھیل کا پانی خشک ہو گیا۔ اور موبذان کے خواب کا ذکر کیا۔ جو کہ آتش پرستوں کا قاضی تھا۔ اس نے خواب میں سخت جان اونٹوں کو دیکھا کہ عربی گھوڑوں کی قیادت کر رہے ہیں جو دریائے دجلہ کو پار کر کے ملک بھر میں پھیل گئے ہیں، سارے مجوسی اور کسریٰ خوف زدہ ہو گئے، چنانچہ کسریٰ کے نائب

(۱) مسند امام احمد، مسند بنی ہاشم، حدیث رقم: ۲۳۷۶۔

(۲) ساوہ: قدیم ایران کا ایک شہر ہے ...

نعمان بن منذر نے عبدالمسیح بن بقیلہ غسانی کو سطیح کے پاس بھیجا۔ جو اطراف شام میں رہنے والا مشہور کاہن تھا، تاکہ اُس سے اِس امر عظیم کے بارے میں پوچھ سکے۔ جب عبدالمسیح وہاں پہنچا اور سطیح کے روبرو ہوا تو سطیح نے اسے آواز دی اور اس سے پہلے کہ عبدالمسیح اسے معاملے کی خبر دیتا اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور بولا:

عبدالمسیح، تیز رو اونٹ پر سوار ہو کر سطیح کے پاس آیا ہے جو کہ لب گور ہے۔ تجھے بنو ساسان کے بادشاہ نے بھیجا ہے، ایوان کے ہلنے، آگ کے ٹھنڈا ہونے اور موبذان کے خواب کے سبب، اس نے دیکھا ہے کہ سخت جان اونٹ عربی گھوڑوں کی قیادت کر رہے ہیں جو دجلہ کو پار کر کے ملک بھر میں پھیل گئے ہیں۔

پھر کہا: اے عبدالمسیح، جب اہل ایمان کی کثرت ہو اور عصا والے کا ظہور ہو اور وادی سماوہ بہنے لگے اور ساوہ جھیل کا پانی خشک ہو جائے، فارس کی آگ بجھ جائے تو شام سطیح کا شام نہ رہے گا اور ان میں بالاخانوں کے عدد کے مطابق بادشاہ ہوں گے اور جو ہونے والا ہے ہو کر رہے گا۔ پھر سطیح اپنے مقام سے اٹھ گیا۔ (۱)

یہ خواب ایک انتباہ تھا کہ بادشاہانِ ایران کی حکومت کا خاتمہ ہوگا، ان کی حکومت اسلامی حکومت میں تبدیل ہوگی اور عرب ایران میں داخل ہوں گے۔

اور بعد میں ایسا ہی ہوا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

”جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد دوسرا قیصر نہ ہوگا اور جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے

(۱) اس روایت کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، دیکھئے: ۱:۱۲۶-۱۲۹؛ وابن جریر طبری، تاریخ الرسل والملوک معروف بہ تاریخ طبری، مصر: دارالمعارف، ۱۹۶۱ء، ۲: ۱۳۱، ۱۳۲

تم لوگ اللہ کی راہ میں ان دونوں کے خزانے صرف کرو گے"۔(۱)

مقصد (ماسبق کے بیان کا) یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کی شب عظمت وشرافت والی اور مومنین کے لئے برکت وسعادت والی شب تھی۔ پاک وطاہر شب تھی، جس کے انوار ظاہر دھیاں تھے اور جو بڑی بزرگی اور قدر ومنزلت والی شب تھی۔ اس شب میں اللہ تعالیٰ نے اس محفوظ وپوشیدہ جوہر کو (اس خاکدان گیتی میں) ظاہر فرمایا جس کے انوار ہمیشہ سے نکاح کے ذریعے نہ کہ بے حیائی کے ذریعے شریف صلب سے طاہر وعفت والے رحم میں منتقل ہوتے رہے اور یہ سلسلہ ابو البشر آدم علیہ السلام سے چلتا ہوا عبد اللہ بن عبد المطلب پر ختم ہوا۔ اور حضرت عبد اللہ سے یہ نور جناب آمنہ بنت وہب کی جانب منتقل ہوا۔ اور اسی شرف وعزت والی رات میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کی ولادت شریفہ کے جو حسی ومعنوی اور ظاہری وباطنی انوار ظاہر ہوئے ان سے عقلیں حیران، اور نگاہیں خیرہ ہو گئیں۔ اور جن کا بیان کتب احادیث اور اخبار میں ہوا ہے۔

محمد ابن اسحاق نے (ولادت شریفہ کے سلسلے میں) جن چیزوں کا ذکر کیا ہے انھیں میں سے ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ختنہ شدہ پیدا ہوئے آپ کی ناف بھی کٹی تھی۔ اور آپ جب رحم مادر سے دنیا میں تشریف لائے تو سجدے میں گر گئے۔ عورتوں نے آپ پر پتھر کی ایک ہانڈی ڈال دی، مکہ میں اس کا رواج تھا، لیکن وہ ہانڈی آپ کے اوپر سے پلٹ گئی تو ان عورتوں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور آپ ایک ٹک آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب کیف کان یمین النبی ﷺ، حدیث رقم: ۶۱۳۹؛ وصحیح مسلم، کتاب الفتن وأشراط الساعۃ، باب لاتقوم الساعۃ حتی یمر الرجل بقبر الرجل فیتمنی أن یکون مکان المیت…

عورتوں نے اس بات کی خبر آپ کے دادا عبد المطلب بن ہاشم کو دی۔ آپ کے والد کا انتقال ہو چکا تھا جب کہ آپ رحمِ مادر ہی میں تھے۔ تو عبد المطلب نے ان عورتوں سے کہا کہ: اس بچے کی حفاظت کرو کیونکہ مجھے امید ہے کہ یہ بڑی شان والا ہوگا اور بڑے اچھے نصیب والا ہوگا۔

عبد المطلب نے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا، اور اس میں قریش کو مدعو کیا۔ لوگوں نے کھانے سے فارغ ہو کر ان سے پوچھا کہ اس بچے کا کیا نام رکھا ہے؟ عبد المطلب نے کہا کہ میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے۔ لوگ بولے کہ تم نے اس بچے کے لئے اپنے خاندان کے ناموں کو نظر انداز کیوں کیا تو عبد المطلب نے جواب دیا کہ: میری خواہش ہے کہ خدا آسمان میں اور خلق خدا زمین پر اس کی تعریف کرے۔

علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عبد المطلب کو الہام فرمایا تھا کہ وہ آپ کا نام محمد رکھیں، کیونکہ یہ لفظ تمام قابل تعریف صفتوں کا جامع ہے، تاکہ آپ کا نام نامی آپ کے صفات گرامی اور اخلاق سامی کے عین مطابق ہو۔

جیسا کہ آپ کے چچا ابو طالب نے کہا ہے:

وشق له من اسمه ليجله ☆ فذو العرش محمود وهذا محمد

(اللہ تعالیٰ نے انھیں عظمت و بزرگی دینے کے لئے اپنے نام پر ان کے نام کو رکھا۔ تو صاحب عرش (جل مجدہ) محمود اور یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

بخاری و مسلم میں امام زہری کی حدیث وارد ہوئی ہے، اس حدیث کو انھوں نے محمد بن مطعم بن جبیر سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: "إِنَّ لِيْ أَسْمَاءً: أَنَا مُحَمَّدٌ، [illegible]

النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ وَ اَنَا الْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ اَحَدٌ"(۱) میرے کئی نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں میرے ذریعے اللہ کفر کو محو فرمائے گا، میں حاشر ہوں کہ میرے قدموں پر لوگ جمع کیے جائیں گے اور میں عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

بخاری و مسلم ہی میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تَسَمَّوْا بِاسْمِیْ وَلَا تَکَنَّوْا بِکُنْیَتِیْ"(۲)

یعنی میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت اختیار نہ کرو۔

ترمذی شریف میں ہے:

"لَا تَجْمَعُوْا (بَیْنَ) اسْمِیْ وَ کُنْیَتِیْ، اَنَا اَبُو الْقَاسِمِ، اَللّٰہُ یَرْزُقُ وَاَنَا اَقْسِمُ" (۳)

---

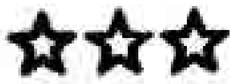
(۱) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ما جاء فی أسماء النبی ﷺ، حدیث رقم: ۳۲۶۸، و کتاب التفسیر باب قولہ تعالیٰ: من بعدی اسمہ أحمد، حدیث رقم: ۴۵۱۷؛ و صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی أسماءہ حدیث رقم: ۴۳۴۳؛ و سنن ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی أسماء النبی ﷺ، حدیث رقم: ۲۷۶۶؛ و موطا امام مالک، باب اسماء النبی؛ و مسند احمد ۴: ۸۰-۸۴؛ و بیہقی، دلائل النبوۃ ۱: ۱۵۲، ۱۵۳؛ و مسند دارمی، کتاب الرقاق، باب فی أسماء النبی ﷺ۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ، حدیث رقم: ۱۰۷، کتاب المناقب، باب کنیۃ النبی ﷺ، حدیث رقم: ۳۲۷۵ و ۳۲۷۴، و کتاب الأدب، باب قول النبی ﷺ: تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی، حدیث رقم: ۵۷۱۹ عن جابر رضی اللہ عنہ؛ و صحیح مسلم، کتاب الأدب، باب النھی عن التکنی بأبی القاسم، حدیث رقم: ۳۹۷۴، ۳۹۷۶، ۳۹۷۸، ۳۹۸۱؛ و سنن ابن ماجہ؛ کتاب الأدب، باب الجمع بین اسم النبی ﷺ و کنیتہ، حدیث رقم: ۳۷۳۵، ۳۷۳۶، ۳۷۳۷؛ و دلائل النبوۃ، ۱: ۱۶۲۔

(۳) بحثت فی صحیح الترمذی عن ھذا الحدیث بما استطعت ولکن لم أعثر علیہ بھذا اللفظ، وقد رواہ الامام البیہقی انظر

یعنی میرے نام اور کنیت کو جمع مت کرو، میں ابوالقاسم ہوں، اللہ رزق دیتا ہے اور میں بانٹتا ہوں۔

امام احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا: جب ابراہیم بن ماریہ (رضی اللہ عنہما) پیدا ہوئے تو حضرت جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا إِبْرَاهِيمَ" [1] اے ابوابراہیم آپ پر سلامتی ہو۔



(۱) عزاہ المصنف رحمہ اللہ الی الامام احمد، ولکن لم أقف علیہ فی مسندہ، وقد رواہ الامام الحاکم عن انس ابن مالک، انظر: المستدرک، ۲: ۶۰۴۔ وقال الشیخ عبداللہ الہرری: فی اسناد حدیث الحاکم ھذا ابن لھیعۃ وھو ضعیف، انظر: [illegible] ۱۹۹۷ء، ۳۹

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت کا ذکر

سب سے پہلے ابولہب کی باندی ثویبہ نے آپ کو دودھ پلایا۔ ثویبہ ہی نے آپ کے چچا کو آپ کی ولادت کی خوش خبری دی تھی تو اس نے انھیں آزاد کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ابولہب کے بھائی عباس بن عبدالمطلب نے اس کے مرنے کے بعد اسے خواب میں برے حال میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تجھے کیا ملا؟ وہ بولا کہ تمہارے بعد کسی بھلائی سے سابقہ نہیں پڑا البتہ ثویبہ کو آزاد کرنے کے سبب مجھے اس سے پلایا جاتا ہے اور اس نے اپنے انگوٹھے میں ایک نقرے کی طرف اشارہ کیا۔ (۱)

---

(۱) امام بخاری فرماتے ہیں: "قال عروۃ وثویبۃ مولاۃ لأبی لہب کان أبولہب أعتقہا فأرضعت النبی ﷺ فلما مات أبولہب أریہ بعض أہلہ بشر حیبۃ، قال لہ ماذا لقیت؟ قال أبولہب لم ألق بعدکم غیر أنی سقیت فی ہذہ بعتاقتی ثویبۃ" (حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ ثویبہ ابولہب کی باندی تھی، جسے ابولہب نے آزاد کر دیا تھا تو اس نے نبی کریم ﷺ کو دودھ پلایا، جب ابولہب مرا تو اس کے کسی گھر والے نے اسے خواب میں بڑی بری حالت میں دیکھا اور پوچھا کہ تم نے کیا پایا، ابولہب نے کہا کہ تم لوگوں کے بعد میں نے کچھ (بھلائی) نہیں پائی، سوائے اس کے کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کے بدلے اس سے پلایا گیا ہوں۔)

دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب، حدیث رقم: ۴۷۱۱۔

امام ابن حجر اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: ابولہب کو خواب میں حضرت عباس نے دیکھا تھا جن سے ابولہب نے کہا کہ "تمہارے بعد مجھے کوئی آرام نہیں ملا سوا اس کے کہ ہر دوشنبہ کو میرا عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے"۔ حضرت عباس نے فرمایا کہ: "وہ اس لئے کہ حضور دوشنبے کے دن پیدا ہوئے تو ثویبہ نے ابولہب کو آپ کی ولادت کی خوشخبری دی تو اس نے اسے آزاد کر دیا تھا۔"

دیکھئے: فتح الباری شرح صحیح البخاری، بار اول، بولاق (مصر): ۱۳۰۱ھ، ۹: ۱۲۴۔

جب ابولہب کی باندی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا دودھ پلایا تو اس کا نفع ابو لہب کو ملا اور اسی کے سبب اسے پانی پلایا گیا باوجودیکہ ابولہب وہی ہے جس کی مذمت و برائی میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک پوری سورت نازل فرمائی ہے۔

سہیلی وغیرہ نے ذکر کیا کہ ابولہب نے اپنے بھائی عباس سے اس خواب میں یہ کہا کہ: ہر دوشنبہ کے دن میں میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔(۱)

علماء نے فرمایا ہے کہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ثویبہ نے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوش خبری دی تھی تو اس نے اسی وقت اس کو آزاد کر دیا تھا چنانچہ ہمیشہ اس گھڑی میں اس کا عذاب کم کر دیا جاتا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اور ابو سلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے لہذا مجھ پر اپنی لڑکیوں اور بہنوں کو (نکاح کے لئے) پیش مت کرو۔(۲)

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ: ثویبہ ابولہب کی باندی ہے جسے ابو لہب نے ازاد کر دیا تھا تو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا۔(۳)



(۱) سہیلی کی یہ روایت گزشتہ صفحے کے حاشیہ: ۲ میں ابن حجر رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کی جا چکی ہے۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب، حدیث رقم: ۴۷۱۱؛ وصحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب تحریم الربیبۃ، حدیث رقم: ۲۶۲۶۔

(۳) صحیح البخاری، تخریج سابق۔ (گزشتہ صفحہ، حاشیہ: ۱)

حلیمہ سعدیہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کا ذکر

ابن اسحاق نے جہم بن ابی جہم سے اور انھوں نے اس شخص سے روایت کی ہے جس نے عبداللہ بن جعفر کو کہتے سنا ہے کہ:

راوی نے حلیمہ بنت ابی ذؤیب کے احوال اور عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ ان کے مکہ آنے کا ذکر کیا۔ یہ عورتیں حسب عادت ہر سال شیر خوار بچوں کی تلاش میں مکہ آتی تھیں کیونکہ اہل مکہ اپنے بچوں کو دیہات کی عورتوں کے ساتھ بھیج دیا کرتے تھے جو انھیں اجرت پر دودھ پلایا کرتی تھیں تاکہ یہ بچے دیہی آب وہوا میں صحت مند ہوسکیں، اور اہل مکہ کے نزدیک بنو سعد کا علاقہ سب سے بہتر علاقہ تھا۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں: ہم میں سے کوئی عورت نہیں بچی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لینے کی پیش کش نہ کی گئی ہو لیکن آپ کے یتیم ہونے کے سبب سبھی نے انکار کردیا، دراصل ہم لوگ بچے کے باپ سے بھلائی (اچھی اجرت) کی خواہش کرتے تھے، لیکن جب مجھے کوئی بچہ نہ ملا تو میں نے انھیں کو لے لیا اور لے کر اپنی سواری کے پاس آئی۔ ان کے لئے میرے سینوں میں دودھ آ گیا، تو انھوں نے دودھ پیا حتی کہ سیراب ہوگئے اور ان کے (رضاعی) بھائی نے بھی پیا، اور وہ بھی سیراب ہوگیا، اور میرے شوہر ہماری بوڑھی اونٹنی کے پاس گئے تو دیکھا کہ اس کے تھنوں میں دودھ بھرا ہے تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ: اے حلیمہ بخدا مجھے امید ہے کہ تم نے ایک بابرکت ذات کو پالیا ہے۔

فرماتی ہیں کہ: پھر ہم سب اپنے گھر واپسی کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت حلیمہ اپنی

(سواری کی) گدھی کی تیز رفتاری وسبقت کا ذکر کیا، جب کہ پہلے وہ کمزور اور سست رفتار تھی، یہاں تک کہ عورتیں کہنے لگیں کہ خدا کی قسم حلیمہ بڑی شان والی ہوگئی ہے۔(فرماتی ہیں کہ) پھر ہم لوگ بنوسعد کے علاقے میں پہنچ گئے اور میں اللہ کی زمینوں میں اس سے زیادہ بنجر اور بے آب وگیاہ زمین نہیں جانتی تھی (لیکن اس کے باوجود) اگر میری بکریاں چرنے کے لئے جاتیں تو شام کو بھرے پیٹ واپس آتیں، اور ہم جس قدر چاہتے ان کا دودھ دوہ لیتے تھے اور ہمارے آس پاس میں کوئی ایسا نہیں تھا جو اپنی کسی بھی بکری سے ایک قطرہ بھی دودھ پاتا رہا ہو، اور ان کی بکریاں شام کو بھوکی واپس ہوتیں، اور وہ سب اپنے چرواہوں سے کہتے برا ہو تمہارا دیکھو ابو ذویب کی بیٹی کی بکریاں کیسا چرتی ہیں تم لوگ بھی انھیں کے جانوروں کے ساتھ چرایا کرو تو وہ لوگ بھی ہماری بکریوں کے ساتھ اپنی بکریاں چرانے لگے، لیکن اس کے باوجود ان کی بکریاں بھوکی لوٹتیں، اور ان میں ایک قطرہ دودھ نہ ہوتا، اور ہماری بکریاں بھرے پیٹ اور دودھ سے بھری ہوئی لوٹتیں، اور ہم جس قدر چاہتے ان سے دودھ حاصل کرتے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ ان کی برکتیں دکھاتا رہا یہاں کہ وہ دو سال کے ہوگئے اور وہ اتنی تیزی سے بڑھ رہے تھے کہ عادتاً بچے اتنی تیزی سے بڑے نہیں ہوتے، اور بخدا وہ دو سال ہی میں خوب مضبوط اور طاقتور ہوگئے۔ پھر ہم انھیں ان کی ماں کے پاس واپس لے گئے اور ان سے اجازت لے کر انھیں پھر اپنے یہاں لے آئے اور دو تین ماہ قیام رہا۔

ایک بار جب وہ اپنے رضاعی بھائی کے ہمراہ ہمارے گھر کے پیچھے ہماری بکریوں کے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ ان کا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا ہمارے پاس آیا اور بولا: وہ قریشی بھائی جو ہے ناں! اس کے پاس سفید لباس میں ملبوس دو شخص آئے اور انھوں نے ان کو لٹا کر ان کا پیٹ پھاڑ دیا ہے۔

حلیمہ فرماتی ہیں کہ: یہ سن کر میں اور میرے شوہر دوڑتے ہوئے ان کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ کھڑے ہوئے ہیں اور ان کا چہرہ پیلا ہو رہا ہے۔ ان کے (رضاعی) باپ نے انھیں خود سے لپٹا لیا اور پوچھا، کیا ہوا میرے بیٹے؟ فرمایا: سفید لباس پہنے دو لوگ میرے پاس آئے انھوں نے مجھے لٹا کر میرے پیٹ کو شق کر دیا پھر اس میں سے کوئی چیز نکال کر اسے پھینک دیا پھر میرے پیٹ کو پہلے کی طرح کر دیا۔ ہم دونوں (یہ سن کر) انھیں اپنے ساتھ لے کر (گھر) واپس آگئے۔ میرے شوہر نے کہا: اے حلیمہ مجھے ڈر ہے کہ میرے اس بچے کو کوئی اثر ہو گیا ہے، چلو ان کو ان کے گھر والے کے حوالے کر آتے ہیں۔

پھر ہم انھیں لے کر ان کی ماں کے پاس آئے، وہ بولیں: انھیں واپس کیوں لے آئے تم لوگ تو انھیں اپنے پاس رکھنے کے لئے بڑے خواہش مند تھے، ہم نے کہا کہ ان کے ضائع ہونے کے ڈر اور حوادث زمانہ کے خوف سے (ہم انھیں واپس لے آئے ہیں)۔ حضرت آمنہ نے کہا کہ: اصل بات کیا ہے؟ تم دونوں مجھے حقیقت سے مطلع کرو، اور جب انھوں نے بڑا اصرار کیا تو ہم لوگوں نے ان کے صاحبزادے کے ساتھ جو کچھ پیش آیا اس سے انھیں باخبر کر دیا، انھوں نے فرمایا: تم میرے بیٹے کے سلسلے میں شیطان سے ڈر گئے؟ خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، شیطان کو اس تک راہ نہیں ہے۔ میرا یہ بیٹا بڑی شان والا ہے۔ کہو تو میں تمھیں ان کے بارے میں بتاؤں؟ ہم نے کہا ضرور بتایئے، بولیں کہ: جب یہ میرے پیٹ میں آئے تو میرا پیٹ اس قدر ہلکا تھا کہ اتنا ہلکا پیٹ کسی حمل میں نہیں رہا، اور جب یہ میرے پیٹ میں تھے تو مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ گویا میرے اندر سے ایک ایسا نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے، اور وقت ولادت یہ (زمین پر) اس طرح آئے کہ کوئی پیدا ہونے والا ایسا نہیں ہوتا ہے۔ یہ اپنے ہاتھوں پر بھروسہ کئے ہوئے تھے،

انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔(۱)

مسلم شریف میں ہے:

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے بچپن میں) بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ ان کے پاس جبریل (علیہ السلام) آئے اور انھیں پکڑ کر پیٹھ کے بل لٹا دیا اور ان کے پیٹ کو شق کر کے اس میں سے دل کو باہر نکالا پھر اس میں سے جمے ہوئے خون کا ایک چھوٹا ٹکڑا الگ کیا اور کہا کہ یہ شیطان کا حصہ ہے، پھر آپ کے قلب مبارک کو سونے کے ایک طشت میں آب زمزم سے دھویا پھر اسے ملا کر اس کی جگہ پر واپس رکھ دیا۔ بچے دوڑتے ہوئے ان کی ماں یعنی دائی ماں کے پاس آئے اور بولے کہ محمد کو قتل کر دیا گیا، تو لوگ ان کے پاس آئے اور دیکھا کہ ان کا رنگ بدلا ہوا ہے“۔(۲)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں آپ کے سینے پر اس سلائی کا اثر دیکھا کرتا تھا۔

صحیحین وغیرہ میں حضرت انس، حضرت ابوذر اور حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہم سے مروی حدیث اسراء و معراج میں ہے کہ شب معراج میں بھی آپ کے ساتھ شق صدر کا واقعہ پیش آیا۔ اللہ کا درود و سلام ہو آپ پر۔(۳)

مقصد یہ ہے کہ بنو سعد کی عورتوں کا آپ کو دودھ پلانا خاص طور پر (ان کے لئے) اور عام طور پر (سبھی قبیلے کے لئے) اس وقت اور اس کے بعد خیر و برکت کا موجب تھا۔ اور بالخصوص

---

(۱) سیرت ابن ہشام، ۱:۱۶۲-۱۶۵؛ و تاریخ طبری ۲:۱۵۸-۱۶۰۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء، حدیث رقم: ۲۳۶؛ مسند احمد، باقی مسند المکثرین، حدیث رقم: ۱۲۰۸۴، ۱۳۵۵۵، ۳:۱۲۱، ۱۴۹؛ و بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱:۱۴۷؛ و ابن حبان، الاحسان، ۸:۸۳

(۳) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء، حدیث رقم: ۲۳۷، ۲۳۸۔

جب غزوۂ حنین میں بنو سعد کی عورتیں دوسرے قیدیوں کے ساتھ گرفتار ہو کر آئیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے رحم کی طلبگار ہوئیں، اور آپ کو دودھ پلانے کے بدلے احسان وحسن سلوک کا مطالبہ کیا، تو اس وقت آپ نے بنو سعد پر بڑا احسان وکرم فرمایا۔

اور جب بنو سعد اسلام میں داخل ہوئے تو ان میں سے ایک شخص نے عرض کیا: ہم تو رشتے وتعلق والے ہیں اور اے اللہ کے رسول جو مصیبت ہم پر آئی ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے لہذا ہم پر کرم کیجئے اللہ آپ پر مہربانی فرمائے۔

بنو سعد کے خطیب زہیر بن صرد کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول قیدیوں کے باڑے میں آپ کی خالائیں اور آپ کو دودھ پلانے والیاں بھی ہیں، جن کے ذمے آپ کی پرورش تھی، اگر ہم نے حارث بن ابی شمر یا نعمان بن منذر کو دودھ پلایا ہوتا، اور پھر ان سے ہمیں یہ صورت حال پیش آتی جو آپ سے پیش آئی ہے، تو ہمیں ان سے نفع اور مہربانی کی امید ہوتی، اور آپ تو سب سے بہتر کفالت کرنے والے ہیں۔ پھر اس نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے: (جس میں انھوں نے حضور ﷺ سے عفو ودرگزر کی درخواست کی، آپ کے فضل وکرم کا ذکر کیا، اپنے قبیلے میں آپکی رضاعت اور آپ کو دودھ پلائے جانے کا حوالہ دیا، اور اپنے قبیلے کی احسان شناسی کا تذکرہ کیا۔ مترجم)

امنن علینا رسول اللہ فی کرم ☆ فانك المرء نرجوه وندخر

امنن علی بیضة قد عاقها قدر ☆ ممزق شملها فی دهرها غیر

ابقت لنا الدهر هتافا علی حزن ☆ علی قلوبهم الغمّاء والغمر

إن لم تدارکها نعمی تنشرها ☆ یا أرجح الناس حلما حین تختبر

امنن علی نسوۃ قد کانت ترضعها ☆ إذ فوك يملأه من محضها درر

امنن علی نسوۃ قد کانت ترضعها ☆ وإذ يزينك ما تأتي و ما تذر

لا تجعلنّا كمن شالت نعامتهم ☆ واستبقِ منا فإنا معشر زهر

إنا لنشكر للنعمى إذا كفرت ☆ و عندنا بعد هذا اليوم مدّخر

فالبس العفو من قد كانت ترضعه ☆ من أمهاتك إن العفو مشتهر

وإنا نؤمّل عفوا من تلبسه ☆ هذي البرية إذ تعفو و تنتصر

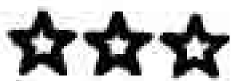
فاعفوا عفا الله عما أنت راهبه ☆ يوم القيامة اذ يهدى لك الظفر

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عریضہ سنا تو فرمایا:

اس (مال غنیمت) میں سے جو میرا اور بنو ہاشم کا حصہ ہے وہ اللہ کے لئے اور تم لوگوں کے لئے ہے۔ تو مسلمان بول اٹھے کہ جو ہمارا حصہ ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔

متعدد علمائے سیرت نے لکھا ہے کہ: ان (قیدیوں) کی تعداد تقریباً چھ ہزار تھی۔

ابو الحسن فارسی لغوی کہتے ہیں کہ: بنو سعد کا جو مال واپس کیا گیا وہ تقریباً پچاس کروڑ درہم کے برابر تھا۔



حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات ظاہرہ اور آپ کے اخلاق طاہرہ کا ذکر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی قامت کے تھے نہ بہت زیادہ لمبے تھے اور نہ بہت زیادہ قصیر القامت، نہ بہت زیادہ گورے چٹے تھے نہ زیادہ سانولے، آپ کے بال نہ بہت زیادہ گھنگھرالے تھے اور نہ بالکل سیدھے۔ جب آپ کا وصال ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ساٹھ سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ تو آپ کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔ (۱)

(۱) امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت طویل تھے نہ قصیر نہ اتنے سفید تھے کہ ناپسندیدہ ہو نہ زیادہ گیہواں رنگ والے تھے، نہ بہت گھنگھرالے بالوں والے تھے نہ بالکل سیدھے بالوں والے: اللہ تعالیٰ نے چالیسویں سال کے آغاز میں آپ کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے دس سال مکہ میں قیام کیا اور ساٹھویں سال کے شروع میں آپ کا وصال ہوا اور اس وقت آپ کے سر اور داڑھی میں بیس سفید بال نہیں تھے"
صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب صفۃ النبی ﷺ ومبعثہ وسنہ، حدیث رقم: ۴۳۳۰؛ مزید دیکھیے:
بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱:۲۰۳۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم متوسط القامت تھے، آپ کے پشت مبارک کا اوپری حصہ چوڑا تھا، آپ سارے لوگوں میں عظیم اور خوبصورت تھے۔ آپ کی زلف مبارک آپ کے کانوں تک پہنچتی تھی آپ کے جسم پر سرخ لباس تھا میں نے ان سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا"۔ دیکھیے:
صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، حدیث رقم ۳۲۸۷؛ وصحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب صفۃ النبی ﷺ ...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بڑا تھا، چہرہ گول، آنکھیں سیاہ، پلکیں لمبی، رخسار نرم، اور منہ بڑا تھا۔ آپ کا چہرہ ایسا چمکتا تھا جیسا چودھویں کا چاند، آپ کی داڑھی خوب گھنی تھی۔

مہر نبوت آپ کے دونوں کاندھوں کے درمیان تھی گویا پازیب کا بٹن ہو، آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان خاصہ فاصلہ تھا جنھیں آپ کے بال چھوا کرتے تھے اور کبھی چھوٹے ہوتے اور نصف کانوں تک پہنچتے۔ پہلے آپ بالوں کو لٹکاتے پھر مانگ نکالتے تھے۔ آپ کے شانوں، بازوؤں اور اوپر سینے پر بال تھے۔ ہاتھ خوب دراز تھے۔ قدم کشادہ تھے ہتھیلیاں وسیع تھیں، انگلیاں موٹی تھیں، پیٹ اور سینہ برابر تھے آپ کے کھلے اعضاء چمکتے تھے اور آپ کے کولھوں پر بہت کم گوشت تھا۔ جب چلتے تھے تو گویا ڈھلان پر اتر رہے ہوں یا جیسے ان کے لئے زمین کو لپیٹ دیا گیا ہو۔

ابو ہریرہ فرماتے ہیں:

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلنے میں) ہم لوگ جی جان سے کوشش کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ ہوتا کہ آپ کوئی پرواہ کئے بغیر آرام سے چلا کرتے تھے۔(۱)

(۱) "مَا رَأَیْتُ شَیْئًا أَحْسَنَ مِنَ النَّبِیِّ ﷺ کَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ، وَمَا رَأَیْتُ أَحَدًا أَسْرَعَ فِیْ مِشْیَتِهٖ مِنْهُ کَأَنَّ الْأَرْضَ تُطْوٰی لَهٗ، إِنَّا لَنُجْهِدُ وَإِنَّهٗ غَیْرُ مُکْتَرِثٍ" میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی، گویا آپ کے چہرۂ مبارک میں سورج گردش کر رہا ہو، اور میں نے کسی کو بھی چلنے میں آپ سے زیادہ تیز رفتار نہیں دیکھا گویا ایسا ہو کہ زمین آپ کے لئے لپیٹ دی گئی ہو ہم لوگ جی جان......... دیکھئے: سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا لباس زیب تن فرماتے تھے جو ستر پوشی کرے۔ آپ قمیص، پاجامہ اور اونی یمنی چادر پسند فرماتے تھے کبھی کبھی قبا اور ایسا جبہ زیب تن فرماتے تھے جس کی آستینیں تنگ ہوتی تھیں۔ شملے دار عمامہ پہنتے تھے جس سے نصف چہرہ بھی ڈھکا جا سکے۔ چادر و تہبند استعمال فرماتے تھے ملباس اور کھانے میں تکلف نہیں فرماتے تھے اور ان میں سے کبھی حلال چیز کو ٹھکراتے نہیں تھے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بڑے بہادر اور کرم گستری فرمانے والے تھے اور سخاوت میں کوئی آپ جیسا نہیں تھا اور نہ حق کے معاملے میں کوئی آپ سے زیادہ مضبوط دل والا تھا۔ آپ کے صحابہ کہتے ہیں: جب جنگ تیز ہوتی تو ہم حضور کی پناہ لیا کرتے تھے۔ (۱)

یوم حنین جب صحابہ کرام بچھڑ گئے اور پیچھے ہٹ گئے، صرف سو کے قریب لوگ رہ گئے، دشمن ہزاروں کی تعداد میں تھے، تیر و تلوار کی خوب تیاری کے ساتھ تھے، لیکن بایں ہمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر کو دشمنوں کے روبرو لے جاتے اور اپنے نام کا اعلان کرتے ہوئے فرماتے۔

أنا النبی لا کذب ☆ أنا ابن عبد المطلب

اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی ذات پر پورا بھروسہ تھا، اس کی مدد و نصرت اور اس کے وعدے کی تکمیل کا اور کلمۂ حق کی سربلندی کا پورا یقین تھا۔

---

(۱) امام احمد اپنی سند سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ: "لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْبَدْرِ اتَّقَيْنَا الْمُشْرِكِيْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَكَانَ أَشَدَّ النَّاسِ بَأْسًا" بدر کے دن ہم مشرکین سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لیا کرتے تھے۔ اور آپ سب سے زیادہ قوی تھے۔

دیکھئے: ...

اور واقعتاً مسلمانوں کو یونہی اللہ کی مدد حاصل ہوئی، دشمنوں کی پامالی ہوئی، وہ قیدیوں کی طرح لائے گئے اور ان کی اولادیں گرفتار ہوئیں۔ اور آپ کے صحابہ اس وقت لوٹے جب کہ (دشمنوں کے) قیدی اور شہسوار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پابہ زنجیر کھڑے تھے۔

حضور کی فیاضی وسخاوت تو ایسی تھی کہ کبھی بھی مانگنے والے سے "نا" نہیں فرمایا۔ اور جو پایا کبھی جمع نہیں کیا اور ضرورت ہونے پر بھی آپ دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا۔ آپ کا اخلاق سراسر قرآن تھا۔(۱)

بہت سے علماء کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ کتاب اللہ میں جو کچھ کرنے کے لئے کہا گیا ہے آپ وہی کرتے تھے اور جس سے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے آپ اس سے دور رہتے تھے۔ جس چیز کی ترغیب دی گئی ہے اس کی طرف سبقت فرماتے تھے اور جس کے بارے میں توبیخ آئی ہے اس سے سب سے زیادہ دور رہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ن والقلم وما یسطرون ، ما أنت بنعمة ربك بمجنون و إن لك لأجرا غير ممنون و إِنَّكَ لَعَلىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ" (القلم: ۱-۴) (ن، قسم ہے قلم کی اور جو لکھ رہے ہیں، آپ اپنے رب کی نعمت سے مجنون نہیں ہو، اور بیشک آپ کے لئے بے حساب اجر ہے، اور بلا شبہ آپ اخلاق عظیم پر فائز ہیں۔)

بہت سے علمائے سلف نے فرمایا ہے کہ اس کا معنی ہے: آپ بہت عظیم دین پر ہیں۔

عبد اللہ بن سلام فرماتے ہیں:

جب اللہ کے رسول مدینہ تشریف لائے تو میں بھی ان سے دور دور رہنے والوں میں

(۱) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل، حدیث رقم: ۱۷۳۳۔

تھا۔ لیکن جب میں نے آپ کا چہرہ دیکھا تو جان لیا کہ یہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں ہو سکتا، اور پہلی بات جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی وہ آپ کا یہ ارشاد تھا۔

"یا أیها الناس أفشوا السلام، وأطعموا الطعام، وصلوا الأرحام، وصلوا بالليل والناس نيام تدخلوا الجنة بسلام"۔(۱) (اے لوگو! سلام کو عام کرو، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور جب رات کو لوگ سو رہے ہوں تو نماز پڑھو۔ (یوں) جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ۔)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدائش سے بعثت تک اور بعثت سے وصال تک ہمیشہ تمام اچھی صفات سے متصف رہے جیسے: صدق، امانت، صدقہ، صلہ رحمی، پاکیزگی، کرم، شجاعت، شب بیداری، ہر حال و ہر لحظہ اللہ کی اطاعت، وسیع علم، زبردست فصاحت، مکمل خیر خواہی، محبت، شفقت، رحمت، ہر ایک کے ساتھ احسان اور فقراء، حاجتمندوں، یتیموں، بیواؤں، کمزوروں اور بے سہاروں کی غمگساری وغیرہ۔

اور ان سب کے ساتھ آپ خوبصورت ہیئت و شکل کے مالک، حسین و جمیل، انوکھی اور دلکش صورت والے، اور اپنی قوم میں بھی سب سے بلند و عظیم نسب والے تھے۔ جو قوم کہ روئے زمین میں سب سے اعلیٰ نسب والی اور اپنے وطن و مسکن کے اعتبار سے سب سے افضل تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ" (اللہ زیادہ جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں رکھے) (انعام، ۱۲۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَى مِنْ وَلَدِ إِبْرَاهِيمَ إِسْمَاعِيلَ

---

(۱) سنن ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب ما جاء فی صفۃ الاوانی والحوض، حدیث رقم ۲۴۸۵

وَاصْطَفٰی مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيلَ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰی مِنْ كِنَانَةَ قُرَيْشًا وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ" اللہ تعالیٰ نے ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد سے اسماعیل (علیہ السلام) کو چنا، بنو اسماعیل سے بنو کنانہ کو منتخب کیا، بنو کنانہ سے قریش کا انتخاب کیا، قریش سے بنو ہاشم کو چنا، اور مجھ کو بنو ہاشم میں سے منتخب فرمایا۔(۱)

حاکم نے اپنی مستدرک میں ابن عمر سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کی تخلیق کی اور ان میں سے سب سے بلند آسمان کو منتخب کیا اور پھر اپنی مخلوق میں سے جسے چاہا اس میں آباد کیا، پھر تمام مخلوقات کی تخلیق کی اور اپنی مخلوق میں سے بنو آدم کو اختیار کیا اور بنو آدم میں سے عرب کو، عرب میں مضر کو، مضر میں قریش کو، قریش میں بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے پسند کیا۔ لہٰذا میں انتخابوں کا انتخاب ہوں، تو جس نے عرب سے محبت کی اس نے گویا میری محبت کے سبب اُن سے محبت کی، اور جس نے عرب سے نفرت کی تو اس نے مجھ سے بغض کے سبب ان سے نفرت کی۔

حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مجھ سے جبریل نے کہا: میں نے زمین کے مشرق ومغرب کو الٹ ڈالا لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے افضل کسی کو نہیں پایا اور میں نے زمین، مشرق ومغرب کو کھنگال ڈالا لیکن بنی ہاشم سے افضل کسی نسل کو نہیں پایا۔

حافظ بیہقی فرماتے ہیں کہ: واثلہ بن الاسقع کی گزشتہ حدیث ان روایات کی شاہد ہے۔

(۱) سنن امام ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل النبی ﷺ، حدیث رقم: ۳۶۰۵؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ، حدیث رقم: ۴۲۲۱۔ مزید دیکھئے: الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، ۸: ۸۱۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب جو اپنی قوم کے دین پر رہتے ہوئے بھی آپ کا دفاع اور آپ کی حمایت کرتے تھے، ابن اسحاق نے ان کے جو (نعتیہ) اشعار ذکر کئے ہیں انہی میں سے ہے۔

إذا اجتمعت یوما قریش لمفخر ☆ فعبد مناف سرها و صمیمها

فإن حصلت أشراف عبدمنافها ☆ ففی هاشم أشرافها و قدیمها

و إن فخرت یوما فإن محمداً ☆ هو المصطفی من سرّهلو کریمها

(یعنی اگر قریش کے لوگ فخر و شرف کے لئے اکٹھا ہوں تو بنو عبد مناف پر فخر کریں، اس لئے کہ وہی قریش کا جوہر اور اس اصل ہیں، اور اگر بنو عبد مناف میں دیکھیں تو ان کے سب اشراف و بزرگ بنو ہاشم میں ہیں۔ اور اگر بنو ہاشم بھی فخر کریں تو اس کے لئے محمد (ﷺ) کی ذات ہے، وہ بنو ہاشم میں منتخب، ان کی صفات کا نچوڑ اور ان میں بزرگ ترین ہیں۔)

عباس بن عبد المطلب کہتے ہیں اور ایک روایت میں ان کے بجائے عباس ابن مرداس سلمی کا نام ہے:

من قبلها طبت فی الظلال و فی ☆ مستودع حیث یخصف الورق

ثم هبطت البلادلا بشر أنـــ ☆ ـــت و لا مضغة و لا علق

بل نطفة ترکب السفین و قد ☆ ألجم نسرا و أهله الغرق

حتی احتوی بیتك المهیمن من ☆ خندف علیاء تحتها النطق

و أنت لما ولدت أشرقت الـ ☆ أرض و ضاءت بنورك الأفق

فنحن فی ذلك الضیاء وفی الـ ☆ نور و سبل الرشاد نخترق



فیضان مدینہ پبلیکیشنز کی لاجواب کتب

- شرک کی حقیقت
- غیر مقلدین کو دعوت انصاف (اول) (مطبوعہ)
- غیر مقلدین کو دعوت انصاف (دوم) (مطبوعہ)
- غیر مقلدین کو دعوت انصاف (سوم) (مطبوعہ)
- غیر مقلدین کو دعوت انصاف (چہارم)
- مجموعہ تصانیف حضرت علامہ محمد اسماعیل نقشبندی علیہ الرحمۃ
- دیو بند کا نیا دین
- سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت و نورانیت
- دیو بندیوں سے لاجواب سوالات
- مجموعہ رسائل مفتی محمد شفیع جماعتی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: فیضان مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کاموکی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جشنِ ولادتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

تصنیف : امام المحدثین حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ : ابوالبرکات مفتی محمد ثاقب اختر القادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

"تعارف مصنف"

ابوالفضل علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوابکر بن محمد سیوطی شافعی رحمۃ اللہ کی ذات محتاج تعارف نہیں آپ شب یک شنبہ کو ماہ رجب ۸۴۹ ھجری کو قاہرہ میں پیدا ہوئے اور علامہ بلقینی، شرف مناوی، جلال محلی، زین الحنفی محی الدین کافیجی اور تقی الدین شمنی جیسے جلیل القدر اساتذہ سمیت ۱۵۰ شیوخ سے تحصیل علم فرمائی۔ صغر سنی میں ہی تحریر و تالیف کی طرف تحریر و متوجہ ہوئے آپ کے شاگرد شمس الدین الدواری المالکی طبقات المفسرین الکبریٰ آپ کی سرعت قلم کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

"میں نے شیخ کو ایک روز میں تین رسائل تالیف و تحریر کرتے ہوئے مشاہدہ کیا باوجود اس کے کہ وہ حدیث شریف کا املاء بھی کراتے تھے اور اس سے متعارض احادیث وغیرہ کے عمدہ جواب بھی عنایت فرماتے تھے"

آپ امراء اور اصحاب اقتدار کی کاسہ لیسی سے دور مستغنی عن الدنیا تھے۔ آپ کی خدمت میں جب یہ لوگ حاضر ہوتے تو آپ نہ تو ان کے استقبال کے لئے قیام فرماتے اور نہ ہی ان کے ہدیوں کو قبول کرتے۔ ایک مرتبہ بادشاہ وقت نے آپ کی خدمت میں ایک غلام اور ہزار دینار نذر بھیجی تو آپ نے دینار واپس فرمادئے اور غلام کو آزاد کر کے نبی کریم ﷺ کے در اقدس کا خادم بنادیا اور شاہی قاصد سے یہ کہلوا بھیجا۔

"دوبارہ ہمیں ہدیہ نہ بھیجنا کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں غنی فرمادیا ہے"

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی تفوق و برتری اور جلالت شان کا اندازہ علامہ ملا علی قاری صاحب مرقات کی اس عبارت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے

"خاتمۃ المحدثین آخر المجتہدین شیخ مشائخنا جلال الدین السیوطی" (مرقات ج ۱)

رب قدوس کے اس باکرامت ولی و شاندار عالم نے ایک عالم کو اپنے انوار قدسیہ سے تابانی بخشی کہ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۹۱۱ ھجری کو شب جمعہ اس دنیا سے پردہ فرمایا۔

آپ کی مشہور تالیفات یہ ہیں۔

الدر المنثور فی التفسیر بالماثور	الاتقان فی علوم القرآن	الاکلیل فی استنباط التنزیل	المزہر فی علوم اللغۃ
جامع الاحادیث الکبیر	جامع الاحادیث الصغیر	الاشباہ والنظائر النحویہ	الحاوی للفتاوی
تکملہ تفسیر الشیخ جلال الدین المحلی	مجمع البحرین و مطلع البدرین فی التفسیر	تناسق الدرر فی تناسب السور	التحبیر فی علوم التفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ بعد حمد وصلوۃ ماہ ربیع الاول میں میلاد شریف منانے کے متعلق سوال ہوا کہ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ اور وہ قابل تعریف ہے یا مذموم اور اس کے کرنے والے کو ثواب دیا جائے گا یا نہیں؟

الجواب: ے نزدیک میلاد شریف کا اصل عمل یعنی لوگوں کا اکٹھا ہو کر قران مجید کی تلاوت کرنا اور ان احادیث کریمہ کا پڑ جن میں سرکار کے ابتدائی حالات اور آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش شریف کی نشا ں کا ذکر ہے پھر یہ کہ ان کے لئے دسترخوان بچھانا کہ وہ کھانا تناول کر کے واپس چلے جائیں یہ عمل بغیر کسی زیادتی کے بدعت حسنہ میں سے ہے۔ جس کے کرنے والے کو ثواب دیا جائے گا کیونکہ اس میں سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کی تعظیم اور میلاد شریف پر خوشی کا اظہار ہے۔ اور سب سے پہلے جس نے اس کو ایجاد کیا وہ اربل کے بادشاہ ملک مظفر ابو سعید کوکبری ابن زین الدین علی تھے جو کہ ذی وقار اور سخی بادشاہوں میں سے تھے۔ ان کی کئی اچھی یادگاریں انہوں نے ہی کاسیوں کے پہاڑوں پر جامع مظفری تعمیر کرائی تھی۔

شاہ مظفر اور اس کی منعقد کردہ محفل میلاد کا تذکرہ: ۔ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ شاہ مظفر میلاد شریف مناتا اور شاندار محفل منعقد کرتا تھا۔ وہ ایک قوی بہادر عقلمند اور عادل تھا۔ باری تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور اسے بلند درجہ عطا فرمائے۔

حضرت شیخ ابو الخطاب بن دحیہ نے ملک مظفر کے لئے میلاد شریف کے بارے میں ایک کتاب لکھی اور اس کا نام "التنویر فی مولد البشیر النذیر" رکھا جس پر بادشاہ نے اسے ایک ہزار دینار انعام دیا۔ اس کی بادشاہت کافی عرصہ تک قائم رہی

یہاں تک کہ وہ عکا نامی شہر کے فرنگیوں کے محاصرہ کی حالت میں (۶۳۰ھ) میں جاں بحق ہوگیا۔ سبط ابن جوزی نے "مراۃ الزمان" میں فرمایا کہ کسی محفل میلاد میں مظفر کے دسترخوان پر حاضر ہونے والے ایک شخص نے بتایا کہ اس نے اس دسترخوان پر پانچ ہزار بھنی ہوئی بکریوں کے سر، دس ہزار مرغیاں، سو گھوڑے، ایک لاکھ دہی، اور تین لاکھ حلوے کی پیالیاں شمار کیں۔ اور انہوں نے کہا کہ وہ میلاد شریف میں تمام بڑے علماء اور صوفیاء کو جمع کرتا انہیں خلعت پہناتا اور جاگیریں عطا کرتا، صوفیاء کے لئے ظہر سے فجر تک محفل سماع منعقد کرتا اور ان کے ساتھ (وجد کی حالت میں) رقص کرتا وہ میلاد شریف میں ہر سال تین لاکھ خرچ کرتا تھا۔ اور محفل میں آنے والے ہر طرح اور ہر جگہ کے مہمانوں کے لئے اس کے پاس ایک مہمان خانہ تھا۔ جس کے انتظام پر وہ ہر سال ایک لاکھ دینار خرچ کرتا۔ ہر سال دو لاکھ دینار سے قیدیوں کو خرید کر آزاد کرتا تھا۔ اور حرمین شریفین کے راستوں میں پانی کی فراہمی پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا اور یہ سب خرچ ان صدقات کے علاوہ ہے جو وہ خفیہ طور پر کرتا تھا۔ ملک مظفر کی اہلیہ ربیعہ خاتون جو کہ شاہ صلاح الدین کی بہن ہیں وہ بیان کرتی ہیں کہ ملک مظفر کی قمیص پانچ درھم کے برابر کی بھی نہ تھی چنانچہ ایک مرتبہ جب اس نے اسے ملامت کی تو اس نے جواب دیا۔ "میرا پانچ درھم کے کپڑوں کو پہننا اور باقی کو صدقہ کرنا اس سے بہتر ہے کہ میں قیمتی کپڑا پہنوں اور فقیر اور مسکین کو جھڑک دوں"

ابن خلکان حافظ ابوالخطاب دحیہ کے حالات میں لکھتے ہیں "وہ بڑے علماء اور فضلاء میں سے تھے۔ مغرب (افریقہ) سے نکل کر شام اور عراق میں داخل ہوئے اربل سے ۶۰۴ھ میں گزرے وہاں کے سلطان معظم مظفر الدین بن زین الدین سے ملے جو

کہ میلاد شریف کا اہتمام کرتے تھے تو ان کے لئے کتاب "التنویر فی مولد البشیر النذیر" تالیف کی اور خود ان کے پاس اسے پڑھا جس پر بادشاہ نے ایک ہزار دینار کا ہدیہ پیش کیا۔ اور ہم نے ۶۲۵ھ میں بادشاہ کے ساتھ چھ مجالس میں اسے سنا۔

علامہ فاکھانی کے میلاد شریف پر اعتراضات

متاخرین مالکی علماء میں سے شیخ تاج الدین عمر بن علی سکندری المعروف فاکھانی نے یہ دعوی کیا کہ میلاد منانا بدعت مذمومہ ہے اور اس موضوع پر ایک کتاب لکھی۔ جسے "المورد فی الکلام علی عمل المولد" کا نام دیا میں اسے یہاں مکمل طور پر نقل کروں گا اور پھر اس پر تفصیلی کلام کروں گا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

"تمام خوبیاں باری تعالی کے لئے ہیں جس نے ہمیں سید المرسلین ﷺ کی اتباع کرنیکی توفیق عطا کی دین کی اساس کی طرف ہدایت سے ہماری تائید فرمائی اور سلف صالحین کے آثار کی پیروی میں آسانی عطا فرمائی تاکہ ہمارے قلوب علم شرع کے انوار اور حق مبین کے مضبوط دلائل سے بھر جائیں اور ہمارے باطن کو دین میں نئی باتیں اور بدعتیں پیدا کرنے سے پاک فرمایا میں اس کی حمد اور شکر کرتا ہوں کہ اس نے یقین کے انوار عطا فرما کر احسان کیا اور دین کی مضبوط رسی سے چمٹے رہنے کی نعمت عطا فرمائی۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اَللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول اور سب اگلوں اور پچھلوں کے آقا ہیں۔

"صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین صلاۃ دائمۃ الی یوم الدین۔"

بعد حمد وصلوۃ کچھ خوش بختوں نے ربیع الاول میں بعض لوگوں کی محفل کے

بارے میں سوال کیا جسے وہ میلاد کا نام دیتے ہیں کہ اس کی شرع میں کوئی اصل ہے یا وہ بدعت ہے انہوں نے اس کے متعلق واضح دلیل چاہی ہے چنانچہ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں اور اللہ کی طرف سے توفیق ہے۔ میں اس اجتماع کی دلیل کتاب وسنت میں نہیں جانتا اور ان علماء میں سے کسی سے بھی یہ عمل منقول نہیں جو دین کے رہنما اور سلف صالحین کے طریقے پر عمل پیرا ہیں۔ بلکہ یہ بدعت ہے جسے بے کار اور اہل شہوت نے ایجاد کیا ہے اور پیٹوؤں نے اس کا اہتمام کیا ہے اور اس کے بدعت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب ہم اس پر احکام خمسہ کا اطلاق کریں تو یا تو ہم یہ کہیں گے یہ واجب ہے یا مندوب یا مباح یا مکروہ یا حرام ہے۔ اور اجماعاً یہ واجب نہیں ہے۔ اور یہ مندوب بھی نہیں ہے اس لئے کہ حقیقت میں مندوب اس فعل کو کہتے ہیں جسے شرع طلب کرے لیکن اس کے ترک کرنے پر مذمت نہ کرے اور میرے علم میں اس کی اجازت نہ تو شریعت نے دی ہے۔ اور نہ ہی اسے صحابہ یا تابعین یا دین دار علماء نے انجام دیا ہے۔ اور بارگاہ الٰہی میں بھی اگر مجھ سے سوال کیا جائے گا تو میرا جواب یہی ہوگا۔ اور یہ عمل مباح بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ دین میں بدعت نکالنا بالاتفاق جائز نہیں۔ تو اب صرف مکروہ یا حرام کا حکم باقی رہا اور اب دو فصلوں میں اس پر کلام ہوگا۔ اور دونوں حالتوں (مکروہ وحرام) کے درمیان فرق واضح کیا جائے گا ایک تو یہ کہ آدمی خود اپنے مال سے اپنے اہل خانہ و عزیز واقارب کے لئے اس کا اہتمام کرے جو کہ اس اجتماع میں کھانا کھانے کے علاوہ کسی عمل کی زیادتی نہ کریں۔ اور نہ ہی کوئی گناہ کا کام کریں۔ اور اس کو ہم بدعت مکروہ اور برا کام کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ فعل متقدمین اہل طاعت یعنی فقہاء اسلام علماء انام نے نہ فرمایا جو کہ خورشیدان زمان اور زینت جہاں تھے۔

دوسرا یہ کہ اس عمل میلاد میں گناہ کے کام بھی داخل ہو جائیں کہ کوئی آدمی کوئی چیز اپنے نفس کی طلب اور دلی تکلیف کے باوجود دے دے اسے علماء کرام نے فرمایا کہ اخذالمال بالحیاء کا خذہ بالسیف (شرم کے ذریعے کسی سے مال لینا ایسا ہی ہے کہ جیسا تلوار کے ذریعے لینا) خصوصا جب اس کے ساتھ بھرے پیٹوں کے ساتھ لہو ولعب کے آلات دفوں اور۔ شبابات کے ذریعے موسیقی اور مردوں کا بے ریش لڑکوں اور فتنہ پرور عورتوں کے ساتھ اجتماع ہو اور جسم کو بل دے کر اور تحرک کر رقص ہو لہو میں استغراق ہو اور آخرت کے دن کو فراموش کر دیا گیا ہو۔ اس طرح اس وقت بھی یہ عمل مذموم ہے۔ جب کہ عورتیں الگ جمع ہوں اور بلند آواز سے شعر پڑھ رہی ہوں۔ یا شرعی اور عام طریقہ کی حد سے تجاوز کرنے پر آواز سے اللہ تعالی کے اس فرمان سے غافل ہو کر تلاوت یا ذکر کر رہی ہوں کہ ان ربک لبالمرصاد بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔ اور یہ ایسا عمل ہے کہ جس کے حرام ہونے میں کسی دو کا اختلاف نہیں۔ اور کوئی صاحب مروت اچھا نہیں سمجھ سکتا۔ بلکہ یہ عمل تو مردہ ضمیر اور برے گناہ پر ڈٹے رہنے والوں کو ہی اچھا لگ سکتا ہے۔ اور میں تمہیں یہ بتاؤں کہ ایسا عمل کرنے والے اسے برا نہیں جانتے بلکہ عبادت سمجھتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اسلام اپنے ابتدا زمانے میں اجنبی تھا اور عنقریب پہلے کی طرح ہو جائے گا اور اللہ ہی کے لئے ہمارے شیخ قشیری کی خوبی ہے کہ وہ ہمیں اپنے عطا کردہ تحفہ میں فرماتے ہیں۔

قد عرف المنکر واستنکر — المعروف فی ایا منا الصعبة

وصار اھل العلم فی وھدة — وصار اھل اجھل فی رتبة

حادو اعن الحق فما للذی — ساروابه فیھا مضی نسبة

فقلت للابرار اهل التقی والدین لما اشتدت الکربۃ
لاتنکروا احوالکم قدأتت نوبتکم فی زمن الغربۃ

ہمارے سخت دنوں میں برے کو اچھا اور اچھے کو برا سمجھ لیا گیا ہے اور اہل علم پستیوں میں اور جاہل بلندیوں میں پہنچ گئے۔ لوگ صراط مستقیم سے ہٹ گئے۔ تو حال کو ماضی سے کیا نسبت۔

میں نے نیک پرہیزگار اور دین دار لوگوں سے کرب کے عالم میں کہا کہ اپنی حالت پر ملامت نہ کرو کیونکہ تمہاری باری ہی اجنبی زمانہ میں آئی ہے۔

اور امام ابو عمرو بن العلا نے کیا ہی اچھا قول فرمایا ہے کہ مزید اس پر یہ کہ سرکار کا ماہ ولادت یعنی ربیع الاول بعینہ ماہ وفات بھی ہے۔ تو اس میں خوشی منانا غم منانے سے افضل نہیں۔ اور یہ وہ بات ہے۔ جس کا کہنا ہم پر لازم تھا اور اللہ تعالی کی بارگاہ سے حسن قبول کی امید ہے۔

علامہ فاکہانی کے اعتراضات کارد

یہ وہ اعتراضات ہیں جو فاکہانی نے اپنی کتاب مذکور میں لکھے ہیں اور میں (جواباً) کہتا ہوں کہ امام فاکہانی کا یہ قول کہ "میں اس میلاد کی کتاب اور سنت میں کوئی اصل نہیں جانتا" اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا اس میں علم کی نفی ہے نہ کہ وجود کی اور شیخ الاسلام امام الحفاظ ابن حجر عسقلانی نے حدیث سے اس کی دلیل نکالی ہے اور میں نے بھی اس کی دوسری دلیل کا استخراج کیا ہے اور اس بیان کے بعد عنقریب اس کا ذکر آئے گا۔ اور امام فاکہانی کا یہ قول "بلکہ وہ بدعت ہے جسے فارغ لوگوں اور شہوت نفس رکھنے والوں نے ایجاد کیا ہے اور پیٹوؤں نے اس کا اہتمام کیا ہے۔ ان کے اس قول تک" نہ ہی دین دار علماء نے "اس کا جواب یوں دیا جائے گا کہ پہلے گزر چکا کہ اسے ایک عادل بادشاہ نے شروع کیا اور باری تعالی کی بارگاہ میں اس سے تقرب چاہا اور اس محفل میں

علماء اور صلحاء بغیر کسی انکار کے حاضر ہوئے علامہ ابن دحیہ نے اسے پسند فرمایا اور اس وجہ سے کتاب لکھی تو ان دین دار علماء نے اسے پسند کیا ان سے خوش ہوئے۔ اور ان کو برنہ کہا علامہ فاکہانی کا یہ قول "نہ ہی یہ مندوب ہے کیونکہ مندوب کی حقیت یہ ہے کہ شرع اسے طلب کرے" اس کا جواب یہ ہے کہ مندوب میں طلب کبھی نص سے ہوتی ہے اور کبھی قیاس کے ذریعے اور اس بارے میں اگر چہ نص وارد نہیں لیکن دو دلیلوں پر قیاس موجود ہے جن کا ذکر آئے گا اور علامہ فاکہانی کا یہ قول" کہ یہ مباح بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ دین میں بدعت نکالنا اجماعا جائز نہیں" یہ قول قابل قبول نہیں کیونکہ بدعت حرام اور مکروہ میں منحصر نہیں بلکہ کبھی مباح مندوب اور واجب بھی ہوتی ہے۔ تہذیب الاسماء واللغات میں امام نووی نے فرمایا کہ بدعت شرع میں ایسی چیز کا ایجاد کرنا ہے۔ جو سرکار دو عالم ﷺ کے عہد مبارک میں نہ تھی، اور اس کی دو قسمیں ہیں "بدعت حسنہ اور بدعت قبیحہ۔ شیخ عز الدین بن عبد السلام نے "قواعد "میں کہا کہ بدعت کی چند قسمیں ہیں، بدعت واجبہ اور بدعت محرمہ، بدعت مندوبہ، بدعت مکروہہ، بدعت مباحہ، انہوں نے کہا کہ اس کے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ بدعت کو ہم شرعی قوانین پر پیش کریں اگر وہ ایجاب کے قوانین میں داخل ہے تو واجب ہے، یا تحریم کے قواعد میں ہے تو حرام ہے۔ اگر استحباب کے قوانین میں داخل ہے تو مستحب، مکروہ کے قوانین ہے تو مکروہ، مباح کے قوانین میں ہے تو مباح اور ان پانچ احکام کی مثالیں بھی ذکر فرمائیں۔ یہاں تک کہ یہ فرمایا "اور بدعت مندوبہ کی چند مثالیں ہیں جن میں سے مسافر خانے اور مدارس بنانا اور ایسا کام ایجاد کرنا جو عہد اول میں نہ تھا اور بدعت حسنہ میں سے تراویح بھی ہے اور تصوف کی باریکیوں میں کلام بھی اور علم مناظرہ بھی اور مسائل پر غور وخوض کے لئے للّٰہیت کے ساتھ علماء کی میٹنگ

بلانا اسی بدعت سے ہے۔ حضرت امام بیہقی نے مناقب شافعی میں اپنی سند کے ساتھ امام شافعی سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا بدعت دو قسموں کی ہے، پہلی قسم، وہ نیا کام جو کتاب وسنت یا قول صحابی یا اجماع کے خلاف ہو تو ایسا نیا کام بدعت ضلالہ ہے، دوسری قسم، وہ نیک کام جو ان میں سے کسی کے خلاف نہ ہو اور یہ نیا کام برا نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ماہ رمضان کے قیام جماعت تراویح کے بارے میں فرمایا "یہ کتنی اچھی بدعت ہے"۔ یہ امام شافعی کے کلام کا آخری حصہ ہے۔ جس کے ذریعے سے شیخ تاج الدین کے قول کو روکا جا سکتا ہے کہ انہوں نے فرمایا "میلاد شریف منانا مباح نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ فرمایا یہ وہی ہے جسے ہم بدعت مکروہہ کہتے ہیں، اس لئے امام شافعی کے کلام سے اس قول کو اس طرح رد کیا جا سکتا ہے کہ یہ نئے کاموں کی دو قسم ہے۔ جس میں کتاب سنت اثر اور اجماع کی مخالفت نہیں چنانچہ یہ بری نہیں جیسا کہ امام شافعی کی عبارت میں ہے اور یہ ان نیک کاموں میں سے ہے جن کا زمانہ اول میں وجود معلوم نہیں۔ اس لئے کہ کسی گناہ کا ارتکاب کئے بغیر صرف کھانا کھلانا نیکی کا کام ہے چنانچہ وہ بدعت مندوبہ میں سے ہے جیسا کہ ابن عبد السلام کی عبارت میں ہے اور علامہ فاکہانی کا قول دوسری بدعت کے بارے میں کہ دوسری قسم آخری کلام تک یہ کلام فی نفسہ صحیح ہے مگر یہ کہ اس میں تحریم ان حرام چیزوں کی وجہ سے آئی ہے جو کہ میلاد شریف کی محفل میں مل گئے نہ کہ میلاد شریف کے اجتماع کی وجہ سے بلکہ ان امور کی طرح نماز جمعہ کے اجتماع میں اگر کوئی چیز مل جائے اور واقع ہو جائے تو یہ قبیح اور شنیع ہو گا لیکن اس سے نماز جمعہ کے اصل اجتماع میں کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی جیسا کہ صاف ظاہر ہے۔ اور ہم نے دیکھا ان میں سے بعض امور رمضان کی راتوں میں تراویح کے لئے لوگوں کے اجتماع کے

وقت واقع ہوتے ہیں تو کیا ان امور کی وجہ سے تراویح کے لئے جماعت مذموم ہے۔ ہر گز نہیں بلکہ ہم یہی کہیں گے کہ نماز تراویح کے لئے اصل اجتماع سنت اور ثواب ہے۔ اور اس کے ساتھ چسپاں یہ امور قبیح اور برے ہیں اور اس طرح ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ میلاد کے شعار کے اظہار کے لئے اصل اجتماع مندوب اور باعث ثواب ہے۔ اور اس کے ساتھ ملے ہوئے یہ امور مذموم اور ممنوع ہیں اور علامہ فاکہانی کا قول "باوجود اس کے کہ وہ مہینہ جس میں سرکار پیدا ہوئے الی آخرہ" اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے یہ کہا جائے کہ بے شک سرکار علیہ الصلوۃ والتسلیم کی ولادت ہم پر عظیم ترین نعمت ہے۔ اور آپ کی وفات ہمارے لئے بڑی مصیبت ہے اور شریعت میں نعمتوں کے شکر و صبر اور سکون اظہار اور مصائب کے وقت انہیں چھپانے کا حکم دیا ہے۔ شرع مطہرہ نے ولادت کے وقت عقیقہ کا حکم دیا ہے اور یہ بچے کی ولادت پر شکر و فرح کا اظہار ہے۔ لیکن شرع نے موت پر ذبح یا کسی اور چیز کا حکم نہیں دیا بلکہ بین کرنے گھبراہٹ کا اظہار کرنے سے روکا ہے۔ چنانچہ شرعی قواعد اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس ماہ پاک میں سرکار ﷺ کی ولادت کی خوشی بہتر ہے نا کہ آپ کی وفات پر اس میں غم منانا۔ علامہ ابن رجب نے کتاب اللطائف میں رافضیوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا، یوم عاشورہ کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی وجہ سے یوم ماتم بنالینے پر فرمایا اللہ اور رسول نے انبیاء کرام پر مصائب اور انکی وفات کے ایام کو ماتم ٹھہرانے کا حکم نہ دیا تو اس شخصیت کے یوم وفات کو ماتم کس طرح بنایا جا سکتا ہے۔ جو رتبہ میں ان سے کم لوگوں میں سے ہیں۔

میلاد شریف کے بارے میں علامہ ابن الحاج کا کلام

امام ابو عبداللہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "المدخل" میں میلاد

شریف پر بحث کی اور اس میں بہت عمدہ کلام فرمایا اور اس کا لب لباب یہی ہے کہ اس میں شکر کے اظہار پر مشتمل افعال اچھے اور اس میں پائے جانے حرام اور برے کاموں کی مذمت ہے، اور میں ان کے کلام کو ایک ایک فصل کر کے بیان کروں گا۔

میلاد شریف کے بیان میں فصل

لوگوں کی ایجاد کردہ جملہ بدعات میں سے جن کو وہ بڑی عبادت گمان کرتے ہیں ماہ ربیع الاول میں منعقدہ محفل میلاد ہے اور یہ کئی بدعات اور ناجائز امور پر مشتمل ہوتی ہے۔ ان امور میں سے آلات موسیقی کا استعمال ہے ان کے ساتھ آلات طرب میں سے طار مصر مصر (دف کی طرح آلہ) شبابہ وغیرہ ہوتے ہیں جن کو وہ آلہ سماع قرار دیتے ہیں اور اس میں برے مقاصد میں مشغول رہتے ہیں کہ ان اکثر اوقات میں جنہیں اللہ تعالیٰ نے فضیلت اور عظمت عطا فرمائی یہ لوگ بدعات اور ناجائز امور میں مشغول رہتے ہیں۔ بلاشبہ اس مبارک رات کے علاوہ دوسری راتوں میں سماع میں جو قباحت ہے۔ وہ ہے تو کیسی قباحت ہوگی جب کہ یہ خرابیاں اس ماہ عظیم کی فضیلت کے ساتھ مل جائیں جسے اللہ تعالیٰ نے عظمت دی اور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری سے ہمیں عظمت دی۔ آلہ طرب اور سماع اور اس کرم والے مہینے کے درمیان کیا نسبت جس میں اولین و آخرین کے سردار کو مبعوث فرما کر ہم پر باری تعالیٰ نے احسان فرمایا اس لئے لازم ہے کہ اس دن پروردگار کی اس نعمت عظمیٰ پر شکرانے کے لئے عبادات اور اچھے کام زیادہ کئے جائیں۔ اگرچہ (خود) آقائے دو عالم ﷺ نے دوسرے مہینوں کے مقابلہ میں امت پر رحمت اور آسانی کی وجہ سے کچھ عبادات زیادہ نہ فرمائیں۔ کیونکہ سرکار ﷺ اس ڈر سے کسی مخصوص عمل کو ترک فرمادیا کرتے تھے کہ کہیں وہ ان کی امت پر فرض نہ ہو جائے لیکن

سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے پیر کے روزے کے متعلق سوال کرنے والے کا جواب دیتے ہوئے اس پر عظمت ماہ کی فضیلت کی طرف اشارہ فرمادیا کہ "یہ وہ دن ہے کہ جس میں میری پیدائش ہوئی۔ پس اس دن کی فضیلت اس ماہ پاک کی فضیلت کو شامل ہے۔ کہ جس میں سرکار ﷺ پیدا ہوئے۔ چنانچہ ہمیں چاہئے کہ ہم اس کے احترام کا حق ادا کریں۔ اور اس کے ساتھ اسی فضیلت کا معاملہ کریں جو باری تعالی نے دوسرے فضیلت والے مہینوں کو دی۔ اور ربیع الاول کا یہ مہینہ بھی انہیں فضیلت والے مہینوں میں سے ہے سرکار کے اس فرمان ذی شان کی دلیل سے کہ میں اولاد آدم کا سردار ہوں بغیر کسی فخر کے، آدم اور جوان کے بعد ہیں وہ میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور زمانوں اور جگہوں کی فضیلت ان عبادات کی وجہ سے ہوتی ہے کہ جن کا ان جگہوں میں ادا کرنا باری تعالی مخصوص فرماتا ہے کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ زمانے اور جگہیں اپنی وجہ سے قابل تعظیم نہیں بلکہ ان کو فضیلت مخصوص معانی کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے پس اس شرف کی طرف دیکھو جسے اللہ تعالی نے اس ماہ مبارک اور پیر کے روز کے ساتھ مخصوص فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھتے کہ اس دن کے روزہ میں عظیم فضیلت ہے کیونکہ حبیب کبریا ﷺ اس میں پیدا ہوئے چاہیئے کہ جب یہ ماہ مبارک شروع ہو تو اس کی تکریم و تعظیم کی جائے اور سرکار کی اتباع میں اس کے لائق احترام کیا جائے کہ نبی کریم ﷺ فضیلت والے اوقات کو نیکی اور کثرت خیرات کے ساتھ مخصوص فرمادیا کرتے تھے۔ کیا آپ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے اس قول کی طرف نہیں دیکھتے

"کان رسول اللہ ﷺ اجود الناس بالخیر و کان اجود مایکون فی رمضان"

رسول ﷺ لوگوں میں سخی ترین تھے۔ اور سب سے زیادہ سخاوت رمضان میں فرماتے تھے

(بخاری شریف)

چنانچہ آقائے دوعالم ﷺ کی طرح بقدر استطاعت ہمیں بھی فضیلت والے اوقات کی تعظیم کرنی چاہیئے۔

فصل

اگر معترض یہ اعتراض کرے کہ سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے ان فضیلت والے اوقات میں عبادات کا وہ التزام فرمایا جیسا کہ معلوم ہوا اور اس ماہ میں عبادات کا ایسا التزام نہیں فرمایا کہ جیسا دوسرے مقدس مہینوں میں فرمایا۔

تو جواب یہ ہے کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ سرکار ﷺ اپنی امت کیلئے آسانی چاہتے تھے خصوصاً ان معاملات میں جو آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص تھے۔ آپ نہیں دیکھتے کہ سرکار ﷺ نے اسی طرح مدینہ شریف کو حرم بنایا جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا تھا۔ لیکن باوجود اس کے اس کے شکار کے ہلاک کرنے میں اور درخت کے کاٹنے میں اپنی امت پر آسانی کے لئے اور رحم فرماتے ہوئے کوئی سزا نہیں رکھی پس سرکار ﷺ ان اعمال میں جو کہ سرکار ﷺ کی اپنی طرف سے ہوتے اگرچہ وہ اعمال فی نفسہا فضیلت اور خوبی والے ہوتے لیکن آپ اپنی امت سے تخفیف کے لئے انہیں چھوڑ دیتے چنانچہ اس بنیاد پر اس ماہ کی تعظیم اس میں ستھرے اعمال وصدقات کی زیادتی اور دوسرے نیک اعمال کرنے سے ہوگی تو جو ان سب نیک کاموں سے عاجز ہو تو کم از کم اسے اس ماہ کی تعظیم کے لئے حرام اور مکروہ چیزوں سے بچنا چاہیئے اگرچہ گناہوں سے اجتناب اس مہینے کے علاوہ بھی کرنا چاہیئے مگر اس ماہ کے احترام کے لئے زیادہ بچنا چاہیئے جیسے ماہ رمضان اور اشہر حرم میں اور دین میں بدعات پیدا کرنے اور

بدعت اورنامناسب جگہوں سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے اور بعض لوگ تو اس زمانہ میں اس کا الٹ کررہے ہیں کہ جب یہ ماہ مقدس شروع ہوتا ہے تو دف شبابہ اوران کے علاوہ چیزوں کے ساتھ کھیل کود کی طرف لپکتے ہیں۔ اور اے کاش کہ وہ صرف موسیقی کے آلات ہی بجاتے لیکن ان میں سے بعض لوگ تو یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ ادب ہے چنانچہ محفل میلاد کی ابتداء قرآن مجید کی تلاوت سے ہوتی ہے اور وہ ایسے آدمی کو ڈھونڈتے ہیں جو حیرانی اور ہیجان پیدا کرنے والے طریقہ کو زیادہ جانتا ہے اوراس میں کئی مفسدات ہیں پھر یہ کہ یہ لوگ ان مذکورہ چیزوں پر ہی اقتصار نہیں کرتے بلکہ بعض اس کے ساتھ مہلک امور بھی ملا دیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ گانے والا نوجوان خوبصورت اچھی آواز اور اچھے کپڑوں اور چال ڈھال والا ہو پھر وہ غزلیں پڑھتا ہے اور اپنی آواز و حرکات میں لچک پیدا کرتا ہے جس سے وہ اپنے ساتھ موجود بعض مرد وعورت کو فتنہ میں ڈال دیتا ہے آخر کار فریقین فتنے میں پڑ جاتے ہیں اور بے شمار مفسدات پیدا ہو جاتے ہیں اور اکثر یہ شوہر اور بیوی کے حال کے فساد تک پہنچا دیتے ہیں اور جدائی اور فوری تکالیف اور انتشار حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ مفاسد اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب میلاد میں سماع کا عمل کیا جا[ئے] چنانچہ اگر محفل میلاد اس سے خالی ہو اور صرف کھانا نیت میلاد سے کھلایا جائے اور لوگوں کو ملایا جائے اور پہلے ذکر کردہ ہر برائی سے بچا جائے تو یہ صرف باعتبار نیت کے بدعت ہے کیونکہ یہ دین میں زیادتی ہے گزرے ہوئے بزرگوں کے عمل سے نہیں اور سلف کی اتباع افضل ہے اوران میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں کہ اس نے میلاد کی نیت کی ہو۔ اور ہم تابع ہیں چنانچہ ہمارے لئے بھی اسی کام کی گنجائش ہے جس کی گنجائش ان کیلئے تھی۔

علامہ ابن الحاج علیہ الرحمہ کے کلام پر علامہ سیوطی علیہ الرحمہ کا تبصرہ:

ان ذکر کردہ باتوں کا لب لباب یہ ہے کہ میلاد مذموم نہیں بلکہ انہوں نے ان حرام اور بری باتوں کی مذمت کی ہے جن پر یہ محفل مشتمل ہوتی ہے۔ اور ان کا ابتدائی کلام اس بات میں صریح ہے کہ یہ مہینہ نیکی کے کاموں کی زیادت اور کثرت خیرات و صدقات اور ان کے علاوہ دوسرے نیکی کے کاموں کے ساتھ خاص کیا جائے اور یہ وہی عمل میلاد ہے کہ جسے ہم اچھا جانتے ہیں کیونکہ اس میں تلاوت قرآن اور کھانا کھلانے کے علاوہ کچھ نہیں اور یہ سب خیر نیکی اور ثواب ہے۔ لیکن آخر میں ان کا کلام کہ "یہ بدعت ہے" تو یا تو یہ اول کلام کے ساتھ متناقض ہوگا یا پھر بدعت حسنہ پر محمول ہوگا۔ جیسا کہ اس کا بیان کتاب کے شروع میں گزرا اور یا پھر اس بات پر محمول ہوگا کہ یہ اچھا کام ہے اور نیت میلاد اس میں بدعت ہے جیسا کہ اس کی طرف اس طرح اشارہ فرمایا کہ "وہ صرف باعتبار نفس نیت کے بدعت ہے ان میں سے کسی سے یہ منقول نہیں کہ اس نے میلاد کی نیت کی ہو"۔ پس اس کلام کا ظاہر یہ ہے کہ صرف میلاد کی نیت کرنا مکروہ ہے اور کھانا پکانا اور لوگوں کو دعوت دینا مکروہ نہیں اور تحقیقی نظر سے جب دیکھا جائے تو یہ ان کے ابتدائی کلام کے ساتھ میل نہیں کھاتا اس لئے کہ اس (ابتدائی کلام) میں نیکی کے کام زیادہ کرنے اور سرکار علیہ السلام کی پیدائش پر باری تعالیٰ کا شکر ادا کرنے پر ترغیب دلائی گئی اور یہی میلاد کی نیت کا معنی ہے تو یہ کس طرح مذموم ہو سکتا ہے حالانکہ پہلے اس پر ترغیب دی ہے۔ اور رہا بغیر کسی نیت کے نیکی کے افعال وغیرہ دوسری چیزیں انجام دینا تو اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور اگر متصور ہوں بھی تو نہ یہ عبادت ہوگا اور نہ ہی اس میں کوئی ثواب کیونکہ بغیر نیت کے کوئی عمل نہیں اور یہاں اس ماہ مبارک میں سرکار کو پیدا

فرمانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے علاوہ کوئی نیت نہیں اور یہی نیت میلاد کا مطلب ہے چنانچہ بے شک یہ ایک اچھی نیت ہے۔ فتامل

پھر علامہ ابن الحاج نے فرمایا" اور کوئی آدمی ایسا بھی ہوتا ہے جو صرف تعظیم کے لئے میلاد نہیں کرتا بلکہ اس کا بعض خوشی اور تہواروں میں دیا ہوا مال لوگوں کے پاس ہوتا ہے۔ جسے یہ دوبارہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور خود مانگتے ہوئے شرماتا ہے پس یہ محفل میلاد کرتا ہے تاکہ اس سبب سے لوگوں کے پاس جمع اپنا مال لیلیے۔ اس میں کئی مفاسد ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایسا آدمی صفت نفاق سے متصف ہوجاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اپنے باطن کے خلاف اظہار کرتا ہے کہ اس کا ظاہر حال تو یہ ہوتا ہے کہ وہ عمل مولد کر کے دار آخرت چاہ رہا ہوتا ہے اور اس کا قلبی حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کے ذریعے اپنے منتشر مال کو جمع کرے۔ اور بعض ایسے ہیں درہم جمع کرنے اور لوگوں کی تعریف اور تعاون حاصل کرنے کے لئے میلاد کرتے ہیں اور اس میں بھی کئی ظاہری خرابیاں ہیں اور علامہ ابن الحاج کی یہ عبارت پہلے ذکر کردہ عبارت کی طرز پر ہے۔ کہ میلاد میں برائی نیک نیتی نہ ہونے سے داخل ہوتی ہے نہ کہ اصل عمل میلاد برا ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ کا میلاد شریف کے متعلق نظریہ

شیخ الاسلام حافظ العصر ابوالفضل احمد بن حجر عسقلانی سے میلاد کے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے اس طرح جواب دیا" اصل عمل میلاد بدعت ہے جو قرون ثلاثہ میں کسی سلف صالح سے منقول نہیں لیکن باوجود اس کے کہ یہ چند اچھائیوں اور برائیوں پر مشتمل ہے تو جو اپنے عمل میں محاسن کی کوشش کرے اور برائیوں سے بچے تو اس کا یہ عمل بدعت حسنہ ہوگا۔ ورنہ نہیں آپ نے فرمایا اور میرے لئے اس کی ایک مظبوط دلیل ظاہر ہوئی۔ اور

وہ دلیل صحیحین میں موجود حدیث شریف ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو یہود کو یوم عاشورہ (۱۰ محرم) کا روزہ رکھتا ہوا پایا سرکار نے ان سے پوچھا تو عرض کرنے لگے کہ یہ وہ دن ہے جس میں باری تعالی نے فرعون کو غرق فرمایا اور حضرت موسی علیہ السلام کو نجات دی پس ہم اللہ تعالی کے شکر ادا کرنے کیلئے روزہ رکھتے ہیں اس حدیث میں رب کی نعمت کو ہمیشہ رکھنے اور عذاب کو دور کرنے کیلئے کسی یوم اللہ تبارک وتعالی کے احسان پر شکر ادا کرنے کیلئے کسی فعل وعمل کرنے کا ثبوت مستفاد ہوتا ہے اور ہر سال اسی جیسے دن میں یہ فعل بار بار کیا جاتا ہے اور باری تعالی کا شکر کئی اقسام کی عبادتوں سے ہوسکتا ہے۔ جیسے کہ سجدہ، روزہ، صدقہ اور تلاوت اور اس دن میں نبی رحمت ﷺ کی تشریف آوری سے بڑی کونسی نعمت ہے۔ چنانچہ چاہئے کہ اس خاص دن کو فضیلت دی جائے تاکہ یوم عاشورہ میں حضرت موسی علیہ السلام کے قصہ کے مطابق ہوجائے۔ اور جو اس کا لحاظ نہیں کرتا تو وہ میلاد کو اس ماہ کے کسی بھی دن منانے میں پرواہ نہیں کرتا۔ بلکہ ایک طبقہ نے تو اس میں وسعت اختیار کی اور اس عمل میلاد کو سال کے کسی بھی دن کی طرف نقل کردیا۔ اور اس میں جو ہے وہ ہے۔ اور یہ اصل عمل میلاد کے متعلق ہے۔ اور رہا اس میں معمولات کا مسئلہ تو چاہئے کہ اس میں صرف وہی اعمال کئے جائیں جن سے باری تعالی کا شکر مفہوم ہوتا ہے تلاوت کرنا کھانا کھلانا، صدقہ اور نعت یا ایسے اشعار پڑھنا جو اچھے اعمال اور آخرت کیلئے عمل کی طرف دل کو راغب کریں لیکن وہ افعال جو تبعاً اس میں کئے جاتے ہیں جیسے کہ سماع اور کھیل کود وغیرہ تو اس کے لئے یہ کہنا چاہئے جو ان کاموں میں سے جائز ہو اور اس دن کی خوشی کو بڑھاتا ہو تو اس کو اس دن کرنے میں کوئی حرج نہیں اور وہ کام جو حرام اور مکروہ ہو تو ان کو روکا جائے گا اور اسی طرح وہ افعال بھی جو کہ خلاف اولی ہیں۔

میں (علامہ سیوطی) کہتا ہوں کہ میرے لئے اس کی دلیل ایک اور اصل پر ظاہر ہوتی ہے جسے امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سرکار ﷺ نے نبوت کے بعد اپنی طرف سے عقیقہ کیا حالانکہ یہ وارد ہے کہ سرکار کے دادا عبدالمطلب نے سرکار کی طرف سے ولادت کے ساتویں روز عقیقہ کر دیا تھا اور عقیقہ دہرایا بھی نہیں جاتا تو اس کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ اس بات کے شکرانے کے طور پر کیا کہ باری تعالی نے انہیں رحمۃ العالمین بنایا اور اس پر کہ یہ امت کے لئے تعلیم ہے جیسا کہ آپ ﷺ خود پر درود پڑھتے تھے۔ بس ہمارے لئے سرکار ﷺ کے میلاد پر اجتماع کھانا کھلانا اس کے علاوہ نیکیوں اور اظہار مسرت کے ذریعے سے رب تعالی کے شکر کا اظہار کرنا مستحب ہے۔ پھر میں نے امام القراء شمس الدین ابن الجزری کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی کتاب "عرف التعریف بالمولد الشریف" میں فرمایا جس کی عبارت یوں ہے۔ "ابولہب کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا تو اس سے کہا گیا کہ تیرا کیا حال ہے تو اس نے کہا کہ جہنم میں ہوں مگر یہ کہ ہر پیر کی رات کو مجھ سے عذاب کو ہلکا کر دیا جاتا ہے۔ اور میں اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان اس قدر پانی چوستا ہوں اور اپنی انگلی کے سر کی طرف اشارہ کیا اور یہ اسی وجہ سے کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت اور ان کو دودھ پلانے کی خوش خبری دینے کے صلہ میں میں نے ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔ تو جب ابولہب جیسے کافر کو جس کی مذمت میں قرآن کی ایک پوری سورت نازل ہوئی جہنم میں نبی کریم ﷺ کی پیدائش کی رات اس کا صلہ دیا جا سکتا ہے۔ تو سرکار ﷺ کے میلاد پر مسرت کرنے والے اور اپنی قدرت واستطاعت کے مطابق سرکار ﷺ کی محبت میں مال خرچ کرنے والے مسلمان کا کیا حال ہوگا میری زندگی کی قسم اللہ کریم کے دربار سے اس

کی جزا ایسی ہوگی کہ وہ اپنے فضل سے اسے جنت کے باغات میں داخل فرمائے گا۔

شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کا میلاد کے متعلق کلام حافظ شمس الدین ابن ناصر الدین دمشقی نے اپنی کتاب "مورد الصادی فی مورد الهادی" میں فرمایا یہ روایت صحیح ہے کہ پیر کے روز ابولہب پر عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے میلاد کی خوشی میں اس کے ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے پھر یہ شعر لکھا۔

اذا كان هذا كافرا جاء ذمه...... وتبت يداه فى الجحيم مخلدا

اتى انه فى يوم الاثنين دائما...... يخفف عنه للسرور باحمدا

فما الظن بالعبدالذى طول عمره...... باحمد مسرورا ومات موحدا

ترجمہ:۔ جب کہ یہ کافر کہ جس کی مذمت قرآن میں وارد ہوئی کہ اس کے دونوں ہاتھ ٹوٹے اور ہمیشہ جہنم میں رہے گا اس کے بارے میں وارد ہے کہ پیر کے روز ہمیشہ سرکار ﷺ کی خوشی منانے کی وجہ سے اس کا عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے تو اس بندے کے متعلق کیا گمان ہے کہ جس کی عمر احمد مجتبیٰ ﷺ کی خوشی مناتے ہوئے گزری اور توحید پر اس کا انتقال ہوا۔

کمال الادفوی نے "الطالع السعید" میں فرمایا ہمیں ہمارے منصف دوست ناصر الدین بن محمود بن عماد نے بیان کیا ہے کہ بے شک ابوالطیب محمد بن ابراہیم السبتی المالکی نزیل قوص جو کہ اہل عمل علماء میں سے تھے سرکار ﷺ کے یوم میلاد پر مدرسے سے گزرتے تھے اور کہتے تھے کہ اے فقیہ یہ خوشی کا دن ہے بچوں کو واپس کر دو تو وہ ہمیں گھر بھیج دیتے اور یہ ان کے اس عمل کو صحیح اور برا نہ جاننے کی دلیل ہے اور یہ آدمی مالکی فقیہ کئی علوم کا حامل اور پرہیزگار تھا اس سے ابوحیان وغیرہ نے اکتساب فیض کیا اور ۶۹۵ھ میں انہوں نے وفات پائی۔

فائدہ: ۔ابن الحاج نے فرمایا کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ سرکار دو عالم کے وقت پیدائش کے ماہ ربیع الاول اور پیر کے روز کے ساتھ مخصوص فرمانے میں کیا حکمت ہے کہ سرکار کی پیدائش ماہ رمضان میں نہ ہوئی کہ جس میں لیلۃ القدر ہے اور نہ ہی حرمت والے مہینوں میں ہوئی اور نہ ہی پندرہ شعبان میں اور نہ ہی جمعہ کے دن میں اور رات میں؟ تو اس کا جواب چار طرح سے ہے۔

پہلا جواب

حدیث نبوی میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درخت کو پیر کے دن پیدا فرمایا۔

اس حدیث شریف میں اس بات پر بڑی تنبیہ ہے کہ غذا اور رزق کی اشیاء میوہ جات اور وہ مفید چیزیں کہ جن سے انسان نشو ونما پاتے ہیں اور جن کے ذریعہ زندہ اور خوش رہتے ہیں ان سب چیزوں کی پیدائش بروز پیر ہوئی۔

دوسرا جواب

لفظ ربیع میں اس کے اشتقاق کی طرف نسبت سے اشارہ اور نیک شگون ہے۔

حضرت ابو عبدالرحمٰن صقلی نے فرمایا۔

"لکل انسان من اسمہ نصیب"

ترجمہ: ۔ہر آدمی کے لئے اس کے نام سے حصہ ہوتا ہے۔

تیسرا جواب

موسم بہار معتدل ترین اور بہترین موسم ہے اور (اسی طرح) اس کی شریعت معتدل ترین اور کشادہ ترین شریعت ہے۔

چوتھا جواب

اللہ عزوجل حکیم اور پاک ہے اس نے اس زمانے کو سرکار ﷺ کے ذریعہ عزت بخشی چاہی پس اگر سرکار ﷺ پہلے ذکر کردہ اوقات میں پیدا فرمائے جاتے تو یہ وہم ہوسکتا تھا کہ سرکار علیہ السلام کو فضیلت ان اوقات کی وجہ سے ملی (چنانچہ باری تعالی نے ان اوقات میں سرکار کو پیدا نہ فرمایا)

تم الکتاب وللہ الحمد و المنۃ

حسن المقصد فی عمل المولد

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفی . وبعد فقد وقع السؤال عن عمل المولد النبوی فی شہر ربیع الاول ما حکمہ من حیث الشرع؟ وھل ھو محمود اومذموم؟ وھل یثاب فاعلہ او لا ؟"

والجواب :- عندی ان اصل عمل المولد الذی ھو اجتماع الناس وقراءۃ ماتیسر من القرآن وروایۃ الخبار الواردۃ فی مبدا امر النبی ﷺ وما وقع فی مولدہ من الایات ثم یمد لہم سماط یاکلونہ وینصرفون من غیر زیادۃ علی ذلک ھو من البدع الحسنۃ . التی یثاب علیہا صاحبہا لما فیہ من تعظیم قدر النبی ﷺ واظہار الفرح الاستبشار بمولدہ الشریف، واول من احدث فعل ذلک صاحب اربل الملک المظفر ابو سعید کوکبری بن زین الدین علی ابن بکتکین احدالملوک الامجاد والکبراء الأجواد وکان لہ آثار حسنۃ وھو الذی عمر الجامع المظفری بسفح قاسیون. قال ابن کثیر فی تاریخہ: کان یعمل المولد الشریف فی ربیع الاول ویحتفل بہ احتفالا ھائلا" وکان شہما شجاعا بطلا عاقلا عالما عادلا رحمہ الله واکرم مثواہ . قال : وقد صنف لہ الشیخ ابو الخطاب بن دحیۃ مجلدا فی المولد النبی سماہ التنویر فی مولد البشیر النذیر فاجازہ علی ذلک بألف دینار . وقد طالت مدتہ فی الملک الی ان مات وھو محاصر للفرنج بمدینۃ عکاسۃ ثلاثین وستمائۃ محمود السیرۃ والسریرۃ .

وقال سبط ابن الجوزی فی مرآۃ الزمان . حکی بعض من حضر سماط المظفر فی بعض الموالد انہ عد فی ذلک السماط خمسۃ آلاف راس غنم مشوی وعشرۃ آلاف دجاجۃ ومائۃ فرس ومائۃ الف زبدیۃ وثلاثین الف صحن حلوی . قال کان یحضر عندہ فی المولد أعیان العلماء والصوفیۃ فیخلع علیہم ویطلق لہم ویعمل للصوفیۃ سماعا من الظہر الی الفجر ویرقص بنفسہ معہم وکان یصرف علی المولد فی کل سنۃ ثلثمائۃ ألف دینار وکانت لہ دار ضیافۃ للوافدین من ای جہۃ علی ای صفۃ فکان یصرف علی ھذہ الدار فی کل سنۃ مائۃ ألف دینار وکان یستفک من الفرنج فیکل سنۃ ثلاثین ألف دینار ھذا کلہ سوی صدقات السر، وحکت زوجتہ ربیعۃ خاتون بنت أیوب أخت الملک الناصر صلاح الدین أن قمیصہ کان من

كرباس غليظ لايتساوى خمسة قراطيس فالت لصاحبه فى ذلك فقال لبسى ثوبا بخمسة واتصدق بالباقى خير من ان البس ثوبا مثمنا وادع الفقير والمسكين .

وقال ابن خلكان فى ترجمة الحافظ ابى الخطاب بن دحية : كان من اعيان العلماء و مشاهير الفضلاء قدم من المغرب فدخل الشام و العراق واجتاز باربل سنة اربع وستمائة فوجد ملكها المعظم مظفر الدين بن زين الدين يعتنى بالمولد النبوى فعمل له كتاب التنوير فى مولد البشير النذير وقرأه عليه بنفسه فأجازه بالف دينار قال : وقد سمعناه على السلطان فى ستة مجالس فى سنة خمس وعشرين وستمائة انتهى .

وقد ادعى الشيخ تاج الدين عمر بن على اللخمى السكندرى المشهور بالفاكهانى من متأخرى المالكية ان عمل المولد بدعة مذمومة والف فى ذلك كتابا سماه "المورد فى الكلام على عمل المولد" وانا اسوقه هنا برمته واتكلم عليه حرفا حرفا .

قال رحمه الله : الحمدلله الذى هدانا لاتباع سيد المرسلين وايدنا بالهداية الى دعائم الدين ويسر لنا اقتفاء آثار السلف الصالحين حتى امتلأت قلوبنا بانوار علم الشرع وقواطع الحق المبين وطهر سرائرنا من حدث الحوادث والابتداع فى الدين ، احمده على مامن به من انوار اليقين واشكره على مااسداه من التمسك بالحبل المتين . واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمد عبده و رسوله سيدالاولين والآخرين صلى الله عليه وعلى آله واصحابه وازواجه الطاهرات امهات المؤمنين صلاة دائمة الى يوم الدين .

امابعد فانه تكرر سؤال جماعة من المباركين عن الاجتماع الذى يعمله بعض الناس فى شهر ربيع الأول ويسمونه المولد هل له اصل فى لشرع اوهوبدعة وحدث فى الدين؟ وقصدوا الجواب عن ذلك مبينا والا يضاح عنه معينا فقلت بالله التوفيق : لا اعلم لهذا المولد اصلا فى كتاب ولاسنة ولاينقل عمله عن احد من علماء الأمة الذين هم القدوة فى الدين المتمسكون بآثار المتقدمين بل و بدعة احدثها البطالون وشهوة اعتنى بها الأكالون بدليل انا اذا ادرنا عليه الأحكام الخمسة قلنا اما ان يكن واجبا اومندوبا اومباحا "مكروها او محرما وليس بواجب اجماعا ولامندوبا لأن حقيقة المندوب ماطلبه الشرع من غير ذم على تركه وهذا لم يأذن فيه الشرع ولا فعله الصحابة ولا التابعون ولا العلماء المتدينون فيما علمت وهذا جوابى عنه بين يدى الله تعالى ان عنه سئلت ولا جائز ان يكون مباحا لأن

الابتداع في الدين ليس مباحا باجماع المسلمين فلم يبق الا ان يكون مكرها او حراما و حينئذ يكون الكلام فيه في فصلين و التفرقة بين حالين *

احدهما ان يعمله رجل من عين ماله لأهله و اصحابه و عياله لايجاوزون في ذلك الاجتماع على اكل الطعام ء لا يقترفون شيئا من الآثام و هذا الذي وصفناه بأنه بدعة مكروهة و شناعة اذلم يفعله احد من متقدمي اهل الطاعة الذين هم فقهاء الاسلام و علماء الأنام سرج الازمنة و زين الامكنة *

و الثاني ان تدخله الجناية و تقوى به العناية حتى يعطى احدهم الشي و نفسه تتبعه و قلبه يؤلمه و يوجعه لما يجد من الم الحيف و قد قال العلماء اخذ المال بالحياء كاخذه بالسيف لاسيما ان انضاف الى ذلك شيء من الغناء مع البطون الملأى بآلات الباطل من الدفوف و الشبابات و اجتماع الرجال مع الشباب المرد و النساء الفاتنات اما مختلطات بهن او مشرفات و الرقص بالتثني و الانعطاف و الاستغراق في اللهو و نسيان يوم المخاف و كذلك النساء اذ اجتمعن على انفرادهن رافعات اصواتهن بالتهييك و التطريب في الانشاد و الخروج في التلاوة و الذكر عن المشروع و الأمر المعتاد غافلات عن قوله تعالى (ان ربك لبالمرصاد) و هذ الذي لايختلف في تحريمه اثنان و لايستحسنه ذوو المروئة الفتيان و انما يحل ذلك لنفوس موتى القلوب و غير المستقلين من الآثا و الذنوب و ازيدك انهم يرونه من العبادات لا من الامور المنكرات المحرمات فانا لله و انا اليه راجعون بدالاسلام غريبا و سيعود كما بدا ،

و لله در شيخنا القشيري حيث يقول فيما اجازناه :

قد عرف المنكر و استكر ... المعروف في ايامنا لصعبة

و صار اهل العلم في وهدة ... و صار اهل الجهل في رتبة

حادوا عن الحق فما للذي ... ساروا به فيما مضى نسبة

فقلت للابرار اهل التقى ... و الدين لما اشتدت الكربة

لاتنكروا احوالكم قد اتت ... نوبتكم في زمن الغربة

و لقد احسن الامام ابو عمرو بن العلاء حيث يقول : لا يزال الناس بخير ماتعجب من العجب ، هذا مع ان الشهر الذي ولد فيه ﷺ . هو بعينه الشهر الذي توفي فيه فليس الفرح فيه باولى من الحزن فيه . و هذا ما علينا ان نقول و من الله تعالى نرجو حسن القبول *

هذا جميع ما اورده الفاكهاني في كتابه المذكور، واقول : اما قوله لا اعلم لهذا المولد اصلا في كتاب ولا سنة فيقال عليه نفي العلم لا يلزم منه نفي الوجود، وقد استخرج له امام الحفاظ ابو الفضل احمد بن حجر اصلا من السنة واستخرجت له انا اصلا ثانيا وسياتي ذكرها بعد هذا، وقوله : بل هو بدعة احدثها البطالون الى قوله ولا العلماء المتدينون يقال عليه قد تقدم انه احدثه ملك عادل وقصد به التقرب الى الله تعالى وحضر عنده لا فيه العلماء والصلحاء من غير نكير منهم وارتضاه ابن دحية وصنف له من اجله كتابا فهؤلاء علماء متدينون رضوه واقروه ولم ينكروه، وقوله ولا مندوبا لان حقيقة المندوب ماطلبه الشرع يقال عليه : ان الطلب المندوب تارة يكون بالنص وتارة يكون بالقياس وهذا وان لم يرد فيه نص ففيه القياس على الاصلين الآتي ذكرهما، وقوله ولا جائز ان يكون مباحا لأن الابتداع في الدين ليس مباحا باجماع المسلمين كلام غير مسلم لأن البدعة لم تنحصر في الحرام والمكروه بل قد تكون أيضا مباحة ومندوبة و واجبة قال النووي في تهذيب الأسماء واللغات البدعة في الشرع هي احداث مالم يكن في عهد رسول الله ﷺ وهي منقسمة الى حسنة وقبيحة، وقال الشيخ عز الدين بن عبدالسلام في القواعد البدعة : منقسمة الى واجبة و محرمة و مندوبة ومكروهة و مباحة قال : والطريق في ذلك ان نعرض البدعة على قواعد الشريعة فاذا دخلت في قواعد الايجاب فهي واجبة اوفي قواعد التحريم فهي محرمة او الندب فمندوبة او المكروه فمكروهة اوالمباح فمباحة، وذكر لكل قسم من هذ الخمسة امثلة الى ان قال : وللبدع المندوبة امثلة، منها احداث الربط ولمدارس وكل احسان لم يعهد في العصر الاول، ومنها التراويح والكلام في دقائق التصوف وفي الجدل، ومنها جمع المحافل للاستدلال في المسائل ان قصد بذلك وجه الله تعالى، وروى البيهقي باسناده في مناقب الشافعي عن الشافعي قال : المحدثات من الأمور ضربان، احدهما ما أحدث مما يخالف كتابا اوسنة او اثرا او اجماعا فهذه البدعة الضلالة، والثاني ما احدث من الخير لاخلاف فيه لواحد من هذا، وهذه محدثة غير مذمومة، وقد قال عمر رضي الله عنه في قيام شهر رمضان نعمت البدعة هذه يعني انها محدثة لم تكن و اذا كانت فليس فيها رد لما مضى. هذا آخر كلام الشافعي، فعرف بذلك منع قول الشيخ تاج الدين ولا جائز ان تكون مباحا الى قوله : وهذا الذي وصفناه بانه بدعة مكروهة الى آخره لأن هذا القسم مما احدث وليس فيه مخالفة

ل كتاب ولا سنة ولا اثر ولا اجماع فهي غير مذمومة كما في عبارة الشافعي وهو من الاحسان فهو من البدع المندوبة كما في عبارة ابن عبدالسلام ، وقوله : والثاني الى آخره هو كلام صحيح في نفسه غير ان التحريم فيه انما جاء من قبل هذه الاشياء المحرمة التي ضمت اليه لامن حيث الاجتماع لاظهار شعار المولد بل لو وقع مثل هذه الأمور في الاجتماع لصلاة الجمعة مثلا لكانت قبيحة شنيعة ولا يلزم من ذلك ذم اصل الاجتماع لصلاة الجمعة هو واضح ، وقد رأينا بعض هذه الأمور يقع في ليال من رمضان عند اجتماع الناس لصلاة التراويح فهل يتصور ذم الاجتماع لصلاة التراويح لأجل هذه الأمور قبيح وشنيع و كذلك نقول اصل الاجتماع لأظهار شعار المولد مندوب و قربة وماضم اليه من هذه الامور مذموم و ممنوع ، وقوله مع ان الشهر الذي ولد فيه الى آخره جوابه ان يقال اولا : ان ولادته ﷺ اعظم النعم علينا و وفاته اعظم المصائب ، وقد امر الشرع بالعقيقة عند الولادة وهي اظهار شكر وفرح بالمولود ولم يامر عند الموت بذبح ولا بغيره بل نهى عن النياحة واظهار الجزع فدلت قواعد الشريعة على انه يحسن في هذا الشهر اظهار الفرح بولادته ﷺ دون اظهار الحزن فيه بوفاته وقد قال ابن رجب في كتاب اللطائف في ذم الرافضة حيث اتخذوا يوم عاشوراء مأتما لأجل قتل الحسين لم يامر الله ولا رسوله اتخاذ ايام مصائب الأنبياء و موتهم مأتما فكيف ممن هو دونهم*

وقد تكلم الامام ابو عبد الله بن الحاج في كتابه المدخل على عمل المولد فاتقن الكلام فيه جدا ، وحاصله مدح ماكان فيه من اظهار شعار وشكر ، وذم مااحتوى عليه من محرمات ومنكرات ، وانا اسوق كلامه فصلا فصلا قال : (فصل في المولد) ومن جملة ما احدثوه من البدع مع عقادهم ان ذلك من اكبر العبادات واظهار الشعائر مايفعلونه في شهر ربيع الاول من المولد وقد احتوى ذلك على بدع و محرمات جملة فمن ذلك استعمالهم المغاني معهم آلات الطرب من الطار المصر صروالشبابة و غير ذلكقما جعلوه آلة للسماع ومضوا في ذلك على العوائد الذمية في كونهم يشتغلون في أكثر الازمنة التي فضلها الله تعالى وعظمها ببدع و محرمات ولا شك ان السماع في غير هذه الليلة فيه ما فيه فكيف به اذا انضم الى فضيلة هذا الشهر العظيم الذي فضله الله تعالى وفضلنا فيه بهذا النبي الكريم فآ لة الطرب والسماع أي نسبة بينهما وبين تعظيم هذا الشهر الكريم الذي من الله علينا فيه بسيد الاولين و الآخرين فكان يجب ان يزاد فيه من العبادات والخير شكراً للمولى على ما

لولانا به من هذه النعم العظيمة وان كان النبی ﷺ لم یزد فیه علی غیره من الشهور شیئا من العبادات وما ذاک الا لرحمة ﷺ بامته ورفقه بهم لانه علیه الصلاة والسلام کان یترک العمل خشیة ان یفرض علی امته رحمة منه بهم لکن اشار علیه السلام الی فضیلة هذا الشهر العظیم بقوله للسائل الذی ساله عن صوم یوم الاثنین : "ذاک یوم ولدت فیه" فتشریف هذا الیوم متضمن لتشریف هذا الشهر الذی ولد فیه فینبغی ان نحترمه حق الاحترام ونفضله بما فضل الله به الاشهر الفاضلة وهذا منها لقوله علیه السلام : " انا سید ولد آدم ولافخر " "آدم فمن دونه تحت لوائی " وفضیلة الازمنة والأمكنة بما خصها الله به من العبادات التی تفعل فیها لما قد علم ان الأمكنة والأزمنة لاتشرف لذاتها وانما یحصل لها التشریف بما خصت به من المعانی فانظر الی ماخص الله به هذا الشهر الشریف ویوم الاثنین الاتری ان صوم هذا الیوم فیه فضل عظیم لانه ﷺ ولد فیه ؟ فعلی هذا ینبغی اذا دخل هذا الشهر الکریم ان یکرم ویعظم ویحترم الاحترام اللائق به اتباعا له ﷺ فی کونه کان یخص الأوقات الفاضلة بزیادة فعل البر فیها وکثرة الخیرات الاتری الی قول ابن عباس : کان رسول الله ﷺ اجود الناس بالخیر وکان اجود مایکون فی رمضان . فنمتثل تعظیم الأوقات الفضلة بما امتثله علی قدر استطاعتنا فصل فان قال قائل قد الزم علیه الصلاة والسلام فی الأوقات الفاضلة ما التزمه مما قد علم ولم یلتزم فی هذا الشهر ما التزمه فی غیره فالجواب ان ذلک لما علم من عادته الکریمة انه یرید التخفیف عن أمته سیما فیما کان یخصه الاتری الی انه علیه السلام حرم المدینة مثل ما حرم ابراهیم مکة ومع ذلک لم یشرع فی قتل صیده ولافی قطع شجره الجزاء تخفیفا علی امته و رحمة بهم فکان ینظر الی ماهو من جهته ومن کان فاضلافی نفسه فیترکه للتخفیف عنهم علی هذا فتعظیم هذا الشهر الشریف انما یکون بزیادة الأعمال الزاکیات فیه والصدقات الی غیر ذلک من القربات فمن عجز عن ذلک فاقل احواله ان یجتنب مایحرم علیه ویکره له تعظیما لهذا الشهر الشریف وان کان ذلک مطلوبا فی غیره الاانه فی هذا الشهر اکثر احتراما کما یتاکد فی شهر رمضان وفی الأشهر الحرم فیترک الحدث فی الدین ویجتنب مواضع البدع ومالاینبغی . قد ارتکب بعضهم فی هذا الزمان ضد هذا المعنی هو انه اذا دخل هذا الشهر العظیم تسارعوا فیه الی اللهو واللعب بالدف والشبابة وغیرهما ویالیتهم عملوا المغانی لیس الابل یزعم بعضهم انه یتادب فیبدأ المولد بقراة الکتاب العزیز وینظرون الی من هو اکثر معرفة

بالشهوك والطرق المهيجة لطرب النفوس وهذا فيه وجوه من المفاسد. لو انهم لم يقتصروا على ماذ كرناه بل ضم بعضهم الى ذلك الأمر الخطر وهو أن يكون المغني شابا لطيف الصورة حسن الصوت والكسوة والهيئة فينشد التغزل ويتكسر في صوته وحركاته فيفتن بعض من معه من الرجال والنساء فتقع الفتنة في الفريقين ويثور من المفاسد مالا يحصى وقد يؤول ذلك في الغالب الى فساد حال الزوج وحال الزوجة ويحصل الفراق والنكد العاجل وتشتت امرهم بعد جمعهم وهذه المفاسد مركبة على فعل المولد اذا عمل بالسماع فان خلا منه وعمل طعاما فقط ونوى به المولد و دعا اليه الاخوان وسلم من كل ماتقدم ذكره فهو بدعة بنفس نيته فقط لأن ذلك زيادة في الدين وليس من عمل السلف الماضين واتباع السلف اولى ولم ينقل عن احد منهم انه نوى المولد ونحن تبع فيسعنا ماوسعهم انتهى *

وحاصل ماذكره انه لم يذم المولد بل ذم مايحتوى عليه من المحرمات المنكرات واول كلامه صريح في انه ينبغي ان يخص هذا الشهر بزيادة فعل البر و كثرة الخيرات والصدقات وغير ذلك من وجوه القربات و هذا هو عمل المولد الذي استحسناه فانه ليس فيه شيء سوى قراة القرآن واطعام الطعام و ذلك خير وبرو قربة وما قوله آخر انه بدعة فاما ان يكون ناقضا لما تقدم او يحمل على انه بدعة حسنة كما تقدم تقريره في صدر الكتاب او يحمل على ان فعل ذلك خير والبدعة منه نية المولد كما اشار اليه بقوله فهو بدعة بنفس نيته فقط وبقوله ولم ينقل عن احد منهم انه نوى المولد فظاهر هذا الكلام انه كره ان ينوى المولد فقط ولم يكره عمل الطعام و دعاء الاخون اليه و هذا اذا حقق النظر لايجتمع مع اول كلامه لأنه حث فيه على زيادة فعل البرو ماذكر معه على وجه الشكر لله تعالى اذ اوجد في هذا الشهر الشريف سيدالمرسلين ﷺ و هذا هو معنى نية المولد فكيف يذم هذا القدر مع الحث عليه اولا واما مجرد فعل البر وماذكر معه من غير نية أصلا فانه لا يكاد يتصور ولو تصور لم يكن عبادة ولاثواب فيه اذ لا عمل الا بنيه ولا نية هنا الا الشكر لله تعالى على ولادة هذا النبى الكريم في هذا الشهر الشريف وهذا معنى نية المولد فهي نية مستحسنة بلا شك فتامل :

(ثم قال ابن الحاج) ومنهم من يفعل المولد لا لمجرد التعظيم ولكن له فضة عند الناس متفرقة كان قد اعطاها في بعض الأفراح او المواسم ويريد ان يستردها و يستحيى ان يطلبها بذاته فيعمل المولد حتى يكون ذلك سببا لأ خذ مااجتمع له عندالناس و هذا فيه وجوه من المفاسد، منها انه يتصف بصفة النفاق وهو انه يظهر خلاف مايبطن اذ ظاهر حاله انه عمل المولد يبتغي به الدار الآخرة وباطنه انه يجمع به فضة ، ومنهم من يعمل المولد لأجل

جمع الدراهم او طلب

ثناء الناس عليه و مساعدتهم له و هذا أيضاً فيه من المفاسد مالايخفى انتهى وهذا ايضا من نمط ماتقدم ذكره وهو ان الذم انما حصل من عدم النية الصالحة لامن اصل عمل المولد *

وقد سئل شيخ الاسلام حافظ العصر ابوالفضل احمد بن حجر عن عمل المولد فاجاب بما نصه : اصل عمل المولد بدعة لم تنقل عن احد من السلف الصالح من القرون الثلاثة ولكنها مع ذلك قداشتملت على محاسن وضدهافمن تحرى فى عملهاالمحاسن وتجنب ضدها كان بدعة حسنة والا . قال وقد ظهرلى تخريجها على اصل ثابت وهو ماثبت فى الصحيحين من ان النبى ﷺ قدم المدينة فوجد اليهود يصومون يوم عاشوراء فسألهم فقالوا هو يوم اغرق الله فيه فرعون ونجى موسى فنحن نصومه شكر الله تعالى فيستفاد منه فعل الشكرلله على ما من به فى يوم معين من اسداء نعمة او دفع نقمة ويعاد ذلك فى نظير ذلك اليوم من كل سنة والشكرلله يحصل بانواع العبادة كالسجود و الصيام والصدقة والتلاوة و أى نعمة اعظم من النعمة ببروز هذا النبى نبى الرحمة فى ذلك اليوم على هذا فينبغى ان يتحرى اليوم بعينه حتى يطابق قصة موسى فى يوم عاشوراء ومن لم يلاحظ ذلك لا يبالى بعمل المولد فى اى يوم من الشهر بل توسع قوم فنقلوه الى يوم من السنة وفيه مافيه ، فهذا مايتعلق باصل عمله *

(واما مايعمل فيه) فينبغى ان يقتصر فيه على مايفهم الشكر لله تعالى من نحو ماتقدم ذكره من التلاوة والاطعام والصدقة وانشاء شىء من المدائح النبوية والزهدية المحركة للقلوب الى فعل الخير والعمل للآخرة ، وأما ما يتبع ذلك من السماع واللهو وغير ذلك فينبغى ان يقال ماكان من ذلك مباحا بحيث يقتضى السرور بذلك اليوم لا بأس بالحاقه وبه ما كان حراما اومكروها فيمنع و كذا ماكان خلاف الأولى انتهى *

(قلت) وقد ظهر لى تخريجه على اصل آخر وهو ما آخرجه البيهقى عن انس ان النبى ﷺ عق عن نفسه بعدالنبوة مع انه قدورد ان جده عبدالمطلب عق عنه فى سابع ولادته والعقيقة لاتعاد مرة ثانية فيحمل ذلك على ان الذى فعله النبى ﷺ اظهار للشكر على ايجاد الله اياه رحمة للعالمين و تشريع لأمته كما كان يصلى على نفسه لذلك فيستحب لنا ايضا اظهار الشكر بمولده بالاجتماع واطعام الطعام ونحوذلك من وجوه القربات و اظهار المسرات، ثم رأيت امام القراء الحافظ شمس الدين بن الجزرى قال فى كتابه المسمى عرف التعريف بالمولد الشريف مانصه : قد رؤى أبولهب بعد موته فى النوم فقيل له ماحالك؟ فقال

: في النـار الا انه يخفف عني كل ليلة اثنين و امص من بين اصبعي ماء بقدر هذا . واشار لراس اصبعه . وان ذلك باعتاقي لثوبية عند مابشرتني بولادة النبي ﷺ وبار ضا عها له ، فاذا كان ابولهب الكافر الذى نزل القرآن بذمه جوزى في النار بفرحه ليلة مولد النبي ﷺ به فما حال المسلم الموحد من امة النبي ﷺ يسر بمولده ويبذل ماتصل اليه قدرته في محبته ﷺ لعمرى انما يكون جزاؤه من الله الكريم ان يدخله بفضله جنات النعيم *

وقال الحافظ شمس الدين بن ناصر الدين الدمشقي في

كتابه المسمّى مورد الصادى في مولد الهادى : قد صح ان ابالهب يخفف عنه عذاب النار في مثل يوم الاثنين لا عتاقه ثوبية سرورا بميلاد النبي ﷺ ثم انشد :

اذا كان هذا كافرا جاء ذمه ... وتبت يداه في الجحيم مخلدا

اتى انه في يوم الاثنين دائما ... يخفف عنه للسرور باحمدا

فما الظن بالعبد الذى طول عمره ... باحمد مسرورا ومات موحدا

قال الكمال الأدفوى في الطالع السعيد حكى لنا صاحبنا العدل ناصر الدين محمود بن العماد ان ابا الطيب محمد بن ابراهيم السبتي المالكي نزيل قوص احد العلماء العاملين كان يجوز بالمكتب في اليوم الذى فيه ولد النبي ﷺ فيقول يافقيه هذا يوم سرور اصرف الصبيان فيصرفنا، وهذا منه دليل على تقريره وغيره ومات سنة خمس وتسعين و ستمائة *

(فائدة) قال ابن الحاج : (فان قيل) : ما الحكمة في كونه عليه الصلاة والسلام خص مولده الكريم بشهر ربيع الأول ويوم الاثنين ولم يكن في شهر رمضان الذى انزل فيه القرآن وفيه ليلة القدر ولا في الأشهر الحرم ولا في ليلة النصف من شعبان ولا في يوم الجمعة وليلتها ؟ فالجواب من اربعة اوجه ، الأول ماورد في الحديث من ان الله خلق الشجر يوم الاثنين وفي ذلك تنبيه عظيم وهو ان خلق الأقوات والأرزاق والفواكه والخيرات التى يمتربه بنو آدم ويحيون وتطيب بها نفوسهم ، الثاني ان في لفظة ربيع اشارة وتفاؤلا حسنا بالنسبة الى اشتقاقه وقد قال ابو عبد الرحمن الصقلي لكل انسان من اسمه نصيب ، الثالث ان فصل الربيع اعدل الفصول واحسنها وشريعته اعدل الشرائع واسمحها ،

الرابع ان الحكيم سبحانه اراد ان يشرف به الزمان الذى ولد فيه فلو ولد في الأوقات المتقدم ذكرها لكان قديتوهم انه يتشرف بها ثم الكتاب ولله الحمد و المنة *

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بیان و برکت

علامہ ابو الفرج جمال الدین ابن جوزی محدث

ترجمہ

سید ریاض حسین شاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریفیں اللہ کے لئے جس نے اپنی شان کے پرتو جمال سے صبح تاباں ظاہر فرمائی اور کمال کے آسمانوں پر سورج اور چاند روشنیاں دے کر طلوع فرمائے اور جمال فطرت کے حسین درختوں سے نبوت کا ایسا پھل نکالا جس کی نظیر پیش کرنے سے تمام جہان عاجز ہیں اور محمد ﷺ کی ہیبت و سطوت اور وقار و دبدبہ کے ظہور سے عبدیت کے پرچم سربلند فرمائے ایسے پرچم جن کا سایہ جس پر پڑا وہ کامیاب و کامران ہوا۔ دنیا بھر کے تمام بخت آور لوگ ایک ایسے اعزاز سے سربلند ہوئے جس کی کوئی نظیر و مثیل نہیں۔ اس اعزاز کا ظہور محمد ﷺ کی مبارک ولادت سے ہوا۔ آپ ﷺ کی ذات ایسی ذات ہے جس کے لئے عالم وجود میں تمام مخلوق سے تعظیم و توقیر کا پیاں لیا۔

تقدیس کی سزاوار وہ ذات ہے جس نے نبی ﷺ کو بہترین صورت میں پیدا فرمایا انہیں ہر قسم کی آلائش سے محفوظ رکھا۔ ہر کمی اور قصور سے مصئون بنایا۔ آپ کی طلعت باجمال و باکمال کے لئے پاکیزہ مائیں منتخب فرمائیں جیسے کہ ان کے آباء و اجداد کی اصلاب کو موتیوں کی طرح جمالت ماب بنایا آپ ﷺ کے آباء و اجداد کی پیٹھوں کو صدف کی طرح ایک نفیس جوہر کی حفاظت کے لئے منتخب فرمایا۔ آپ ﷺ یکے بعد دیگرے نبیوں کی پیٹھوں میں منتقل ہوتے رہے۔ ہر نبی نے اپنے رب کے حضور ان کے توسل سے دعائیں کیں۔ آدم علیہ السلام کی دعا ان کے وسیلہ سے مقبول ہوئی اور ادریس علیہ السلام کو ان کی وجہ سے مقام رفیع ملا' حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں ان کا سہارا پکڑا' یونس علیہ السلام نے اپنی دعاؤں میں ان کی پناہ لی' ابراہیم علیہ السلام ان کو شفیع لائے یہ آپ کی آمد ہی کا اثر تھا اور ولادت ہی کے جلوے تھے کہ شاہوں کے تخت لرز پڑے' دریائے ساوہ خشک پڑ گیا اور نہر ساوئی جاری ہوا۔ چشمے پھوٹے' جھرنوں نے جوش مارا' شاہ فارس کا محل زلزلہ فگن ہوا اور اس کے کنگرے گر پڑے۔

آسمانوں میں ملائکہ نے خوشیاں منائیں' آپ علیہ السلام کی آمد کی برکت سے فضائے آسمانی' بھر گئی' عالم بالا میں سرکش شیاطین کو شہاب ہائے ثاقب نے سنگسار کیا۔ ابلیس نے سر پیٹا' شیطانی قوتیں واویلا کرنے لگیں۔

ولادت ہوئی تو والدہ ماجدہ نے آپ کو مختون پایا' آنکھیں سرگیں تھیں' مولود مسعود خوشبوؤں میں بسا ہوا تھا۔ آپ سربسجود تھے اور آسمان کی طرف اپنی انگشت اٹھائے اشارہ فرما رہے تھے۔ جبرئیل نے آپ کو نوری بانہوں پر اٹھایا' اسرافیل نے برکت لی' فرشتوں نے آپ علیہ السلام کو جھرمٹ میں لے لیا۔ تکبیر و تہلیل سے فضائیں گونج اٹھیں' آپ کا حسن جمال ایسے مہکا کہ ہر دل مسرور ہو گیا' ولولیاں پربت ہر چیز خوشبوں' مسرتوں اور نشاط و انبساط سے معمور ہو گئیں۔ شب ولادت عرش الٰہی میں جنبش ہوئی۔ تجلیء حق نے اپنے بندوں پر جلوہ ریزی فرمائی' فقر کو غنا ملا' شکستہ دلی کو جمعیت میسر آئی۔ آپ علیہ السلام کے اوصاف حسنہ سے تورات اور انجیل اور فرقان و زبور کو مشرف فرمایا۔ اور پکارنے والے نے پکار کر کہا۔

"بے شک اللہ کے حبیب کی ولادت ہو گئی آپ ایسے ہدایت فرمانے والے ہیں کہ جس نے آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ اس کے اجر میں دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کو بے حساب اجر دے گا" اور خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ(۴۵)
وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا(۴۶)

اے غیب کی خبریں بتلانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

(الاحزاب: ۴۶-۴۵) (کنز الایمان)

لَمَّا بَدَا وَجْهُ الْحَبِيْبِ تَهَلَّلَتْ
كُلُّ الْبِقَاعِ وَقَدْ نَطَقْنَ شَكُوْرًا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے نے جب اپنا حسن
کھولا تو تمام بوئے زمین شکر الٰہی میں گویا ہوا۔

وَالْحُوْرُ فِي الْغُرَفِ الْجِنَانِ تَبَاشَرَتْ
وَقَضَتْ بِمِيْلَادِ الْبَشِيْرِ نُذُوْرًا

حوریں جنت کے گوشوں میں خوشیاں منانے لگیں
اور ان کی ولادت پر انہوں نے نذریں گذاریں۔

فِيْ كُلِّ عَصْرٍ ذِكْرُهُ مُتَوَاتِرٌ
أَنْ سَوْفَ يَظْهَرُ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا

ہر زمانے میں آپ کا ذکر ولادت متواتر ہوا یہی کہ
وہ عنقریب ہادی اور مددگار بن کر آنے والے ہیں۔

أَخْبَارُ أَحْبَارِ الْكُتُبِ تَظَاهَرَتْ
وَلَقَدْ بَانَ بِسِرِّ ذٰلِكَ بُحَيْرًا

علمائے سابق ان کے ظہور کی خبریں دیتے رہے، یہاں
تک کہ بحیرہ راہب نے بھی اس راز سے آگاہ کیا۔

اَللّٰهُ شَرَّفَ اَحْمَدًا اِذْ كَرَّ اسْمَهُ
وَحَبَاهُ فَضْلًا فِي الْاَنَامِ كَثِيْرًا

اللہ تعالیٰ نے ان کے نام احمد کو شرف بخش
دیا اور انہیں سارے جہاں میں بزرگی عطا فرما دی۔

هُوَ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ حَقًّا لَا یُرٰی
اَبَدًا فِی الْعٰلَمِیْنَ نَظِیْرًا

وہ دونوں جہانوں کے سردار ہیں۔ اور سب
جہانوں میں ان کی نظیر نہیں دیکھی گئی۔

لَمَّا تَشَفَّعَ اٰدَمٌ بِمُحَمَّدٍ
غَفَرَ الْاِلٰہُ لَہٗ وَکَانَ غَفُوْرًا

آدم نے ان کے وسیلہ سے شفاعت مانگی
تو اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا پایا

وَکَذَالِکَ نُوْحٌ فِی السَّفِیْنَۃِ قَدْ نَجَا
مِنْ یَمِّہٖ فَاسْاَلْ بِذَالِکَ خَبِیْرًا

نوح نے ان ہی کے وسیلہ سے کشتی میں سمندر سے
نجات پائی تم کسی بھی جاننے والے سے پوچھ لو۔

نَارُ الْخَلِیْلِ بِاَحْمَدَ قَدْ اُخْمِدَتْ
لَوْلَاہُ زِیْدَتْ فِی الْوُقُوْدِ سَعِیْرًا

آتش ابراہیم انہی کی وجہ سے ٹھنڈی پڑ گئی۔ اگر
وہ نہ ہوتے تو وہ اور شعلہ بداماں ہو جاتی۔

لَوْلَاہُ مَا خُلِقَ الْوُجُوْدُ بِاَسْرِہٖ
ھٰذَا الْفَخَارُ وَلَا اَقُوْلُ نَکِیْرًا

آپ نہ ہوتے تو کسی بھی چیز کا وجود نہ ہوتا

یہ فخر کی بات ہے، انکار کا معاملہ نہیں۔

بُشْرَاكُمْ يَا أُمَّةَ الْهَادِيْ بِهِ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ جَنَّةً وَّحَرِيْرًا

ایسی ہدایت کرنے والے نبی کی امت تمہیں مبارک ہو،
بروز قیامت آپ ہی کی وجہ سے ریشمی خلعتیں ہوں گی۔

فُضِّلْتُمْ حَقًّا بِأَشْرَفِ مُرْسَلٍ
خَيْرُ الْبَرِيَّةِ بَادِيًا وَّحَضُوْرًا

تم افضل المرسلین ہی کی وجہ سے فضیلت دیئے گئے ہو
تم ہی بہترین مخلوق ہو۔ شہری ہو یا دیہاتی۔

صَلّٰى عَلَيْهِ اللّٰهُ رَبِّيْ دَائِمًا
مَا دَامَتِ الدُّنْيَا وَزَادَ كَثِيْرًا

میرا پروردگار ہمیشہ ان پر درود بھیجے جب تک
کہ دنیا رہے آپ پر رحمتیں برستی رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فرمایا کہ "اے نبی ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا یعنی
سولوں کی تبلیغ کی شہادت دینے والا اور مبشر یعنی جو ایمان لائے اس کو جنت کی بشارت
ینے والا اور نذیر یعنی جھٹلانے والے کے لئے دوزخ سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔
فرمان الٰہیہ میں شاہد سے مراد سب پر شہادت دینے والا اور مبشر سے مراد کرامت
بزرگی کی بشارت ہے اور نذیر اسے اعمال کی سزا پانے سے ڈرانے والا اور داعیا سے
لامتی کی طرف بلانے والا اور سراجا" منیرا" سے سیدھی راہ چلنے والوں کے لئے
وشن چراغ بنا کر بھیجنا مراد ہے۔
اس آیت کا مفہوم یہ بھی ہے کہ

ولیوں کو بشارت دینے والا اور نذیرا" بدبختوں کو ڈرانے والا' داعیا" تقویٰ والوں کو دعوت دینے والا اور سراجا" منیرا" اصفیا اور اخیار کے لئے روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ شاہد گواہوں پر گواہی دینے والا' مبشر سجدہ گزاروں کے لئے بشارت دینے والا' نذیر انکار کرنے والے کو ڈر سنانے والا' داعی معبود کی طرف بلانے والا اور سراج منیر پل صراط پر روشنیاں بانٹنے والا قرار ہو۔

اللہ تعالیٰ کی فرمان سے یہ بھی مراد لی جا سکتی ہو کہ شاہد یعنی عبادت کرنے والوں کے لئے گواہی دینے والا' مبشر موحدین کو بشارت دینے والا' نذیر منکرین کو خبردار کرنے والا' داعی ارادت مندوں کو بلانے والا اور سراج منیر واصل باللہ لوگوں کے لئے روشن چراغ ہو۔

ابن جوزی لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد یعنی اپنا گواہ بنا کر مبعوث کیا' مبشر یعنی ہماری طرف سے مسلمانوں کو بشارت دینے والا' نذیر یعنی ہماری طرف سے ڈرانے والا' سراج ہمارے وجود کے لئے چراغ اور منیر یعنی ہمارے وجود پر روشنی ڈالنے والا بھیجا گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے حبیب میں واحد ہوں اور آپ بشیر ہیں' میں خبیر ہوں اور آپ نذیر ہیں' میں قدیر ہوں اور آپ داعی ہیں' میں قاضی ہوں آپ گواہ ہیں' آپ گواہی دیں میں قبول فرماؤں گا' آپ بشارت دیں میں عزت افزائی کروں گا' میں کریم ہوں گا ہر اس ایمان دار مغفرت کرنے والے کے لئے جو آپ کی تصدیق کرے گا۔ آپ لوگوں میں انذار کریں اس لئے کہ میں سزا دینے پر قدرت رکھتا ہوں خواہ میرے ساتھ شرک کا جرم ہو یا انکار و تکبر کا۔ آپ لوگوں کو دعوت دیں اس لئے کہ میں قضا بالحل کرنے والا ہوں اے سید البشر! میں آپ کی وجہ سے ہر اس شخص کی دعا قبول کروں گا جو آپ کا فرماں بردار ہو گا۔

علماء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ جل مجدہٗ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سراج رکھا اور سراج کے معنی سورج کے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿١٥﴾
وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾

کیا تم نہیں دیکھتے اللہ نے کیونکر سات آسمان بنائے ایک ایک پر ایک اور ان میں چاند کو روشن کیا اور سورج کو چراغ۔

(نوح:۷۱-۱۵) (کنزالایمان)

سورج جس طرح زمین کو تابانیاں بخشتا ہے اس سے کہیں زیادہ احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات کو اجالتے ہیں۔ یہ آپ ہی کا نور تھا جس نے کفر و شرک اور طغیان و سرکشی کی آنکھوں کو چکا چوند کر دیا۔

آپ وہ چراغ حق ہیں کہ آپ کے نور سے تاریکیوں میں روشنی ملتی ہے۔ آپ وہ مبشر ہیں کہ مسلمانوں کو آپ ہی کے وسیلہ سے خوش خبری ملی۔ ان کے لئے اللہ کی طرف سے فضل عظیم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر رحمت کو سن کر ایمان کو قوت' دل کو نور اور آنکھ کو عرفان کے چمک ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ جل مجدہ' نے آپ کی محبت کو اپنی محبت سے پیوست کر کے ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت' ان کے ذکر کو اپنا ذکر اور ان کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جان رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اے ابوالحسن! تمہیں جاننا چاہئے کہ محمد ﷺ پروردگار عالمیاں کے رسول' نبیوں اور رسولوں کے خاتم' روشن پیشانیوں اور روشن ہاتھ پاؤں والوں کے سردار ہیں۔ وہ اس وقت بھی نبی تھے جب آدم پانی اور مٹی میں تھے۔ وہ مسلمانوں پر رحیم اور گناہ گاروں کے شفیع ہیں۔ اللہ نے انہیں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا' کتاب اللہ نے انہیں رسول اللہ اور خاتم النبین فرمایا۔

آپ اس حوض کے مالک ہیں پیاسوں کی یوں پناہ ہوگا۔ مقام محمود پر آپ فائز ہوں گے۔ آپ سرالٰہیہ کے جاننے والے لوائے حمد والے اور شفاعت عظمیٰ کے مالک ہیں۔ آپ ہی امام' ہاشمی' قریشی' نبی' حرم

والے' کی' بطحی' اور تہامی ہیں آپ کا حسب یہ ہے کہ ابراہیمی ہیں۔ نسب یہ ہے کہ اسماعیلی ہیں۔ اصالتہ" آپ آدم سے ہیں فرعا" آپ نزاری ہیں۔ آپ کی شخصیت عالی تر ہے۔ وطن آپ کا حجاز ہے۔ آپ کا نور قمری اور دل رحمانی ہے۔ آپ اللہ کے رسول ہیں نہ دراز قامت اور نہ پستہ قد' سفید' پاکیزہ خو' گول چہرہ' گھنے بالوں والے' جسم انور پر جیسے مشک بکھیرے ہوں۔ آپ سب سے زیادہ سخی اور کریم۔ جب کوئی آپکو سلام کرتا یا مصافحہ لیتا تو تین تین دن تک اپنے ہاتھوں میں خوشبو پاتا۔ جو آپ کو مسجد میں دیکھتا بدر منیر پاتا جو آب و تاب سے روشن ہو۔ آپ کے دونوں کاندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اس میں کیا لکھا تھا؟ یہ اللہ ہی جانتا ہے۔

ایسے شخص جو آپ پر ایمان لائے' آپ کی نبوت کی تصدیق کرے اور آپ سے محبت کا دعوئی کرے اس پر لازم ہے کہ ان کی اتباع کرے اور ان کی سنتیں اپنائے اور ان کی بیعت کرے۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ
يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ

وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ۔

(الفتح: ۱۰) (کنزالایمان)

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ

فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۝

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا
اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔
(النساء:۸۰) (کنزالایمان)

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي
يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
(آل عمران:۳۱) (کنزالایمان)

آپ ﷺ خود ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور اللہ کے نزدیک ان میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں اور اس میں کوئی فخر نہیں۔ میں ہی سب سے پہلا شفیع اور مقبول الشفاعہ ہوں۔ سب سے پہلے میرے لئے ہی زمین شق ہوگی۔ قیامت کے دن مجھے ہی سب سے پہلے اللہ کے حضور سجدہ کرنے کی اجازت ہوگی۔ میں احمد ہوں اور میں محمد ہوں' میں حبیب اللہ ہوں' میں نبی اللہ ہوں۔ نبی توبہ' نبی رحمت اور نبی ملحمہ ہونے کی سعادت مجھے ہی میسر ہے۔ میں کفر کا مٹانے والا' لوگوں کو جمع کرنے والا اور سب کے بعد آنے والا ہوں۔ سربستہ رازوں کو کھولنے والا آخری نبی' اللہ کا بندہ' بشیر' نذیر' امین' مامون اور رب العلمین کا رسول ہوں۔

اس میں کیا شک ہے کہ آپ مہر تاباں' ہادی برحق' مہدی' مرتضیٰ' مصطفیٰ' مختار نور مبین' برہان' شاہد' مبارک' نور الامم ہیں۔ آپ لوگوں کے سردار' سید البشیر' مخلوق پر ربی محبت کی دلیل' خیرالخلائق منبر اعلیٰ والے' اور

اولاد آدم میں سب سے زیادہ مکرم حبیب الرحمٰن ہیں۔

نَبِیٌّ لَہٗ مِنْ مُرْسَلَاتِ الرِّضَا نَبَا
وَاَزْکَی الْوَرٰی اُمًّا وَّاَکْرَمُہُمْ اَبَا

آپ وہ نبی ہیں جن کی خبر عظمت والے رسولوں نے دی
آپ کی والدہ مخلوق میں پاکیزہ اور والد عزت والے ہیں

اَبَی الْقَلْبُ اِلَّا حُبَّ اَشْرَفِ مُرْسَلٍ
وَاَلْکِنَّہٗ سَیْفٌ عَنِ الْحَقِّ مَانَبَا

دل نے انکار کیا ہر چیز سے لیکن اشرف الانبیا
کی محبت سے وہ منکر نہ ہو سکا۔ آپ کا وجود ایسی
تلوار ہے جو حق سے کبھی تجاوز نہیں کر سکتی۔

نَبِیٌّ نَبِیَّۃُ کَنْزُ فَضْلٍ وَّلَمْ یَزَلْ
بِتَوْشِیْحِ تَرْشِیْحِ الْعُلُوْمِ مُہَذَّبَا

آپ ایسے نبی ہیں جو ہمیشہ سے فہم فضل کے خزانے
رکھنے والے ہیں اور پاکیزہ تربیت کے مالک ہیں۔

وَاَظْہَرَ فِی التَّعْجِیْزِ سِحْرَ بَلَاغَۃٍ
وَبِالنَّصْرِ یَوْمَ الْفَتْحِ اَخْزٰی ابْہُمْ سَبَا

آپ اپنی بلاغت سحر اس طرح ظاہر کرتے ہیں کہ سب آپ
کے سامنے عاجز ہوتے ہیں اور فتح والے دن آپ کی نصرت
ایسی ہوتی ہے کہ آپ کفار کو قیدی بنا لیتے ہیں۔

هُوَ الْمُصْطَفَى الْمَبْعُوْثُ لِلنَّاسِ رَحْمَةً
عَلَيْهِ سَلَامُ اللّٰهِ مَا هَبَّتِ الصَّبَا

مصطفیٰ وہ مبعوث ہونے والے رسول ہیں جو تمام انسانیت کے لئے رحمت ہیں جب تک باد صبا ہو ان پر اللہ کی طرف سے رحمتوں کا نزول ہوتا رہے۔

حَلِيْمٌ عَظِيْمُ الْخَلْقِ وَالْخُلْقِ وَالْحِجٰى
بَشِيْرٌ نَذِيْرٌ صَادِقُ الْقَوْلِ مُجْتَبٰى

یہ خلق و خلق میں عظیم، بردبار اور عقل والے ہیں خوشخبری دینے والے، ڈرانے والے، برگزیدہ ہیں۔

بِمَوْلَادِهٖ قَدْ شُرِّفَتْ مَكَّةُ كَمَا
بِتُرْبَتِهٖ قَدْ شَرَّفَ اللّٰهُ يَثْرِبَا

مکہ آپ کی ولادت سے یوں مشرف ہوا جیسے مدینہ آپ کے روضہ انور سے متبرک ہوا

تَبَاشَرَتِ الْاَكْوَانُ يَوْمَ وِلَادِهٖ
وَحَفَّتْ بِهِ الْاَكْوَانُ شَرْقًا وَّمَغْرِبَا

آپ کے میلاد کے دن شرق غرب اور سارے جہاں خوشیاں مناتے ہیں۔

وَفَاخَرَتِ الْاَرْضُ السَّمَاءَ بِاَحْمَدٍ
فَاَهْلًا وَّسَهْلًا بِالْحَبِيْبِ وَمَرْحَبَا

آپ کی ولادت باسعادت کے دن زمین نے آسمان سے فخریہ
کہا میں حبیب خدا کو "اھلا" و "سھلا" اور مرحبا کہتی ہوں

آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارے میں ایک دلچسپ روایت ملاحظہ ہو۔
"اللہ تبارک و تعالٰی نے جب تمام مخلوقات کی تخلیق فرمائی۔ آسمانوں کو بلندی بخشی اور زمین کو بچھونا بنایا تو اپنے پرتو نور سے ایک مٹھی لی اور فرمایا تو محمد ﷺ ہو جا تو وہ نور ایک ستون کی صورت میں اس قدر بلند ہوا کہ حجاب عظمت تک جا پہنچا۔ پھر اس نور نے بارگاہ ایزدی میں سجدہ کیا اور الحمد اللہ پڑھا اس پر اللہ عزسبحانہ نے ارشاد فرمایا۔
اے نور یہی تو وہ علت تھی کہ میں نے تجھے پیدا کیا اور تیرا نام محمد رکھا صلی اللہ علیہ وسلم۔ تجھی سے اب خلق کی ابتدا کرتا ہوں اور تجھی پر رسالت کا سلسلہ مختتم ہوگا۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو چار جلووں میں تقسیم کیا۔ ایک سے لوح' دوسرے سے قلم پیدا فرمایا۔ حکم ہوا قلم کو کہ لکھ تو قلم ایک ہزار سال ہیبت سے کانپتا رہا۔ پھر قلم نے عرض کیا اے رب کیا لکھوں؟ فرمان صادر ہوا لکھ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

قلم نے کلمہ طیبہ لکھا اور پھر ربانی ہدایت کے مطابق اس کی مخلوق کو لکھا۔ نسل آدم کے بارے میں لکھا جو اللہ کی اطاعت کرے گا جنت میں داخل ہوگا اور جو نافرمانی کرے گا دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ امت نوح علیہ السلام کے بارے میں بھی یہی لکھا اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی امتوں کے بارے میں لکھا' جب باری رحمتہ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی آئی تو قلم نے لکھا جس نے اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو اور جو نافرمان ہوا۔ قلم لکھا چاہتا تھا کہ وہ جہنم رسید ہوا' اللہ تعالٰی کی طرف سے آواز آئی قلم ادب کر اس پر قلم پھٹ گیا اور دست قدرت سے اس پر قط لگا۔ پھر قلم نے عرض کیا

لکھا:

"یہ امت گناہ گار ہے اور رب بخشنے والا ہے"۔

سید وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب آدم علیہ السلام میں روح پھونکی گئی تو آپ نے آنکھیں کھول کر جنت کی طرف دیکھا تو لکھا پایا۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

آدم علیہ السلام نے عرض کیا پروردگار تو نے کوئی ایسا بھی بنایا ہے جو تیرے نزدیک مجھ سے بھی بڑا ہو فرمایا

آدم! ہاں وہ تیری اولاد میں سے ہے اگر وہ نہ ہوتا تو تجھے بھی نہ پیدا کیا جاتا پھر جو حوا علیہا السلام بنائی گئی تو آدم علیہ السلام نے اس سے عقد چاہا رب تعالیٰ نے فرمایا آدم اس کا پہلے مہر ادا کرو' عرض کی مولا! وہ کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نام والے پر دس مرتبہ درود بھیجو۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عزسبحانہ نے جس وقت ہمارے نبی ﷺ کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو جبرائیل علیہ السلام سے کہا کہ جاؤ جہاں ان کی قبر ہونی ہے وہاں سے مٹھی بھر سفید مٹی لے آؤ' وہ مٹی لائی گئی پھر اسے جنت کی نہروں میں ڈبو کر آسمان و زمین میں پھیرا گیا۔ اس پر تمام فرشتوں نے آپ ﷺ کا مقام رفیع پہچان لیا۔ آدم اور ان کی نسل تو بعد کی بات ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک نور کو سر عظمت بین رکھا گیا اور اس کے ساتھ ہی آپ کا اسم گرامی عرش پر لکھا۔ تخلیق آدم کے بعد یہی نور ان کی پیٹھ میں منتقل ہوا۔ حضرت نے اپنی صلب میں ایک عجیب و لطیف آواز سنی۔ عرض کیا پروردگار! یہ آواز کیسی ہے؟ اللہ نے ارشاد فرمایا یہ خاتم الانبیاء کی تسبیح کی آواز ہے۔ یہ وہ ہیں جو تیری نسل سے ظاہر ہوں گے میں انہیں پاک پشتوں

ساق عرش پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لکھا ہوا پایا۔ دریافت کیا یہ کون ہیں؟ جن کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے۔ فرمایا یہ نبیوں کے سردار ہیں اور تیری نسل سے ہوں گے، اگر یہ نہ ہوتے تو میں تجھے نہ پیدا کرتا۔ حضرت آدم کو شیطان نے جب وسوسہ میں مبتلا کیا اور آپ کا ہبوط علی الارض ہوا تو آپ نے آپ ﷺ کے نام کا وسیلہ پکڑ کر مناجات فرمائی۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور ساتھ ہی آواز آئی اس وقت اگر تم سب اہل زمین کی شفاعت اس نام کے وسیلے سے کرتے تو وہ بھی قبول ہو جاتی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جتنا وقت چاہا آپ ﷺ کا نور صلب آدم میں رکھا جب حضرت حوا حاملہ ہوئیں تو یہ نور بطن حوا میں منتقل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرامت کی وجہ سے اس بار حضرت حوا سے شیث علیہ السلام تنہا پیدا ہوئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے وصال کا وقت آیا تو آپ نے حضرت شیث علیہ السلام سے ہاتھ پکڑا کر یہ پیمان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ نور مبارک جو شیث کی پیشانی میں ودیعت ہے وہ کسی پاک ماں کو منتقل کریں اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور مناجات فرمائی۔

اے عرش کے پیدا کرنے والے رب!

سورج کو روشنی دینے والے معلیٰ!

مجھے پیدا کرنے والے خالق!

"جس طرح تیرا علم ازلی ہے تو نے مجھے پیدا فرمایا اور تو نے مجھ سے اس نور کے بارے میں عہد لیا جس کی عزت کی دھوم ہر جانب ہے۔ اب وہ نور مجھ سے شیث علیہ السلام کی جانب منتقل ہو گیا ہے۔ پروردگار! اب تو ہی اس نور کا نگہبان ہے اور تو خود ہی اس پر گواہ بھی ہے۔ آپ اس دعا سے فارغ ہوئے تو جبرائیل ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ زمین پر تشریف لائے اور کہا اے آدم "تم پر تمہارے رب کا سلام ہو"۔

وہ ارشاد فرماتا ہے کہ حضرت شیث کو ان فرشتوں کی گواہی کے ساتھ ایک عہد نامہ

کہ کر دے دیں۔

حضرت شیث علیہ السلام نے عہد نامہ لکھا تو آپ کو دو سبز جنتی حلے پہنائے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کا بی بی "محوالکہ بیضا" جو نہایت پارسا" حسین اور حضرت حوا کی طرح کی خاتون تھیں، کے ساتھ نکاح کر دیا۔ حضرت کی شب عروسی کے نتیجہ میں بی بی "محوش" سے حاملہ ہوئیں، وہ ہمیشہ یہ آواز سنتی۔ اے بیضا! تمہیں مبارک اللہ تعالیٰ نے تمہارے شکم میں نور محمد [redacted] کو ودیعت کر دیا ہے۔

- ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جس وقت توبہ کی تو دعا میں عرض کی:۔

اے اللہ! محمد [redacted] کے ذریعے مجھے معاف فرما دے۔ اس پر اللہ جل مجدہ، نے پوچھا تم نے نام محمد [redacted] کیسے معلوم کیا ہے؟ آدم علیہ السلام نے فرمایا "میں نے جنت میں جابجا تیرے نام کے ساتھ یہ نام لکھا پایا ہے۔ اس سے مجھے پتہ چلا یہ تیرے نزدیک نہایت عزت والی ذات ہے۔

نبی کریم [redacted] نے خود ارشاد فرمایا:

"میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم ابھی مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔ سب سے پہلے میں ہی عالم وجود میں آیا اس وقت کچھ نہ تھا پانی نہ مٹی اور جسم نہ آدم۔"

آپ سے جب پوچھا گیا یا رسول اللہ [redacted] سب سے پہلے کون پیدا کیا گیا آپ نے فرمایا "سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا گیا اور پھر اللہ نے میرے نور سے ساری کائنات پیدا فرمائی"۔

نبی کریم [redacted] کے دادا جان عبدالمطلب نے ایک ایسا خواب دیکھا جس سے وہ پریشان ہو گئے تمام کاہن آئے تاکہ تسلی دیں حضرت نے فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ مجھ سے نور کی ایک زنجیر نکلی جو اتنی روشن تھی کہ آنکھیں چندھیائی جا رہی تھیں۔ اس کے چار کنارے ہیں ایک زمین کے مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے تیسرا آسمان سے جا ملا ہے اور چوتھا زمین کے نیچے سے بھی آگے نکل گیا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ زنجیر

سرسبز درخت بن گئی جس میں ہر قسم کے پھل لگے ہوئے ہیں۔ اس کے نیچے دو ہیبت والے شخص ہیں ان میں سے ایک کو میں نے کہا تم کون ہو؟۔ انہوں نے فرمایا "میں نوح علیہ السلام ہوں"۔ دوسرے سے میں نے پوچھا تم کون ہو؟۔ اس نے کہا "میں ابراہیم خلیل اللہ ہوں ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ تمہارے اس درخت کے نیچے آجائیں جو تمہاری پیٹھ سے ظاہر ہوگا۔ تم خوش رہو تمہیں مبارک ہو۔"

یہ خواب سننے کے بعد کاہنوں نے کہا یہ خواب تمہارے لئے خوشخبری ہے نہ کہ ہمارے لئے۔ اگر تمہارا خواب سچا ہے تو پھر تمہاری پشت سے ایک ایسا شخص ظاہر ہوگا جو شرق و غرب اور بحر و بر کو دعوت دے گا۔ وہ ایک کے لئے باعث رحمت ہوگا اور دوسرے اس کی وجہ سے جہنم جائیں گے۔ حضرت عبداللہ پیدا ہوئے تو حضرت عبدالمطلب بہت خوش ہوئے اور ارتجالاً یہ اشعار کہے:

لَہُ النَّسَبُ الْعَالِی فَلَیْسَ کَمِثْلِہٖ
حَسِبٌ نَسِیْبٌ مُنْعِمٌ مُتَکَرِّمٌ

ان کا نسب اتنا بلند ہے کہ اس کی کوئی مثال نہیں
وہ حسب و نسب والے اور انعام و اکرام والے ہیں۔

اُقَدِّمُہٗ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ لِاَنَّہٗ
اِذَا کَانَ مَدْحٌ فَالنَّسِیْبُ مُقَدَّمٌ

ہر خیر کے معاملہ میں انہیں میں مقدم ہی رکھتا ہوں
جب بھی کسی کی تعریف ہوتی ہے وہ آگے نکل جاتے ہیں۔

جَمِیْلٌ بِتَاجِ الْمَکْرُمَاتِ مُتَوَّجٌ
جَلِیْلٌ بِآلَاءِ الْبَہَاءِ مُعَمَّمٌ

آپ صاحب جمال ہیں۔ کرامت کا تاج پہننے والے ہیں ایسے

صاحب جلالت ہیں کہ نعتیں گویا ان کی عمامہ پوش ہیں۔

فَمَا ابْکَوْنَ اِلَّا حُلَّۃٌ وَمُحَمَّدٌ
طِرَازٌ بِاَنْوَارِ النُّبُوَّۃِ مُعْلَمٗ

کائنات ساری ان کا حلہ ہے اور آپ ایسا نقش ہیں
جس کے نشان انوار نبوت ہیں۔

لَہُ الشَّمْسُ وَالْبَدْرُ اَطَاعَتَا
کَذَا الضَّبُّ حَتَّی الظَّبِیُّ جَآئَ یُسَلِّمُ

شمس و بدر دونوں ان کی اطاعت کرتے ہیں اور
گوہ اور ہرن تک جانور ان کو سلامی دیتے ہیں۔

بِمَبْعَثِہِ الْاَصْنَامُ خَرَّتْ تَصَاغُرًا
لَہُ حَلَّلَ اللّٰہُ الَّذِیْ کَانَ یُحَرِّمُ

ان کی بعثت سے ہر بت منہ کے بل گر پڑا۔ اور ان
کی وجہ ہی سے بہت سی حرام چیزیں بھی حلال ہو گئیں۔

فَلَوْلَاہُ مَا سَارَتْ لِطَیْبَۃَ نُوْقُنَا
وَلَوْلَاہُ مَا کَانَ الْحُدَاۃُ تَزَمْزَمُ

اگر وہ نہ ہوتے تو مدینہ شریف کی طرف ہماری اونٹنیاں نہ چلتیں
اور اگر وہ نہ ہوتے تو حدی خوانوں کی نغمہ سرائیاں بھی نہ ہوتیں۔

اَلَا قُلْ لِقَوْمٍ تَنَازِعُوْا اِنْ اَرَدْتُمْ
نَجَاۃً بِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا

جھگڑا کرنے والی قوم سے کہہ دو اگر تم ان کے وسیلہ
سے نجات چاہتے ہو تو مل کر ان پر درود و سلام بھیجو۔

حضرت محمد ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب بالغ ہوئے تو ہر قبیلے کی عورتوں کی طرف سے عموماً" اور قریش کے عورتوں کی طرف سے خصوصاً" نکاح کے پیغام موصول ہونے لگے۔ ہر گھر میں عورتوں کا پسندیدہ عنوان حضرت عبداللہ ہی بن گئے۔ حضرت عبدالمطلب کو پتہ چلا تو آپ نے اپنے باوقار فرزند سے فرمایا بیٹے تم شکار کی غرض سے شہر سے نکل پڑو تاکہ عورتوں سے نجات ہو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہب زہری کے ساتھ شکار کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت وہب خود فرماتے ہیں کہ ہم جنگل میں تھے کہ اچانک ستر یہودی گھڑ سوار تلواریں سونتے نمودار ہوئے۔ وہب نے ان سے پوچھا تمہاری غرض کیا ہے؟۔ انہوں نے کہا ہم عبداللہ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ وہب نے کہا انہوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ کہنے لگے کچھ نہیں۔ بجز اس کے کہ ان کی پشت سے آخری نبی ظاہر ہوگا جس کا دین تمام ادیان کا ناسخ ہوگا۔ ہم سرے سے ہی اس شخص کو قتل کر دینا چاہتے ہیں جس سے اس نبی نے ظاہر ہونا ہے۔

حضرت وہب فرماتے ہیں ہم باتوں میں ہی مشغول تھے کہ اچانک آسمان سے ایک لشکر ظاہر ہوا جس نے تمام یہودیوں کو ختم کر ڈالا۔ حضرت عبداللہ اور وہب نے واپس آکر تمام قصہ عبدالمطلب کو سنایا۔

حضرت عبدالمطلب کو تشویش ہوئی اور پسند فرمایا کہ حضرت عبداللہ کا نکاح ہو جائے۔ وہب سے مشورہ لیا تو وہب نے کہا میری ایک آمنہ نامی بیٹی ہے۔ آپ اپنی اہلیہ محترمہ کو بھیجئے تاکہ وہ اسے دیکھ لیں اگر عبداللہ کی والدہ نے میری بیٹی پسند کر لی تو میں اسے بطور باندی پیش کروں گا اس پر عبدالمطلب کی زوجہ محترمہ وہب کے گھر گئیں۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ گھر والوں نے اھلاً" کہا اور استقبال کرتے ہوئے کہا۔ عرب خواتین کی سیدہ تو نے ہمیں خوش کر دیا ہے۔ غالباً" تم عبداللہ کے نکاح کی غرض سے ہمارے ہاں آئی ہو۔ تم نے ہماری آنکھیں ٹھنڈی کر دی ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی

والد نے کہا خدا کی قسم میری آمد کی غرض یہی ہے۔ وہب کے کنبہ نے کہا ہماری خوش بختی ہے کہ ہماری بچیاں عبدالمطلب کے گھر جائیں۔ حضرت عبداللہ کی والدہ نے حضرت سیدہ آمنہ کو دیکھا تو کوکب درخشاں کی مانند پایا۔ آپ واپس ہوئیں اور حضرت عبدالمطلب سے سیدہ آمنہ کی تعریف کی۔ حضرت عبدالمطلب نے اہل وہب کو بلا کر کہا، مہر اور نکاح کی شرطیں طے کی جائیں۔ حضرت وہب نے جو مطالبہ رکھا اس پر حضرت عبدالمطلب راضی ہو گئے اور اس طرح حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدہ آمنہ سے ہو گیا۔

حضرت عبداللہ عفت و طہارت کا مجسمہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر معصیت سے محفوظ رکھا تھا۔ ایک مرتبہ ایک عورت فاطمہ بنت مر نے ان کو دعوت گناہ دی اور کہا کہ اگر تم مجھ سے ہم بستری کرو تو میں تمہیں سو اونٹ دوں گی۔ حضرت عبداللہ نے ارتجالاً جواب میں کہا۔

اَمَّا الْحَرَامُ فَالْمَمَاتُ دُوْنَهٗ
وَالْحِلُّ لَاحِلَّ فَاَسْتَبِیْنَهٗ
فَکَیْفَ بِالْاَمْرِ الَّذِیْ تَنْوِیْنَهٗ
یَحْمِی الْکَرِیْمُ عِرْضَهٗ وَدِیْنَهٗ

حرام کے ارتکاب سے بہتر یہ ہوتا ہے کہ آدمی مر جائے
اور حلال کی کوئی صورت نہیں جسے یقیناً میں جان سکوں۔

عورت تیری خواہش کو کیسے پورا کیا جاسکتا ہے اس لئے کہ
ہر شریف آدمی اپنے دین اور اپنی عزت کو بچایا کرتا ہے۔

رجب کی چار تاریخ تھی جب حضرت عبداللہ نے سیدہ آمنہ سے زفاف میں فرمائی۔ قریش کی عورتیں حسد سے جل گئیں اور نور رسول ﷺ کے نہ پانے کے صدمہ میں تق...

حضرت عبداللہ کا گزر ایک مرتبہ اسی خثعمیہ عورت فاطمہ پر ہوا لیکن اس مرتبہ اس نے حضرت عبداللہ کی طرف کوئی توجہ نہ دی اس پر حضرت نے اس سے کہا۔

"اے فاطمہ کیا آج بھی تمہاری وہی خواہش ہے جو کل تھی۔"

اس نے کہا

"قد کان مرۃً والیومَ لا"

"اس دن تھی مگر آج نہیں"۔

اس وقت سے یہ جملہ ضرب المثل بن گیا۔

فاطمہ نے حضرت عبداللہ کو غور سے دیکھا اور کہا اے نوجوان! تم نے یہاں سے جانے کے بعد کون سا کام کیا ہے آپ نے فرمایا آمنہ سے نکاح کیا ہے۔

فاطمہ نے کہا۔

اے نوجوان!

"میں نہ حرام کار ہوں اور نہ حسد کرنے والی عورت ہوں۔ میں نے آپ کی پیشانی میں نور نبوت دیکھا تھا اور خواہش پیدا ہوئی تھی کہ وہ نور میرے بطن سے ظاہر ہو لیکن ایسا نہ ہو سکا"

عبداللہ! جا کر اب اپنی بیوی کو خوشخبری دو کہ وہ کائنات کے سب سے چنیدہ شخص اور ایک نبی سے حاملہ ہو گئی ہیں۔

خُذُوا لِی اَمَانًا مِنْ لَوَاحِظِهَا النُّجْلِ
وَاِلَّا سَلُوهَا مَنْ اَحَلَّ لَهَا قَتْلِی

میرے لئے اس کی خوبصورت اور کشادہ آنکھوں سے پناہ لو ورنہ اس سے پوچھ لو میرا قتل اس کے لئے کس نے حلال کیا ہے۔

فَلَوْ عَلِمَتْ مَاذَا الَّذِیْ مِنَ الْاَسٰی
لَمَا حَلَّتْ هَجْرِیْ كَمَا حَرَّمَتْ وَصْلِیْ

اگر اسے میرے دکھوں اور راہ محبت میں پہنچنے والے صدموں کا احساس و علم ہوتا ہے تو وہ مجھ سے دور رہنے کو کبھی حلال نہ کرتی جیسے کہ اس نے مجھ سے ملنے کو حرام کر رکھا ہے۔

فَرِیْدَۃُ حُسْنٍ لَا یُرٰی قَطُّ مِثْلُھَا
کَمَا لَا یُرٰی بَیْنَ الْوَرٰی عَاشِقٌ مِثْلِیْ

وہ حسن میں ایسا دریکتا ہے جس کی مثل کبھی نہیں دیکھی گئی بالکل ایسے ہی جیسے مخلوق میں میری مثل کوئی عاشق نہیں۔

اَرٰی جَوْرَھَا عَدْلًا اِذَا حَکَمَتْ بِہٖ
فَمَا مِیْکَ مِنْ جَوْرٍ وَمَا مِیْکِ مِنْ عَدْلٍ

میں اس کے ظلم کو بھی عدل تصور کرتی ہوں جب وہ اس پر تل جائے تو اندازہ کر لیا جائے کہ جب وہ ظلم سے منع کرے میں اس کے عدل کو کیا سمجھوں گی۔

مُبَرْقَعَۃٌ تَجْلُوْ عَلٰی ذَالِکَ الْحِمٰی
ھِیَ النُّوْرُ وَلٰکِنْ ضَلَّ فِیْ حُبِّھَا عَقْلِیْ

جو اس چراگاہ میں ہے وہ اس پر جھرمٹ کیے ہوئے ہے۔
بلاشبہ وہ روشنی ہے لیکن ہر عقل اس کی محبت میں بھٹک گئی ہے۔

مَتٰی یَنْظُرُ الْمُشْتَاقُ حُسْنَ جَبِیْنِھَا
وَیَجْمَعُ قَبْلَ الْمَوْتِ رَبِّیْ بِھَا شَمْلِیْ

اس کا شوق رکھنے والا نہ جانے کب اس کی درخشاں اور خوبصورت پیشانی کو دیکھے گا اور نہ جانے کب میرا رب میری موت سے پہلے میری پریشانیوں کو جمعیت خاطر میں بدلے گا۔

وَاَسْعٰی اِلٰی ذَاكَ الضَّرِيْحِ مُسَلِّمَا
عَلٰی مَنْ سَمَا قَدْرًا عَلٰی سَائِرِ الرُّسُلِ

نجانے اس کی تربت کو سلامی دینے میرا اس کی جانب کب جانا ہو گا ہاں وہاں ایسا رسول ہے جو سب رسولوں سے شان و حرمت میں رفیع ہے۔

اَقُوْلُ لَهٗ صَاحِبَ الْحَوْضِ وَاللِّوَا
وَمَنْ فَضْلُهٗ قَدْ عَمَّ فِي الصَّعْبِ وَالسَّهْلِ

میں ان سے عرض گزار ہوں گا اے کوثر ولوا کے مالک اور اے وہ ذات جس کا فضل و کرم شدید اور مسلسل ہر حالت میں ارزاں ہوتا ہے۔

دَعَوْتَ بِاَشْجَارِ الْفَلَاتِ فَاَقْبَلَتْ
وَحَنَّ اِلٰی لُقْيَاكَ جِذْعٌ مِنَ النَّخْلِ

آپ وہ ہیں کہ جنگل کے درخت بھی آپکے بلانے پر حاضر ہوئے اور ستون حنانہ نے آپ کے فراق میں گریہ و زاری کی۔

يُصَبِّرُنِيْ مِنْكَ الْعَذُوْلُ وَاِنَّنِيْ
مِنَ الْوَجْدِ لَا اَصْغٰی لِلَوْمٍ وَلَا عَذْلٍ

ملامت کرنے والا مجھے صبر کی تلقین کرتا ہے حالانکہ جدائی کے صدمہ نے

میری حالت یہ کر دی ہے کہ مجھے اب ملامت اور سزا دونوں کی پروا نہیں۔

كَانَّ عَذُوْلِيْ فِيْكَ يَا شَافِعَ الْوَرٰى
اَبُوْلَهَبٍ فِي الْعَقْلِ وَهُوَ اَبُوْجَهْلٍ

اے مخلوق کی شفاعت کرنے والے جو لوگ آپ کی محبت میں مجھے ملامت کرنے والے ہیں وہ اپنی عقل اور سوچ میں ایسے ہیں جیسے ابولہب اور ابوجہل تھے۔

اَقُوْلُ لِنَفْسٍ طَالَبَتْنِيْ بِعِزِّهَا
وَكَيْفَ تُرِيْدُ النَّفْسُ عِزًّا بِلَا ذُلٍّ

میں عزت کے طالب نفس سے کہتا ہوں اے نفس بغیر ذلت کے کبھی عزت حاصل نہیں ہو سکتی۔

تُرِيْدِيْنَ اِدْرَاكَ الْمَعَالِيْ رَخِيْصَةً
وَلَا بُدَّ دُوْنَ الشَّهْدِ مِنْ اِبَرِ النَّحْلِ

کیا تو اعلیٰ مرتبے بغیر کسی مصیبت کے یونہی حاصل کرنا چاہتا ہے جانتا نہیں کہ شہد کے حصول سے پہلے مکھیوں کے ڈنک سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

قَطَعْتُ زَمَانِيْ بِامْتِدَاحِيْ مُحَمَّدًا
وَسِيْرَتُهٗ بَيْنَ الْوَرٰى اَبَدًا شُغْلِيْ

میں نے ساری عمر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت گوئی میں بسر کی ہے۔ لوگوں میں ان کی سیرت کا بیان ہمیشہ میرا مشغلہ رہا۔

وَمَنْ اَنَا حَتّٰی اَنْ اَکُنْ مَادِحًا لَہٗ
وَمَدَحَ الٰہُ الْعَرْشِ جَلَّ عَنِ الْمِثْلِ

میں کون ہوں کہ ان کی نعت کہوں جبکہ عرش والا
خدا خود ہی ان کی بے مثل تعریف فرما رہا ہے۔

عَلَیْہِ صَلٰوۃُ اللّٰہِ مَالَاحَ بَارِقٌ
سَحِیْرًا عَلٰی وَادِی الْمُحَصَّبِ وَالْاَثْلِ

جب تک بجلیاں چمکیں ان پر اللہ درود بھیجے
اور ہر صبح وادی محصب اور جھاؤ کے درختوں پر
ان کی نسبت سے رحمتیں نازل ہوتی رہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالی نے مجھے آدم کی پیٹھ میں رکھ کر زمین میں اتارا اور نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا اور ابراہیم کے ساتھ آگ میں ڈالا اسی طرح اپنے والد عبداللہ تک پشت در پشت منتقل ہوا۔"

گویا اس طرح آپ کا سلسلہ نسب یہ ہوا۔

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

یہاں تک تمام مورخین کا اتفاق ہے اس سے اوپر اجداد کے اسماء گرامی میں علماء اختلاف رکھتے ہیں۔

اللہ تعالی نے جب پسند فرمایا کہ پشتوں میں ودیعت کیا ہوا وہ خزانہ ظاہر فرمائے اور ایک عالم اس سے مستفیض ہو تو اس نور مبارک کے ظہور پر نشانیاں متجلی فرمائیں۔ ساری کائنات کو خوش خبری سنائی گئی۔ آسمانوں میں ہر جانب منادیاں ہوئی' کہا گیا۔ اے عرش انوار کی پوشاک پہن ـــــ!! اے کرسی افتخار کا لباس لے ـــــ!! اے سدرہ المنتہی روشن ہو جا ...

کسو اور عرش کے گردا گرد حلقہ بنا لو۔۔۔۔!! اے رضوان جنت ابواب جنت کھول دو۔۔۔۔!! اے ملک دوزخ دربائے جہنم بند کر لو۔۔۔۔!! آج وہ پنہاں نور جو میرے خزانوں میں ازل سے محفوظ آ رہا ہے بطن آمنہ میں منتقل ہو رہا ہے۔ پھر لوح اقتدار پر اقلام اقدار اس پاکیزہ نطفہ اور در معنی کے استقرار پر جاری ہو گئیں تو آمنہ صدیقہ کے بطن مبارک میں اس نور نے قرار فرمایا۔ پھر ہر سو آواز دی گئی کہ ملائکہ اعلیٰ کو خوشبوؤں سے معطر کر دو۔ ملائکہ جن محرابوں میں عبادت کرتے ہیں وہاں عطر بکھیر دو۔ جو مقرب فرشتے ہیں ان کی ضیافت کے لئے جانمازیں بچھا دو۔ اس لئے کہ اس ماہ اس کا جلوہ ظاہر ہو گا جو روشن معجزات اور تاباں نشانیوں والے ہیں اور ۱۲ ربیع الاول کو پیر کی شب سبع مثانی والے کا ظہور ہو گا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ جب سیدہ آمنہ طاہرہ زکیہ کا بطن اطہر اس مدت کو جا پہنچا جو حاملہ عورتوں کے شمار سے ہوتا ہے تو پہلے مہینے میں سیدنا آدم علیہ السلام خواب میں آئے اور سیدہ کو خوشخبری سنائی کہ "تم جہاں میں سب سے اونچی ذات کے حمل سے ہو"۔ دوسرا مہینہ ہوا تو ادریس علیہ السلام خواب میں آئے اور فرمایا "تم قدر و منزلت والے سے حاملہ ہو۔" تیسرے ماہ نوح علیہ السلام نے بشارت دی کہ "تم مدد والی ذات کے حمل سے ہو"۔ چوتھا مہینہ ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام خواب میں آئے اور "نوید جاں فزا سنائی کہ تم عزت و کرامت والی ذات سے حاملہ ہو"۔ پانچویں مہینے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے خوشخبری سنائی کہ "تم ہیبت و دبدبہ والے صاحب سے حاملہ ہو"۔ چھٹا ماہ داخل ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام خواب میں آئے اور فرمایا "تمہیں عظمت و فضیلت والے صاحب قلب سلیم مبارک ہوں۔" ساتواں مہینہ ہوا تو داؤد علیہ السلام نے بشارت دی "سیدہ! تم اس سے حاملہ ہو جو بلند لوا والے کوثر کے مالک ہیں"۔ آٹھویں مہینے سلیمان علیہ السلام نے خواب میں آکر فرمایا کہ "بی بی! تم خاتم الانبیاء والمرسلین سے حاملہ ہو" اور نویں مہینے عیسیٰ علیہ السلام نے خوشخبری دی کہ "تم خوبصورت چہرے والے، فصیح زبان والے اور دین صحیح والے سے حاملہ ہو"

نعت شریف

یَا مَوْلِدًا قَدْ حَوٰی عِزًّا وَّ اِقْبَالًا
بِوَصْفِهٖ یَبْلُغُ الْعُشَّاقُ اٰمَالًا

اے ولادت سعادت والے عزت اور اقبال سب کچھ پر تو حاوی ہے۔ تیری نعت گوئی ہی سے چاہنے والوں کی امیدیں پوری ہوتی ہیں۔

یَا مُدَّعِی الْحُبِّ فِیْهِ وَهُوَ ذُوْ وَلَهٍ
وَفِیْ هَوَاهُ جَفَا اَهْلًا وَّ اَطْلَالًا

اے محبت کا دعویٰ کرنے والے یہی تو ہیں جو محبت کے لائق ہیں۔ ان کے سوا کسی دوسری محبت میں مبتلا ہو کر اور گھر بار چھوڑ کر ظلم نہ کر۔

اِنْ كُنْتَ تَعْشِقُهٗ مُتْ فِیْ مَحَبَّتِهٖ
فَمَوْلَهُ الْقَلْبِ مُشْتَاقٌ اِلَّا لَا

اگر تجھے ان سے پیار ہے تو تیری موت ان کی محبت ہی میں ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ چاہنے والے دل یا چاہتے ہیں یا پھر رہتے ہی نہیں۔

اَلنُّوْقُ تَعْشِقُهٗ وَجْدًا وَّ تَقْصِدُهٗ
شَوْقًا وَّ تَطْلُبُ مِنْ رُؤْیَاهُ اِجْلَالًا

[illegible]

متصور ہی ہیں۔ ان کی زیارت سے وہ عظمت کی طالب ہوتی

مُشْتَاقَةٌ عَشِقَتْ مَنْ لَا شَبِيهَ لَهُ
وَيَقْطَعُ الشَّوْقُ مِنْهَا فِيهِ أَوْصَالَا

وہ انہی کی مشتاق ہیں۔ اور ان کا عشق ایک ایسی ذات سے ہے جن کی مثال کوئی نہیں۔ وہ ان کے شوق میں دوڑ دوڑ کر اپنے جوڑوں کو اکھاڑ ڈالتی ہیں۔

إِيَّاكَ وَالْعَدْلَ مَنْ فِي الْكَوْنِ يُشْبِهُهُ
قَدْ فَاقَ فِي الْحُسْنِ أَشْكَالًا وَأَمْثَالَا

انصاف چاہئے جناب! عالم ان کے مشابہ کون ہو سکتا ہے بلاشبہ وہ شکل و صورت میں ہر حسین پر فوقیت رکھتے ہیں۔

إِنْ جِئْتَ بَانَاتِ اللُّقَى أَوْ جِئْتَ مَرْبَعَةً
فَحُطَّ يَا حَادِيَ الْعِيسِ أَحْمَالَا

جب تو محبوب کی منزل پر پہنچ جائے تو اے حدی خوان اپنا سفر منقطع کر دے اور سواریوں کے بوجھ اتار پھینک۔

ضَاعَ الزَّمَانُ وَلَمْ أَنْظُرْ مَنَازِلَهُ
وَمَا رَأَيْتُ بِذَاكَ الشِّعْبِ أَطْلَالَا

وقت گزر گیا اور میں اچھی طرح ان منزلوں کو دیکھ نہ پایا بلکہ محبوب سے منسوب پہاڑی ٹیلوں کی زیارت بھی نہ کر سکا۔

ذَنْبِیْ یُقَیِّدُنِیْ وَالْقَیْدُ یُقْعِدُنِیْ
وَقَدْ حَمَلْتُ مِنَ الْاَوْزَارِ اَثْقَالَا

میرے گناہ میرے وہ بند ہیں جنہوں نے مجھے قیدی بنا رکھا ہے اور بلاشبہ میں نے گناہوں کے انبار لاد رکھے ہیں۔

لٰکِنَّنِیْ فِیْ غَدٍ اَرْجُوْهُ یَشْفَعُ لِیْ
مُحْسِنَ ظَنِّیْ بِخَیْرِ الْخَلْقِ مَاذَالَا

لیکن میں کل ان سے امید رکھوں گا کہ وہ میری شفاعت فرمائیں۔ یہ میرا وہ حسن ظن ہے جو خیر الخلائق ﷺ سے میں نے ہمیشہ رکھا ہے۔

فَقَدْ لَجَأْنَا اِلٰی بَابِ الْکَرِیْمِ وَمَنْ
یَلْجَاءُ اِلَیْهِ یَرٰی رُحْبًا وَّاِقْبَالَا

ہم اب اس کریم کے دروازہ پر آئے ہیں جہاں جو آئے کشائش پاتا ہے اور اقبال مند ہوتا ہے۔

هُوَ النَّبِیُّ الَّذِیْ ضَاءَ الْوُجُوْدُ بِهٖ
وَاَفْرَحَ الْقَلْبَ فِیْ ذِکْرَاهُ اِجْمَالَا

وہ نبی ﷺ ہیں جن سے سارا جہاں روشن ہے ان کا ذکر اجمالی بھی ہو تو دل خوش ہو جاتا ہے۔

بِحَقِّهٖ یَا اِلٰهِیْ جُدْ لَنَا کَرَمًا
عَفْوًا وَّصَفْحًا وَّاِکْرَامًا وَّاِجْلَالَا

کر لو ر ہمیں اکرام اور اجلال کی دولت سے مالا مال فرما۔

صَلَّى عَلَيْهِ إِلٰهُ الْعَرْشِ ثُمَّ عَلَى
أَهْلِيهِ وَالصَّحْبِ آبَادًا وَّ أَزَلًا

عرش کے مالک ان پر اور ان کی آل'
اصحاب پر ہمیشہ ہمیشہ درود بھیج۔

حضرت سیدہ آمنہ طاہرہ کے بطن مبارک میں نور مبارک کے نو مہینے پورے ہو گئے تو ربیع الاول کی پہلی رات کو حضرت سیدہ کو خاص قسم کی خوشی محسوس ہوئی اور دوسری رات کو آرزو کے پورا ہونے کی خوشخبری دی گئی۔ تیسری رات ملائکہ کی تسبیحوں کی آواز سنی۔ چوتھی رات کو اپنی سعادت ہویدا ہوئی۔ پانچویں رات میں دائمی خوشی کا مژدہ ملا اور یہ وقت ایسا تھا کہ بی بی نہ کمزور رہیں اور نہ ست۔ جب چھٹی رات ہوئی تو تکان اور تکلیف کلیتہ" جاتی رہی۔ ساتویں رات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا انہوں نے اچھے نام والے خوبصورت نسبت والے اور عظیم نبی کی بشارت سنائی۔ آٹھویں رات میں فرشتوں نے ان کا طواف کیا جب وضع حمل کا وقت قریب آیا تو نویں رات ظہور نور ہوا۔ دسویں رات میں ولادت نبوی کی خوشی میں پرندوں نے راگوں کے ساتھ چہچانا شروع کر دیا۔ گیارہویں رات ہوئی تو فرشتوں نے حمد و ثنا کے غلغلے بلند کئے۔ بارہویں شب تھی جب کسی کہنے والے نے سیدہ آمنہ سے کہا "بی بی! تمہیں مبارک ہو آج تم ایک عظیم فرزند تولد کرو گی جب وہ ماہ نبوت ظاہر ہو جائے تو اس کا نام محمد ﷺ رکھنا"۔

جب نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم افق وجود پر ظاہر ہوئے تو ان آوازوں سے وادیاں گونج اٹھیں۔ کسی نے کہا "اے کوہ ابوقبیس! یہ آنے والے صاحب فراست اور خوشیوں کے مالک ہیں۔ اے جبل حرئی! یہ ولادت خیرالوریٰ کی ہوئی ہے۔ اے عرفات کے پہاڑ! آج ہلاکتوں سے نجات دینے والے دنیا میں آئے ہیں۔ اے مقام نیف! آج تیرے پہلو میں عظیم مہمان کا جلوہ...

والے نبی مصطفیٰ و مجتبیٰ ہیں۔ اے زمزم! پہچان یہ عظیم الشان نبی کی ولادت کا دن ہے۔ اے آسمانو! معجزات و آیات کے مالک کی آمد پر فخر کرو اور اے زمینو! اولین اور آخرین کے سردار کی ولادت پر خوشیاں مناؤ"۔

صبح ولادت طلوع ہوئی تو ایک علم مشرق میں' ایک علم مغرب میں اور ایک علم خانہ کعبہ پر نصب کیا گیا۔ شیطان سنگ سار ہوا۔ بت سر کے بل گر پڑے۔ آتش کدہ فارس جو ہزار سال سے روشن تھا' ٹھنڈا پڑ گیا۔ احمد مجتبیٰ کی میلاد کی ہیبت تھی کہ قیصر کسریٰ میں زلزلہ بپا ہو گیا۔ دریائے ساوئی خشک ہو گیا۔ وادی سماوئی میں پانی جوش مارنے لگا۔ بی بی آمنہ کو ستاروں نے جھک کر سلامی دی۔ سیدہ کو جب درد زہ معلوم ہوا تو آپ نے اپنے ہاتھ دعا کے لئے' رازوں کے جاننے والے رب کے سامنے پھیلا دیئے اور فرمایا "رب اس وقت میرے پاس عبد مناف کی کوئی عورت نہیں"۔ ابھی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ آمنہ کا گھر خوبصورت' طویل القامت' سیاہ زلف والی اور سرخ گالوں والی عورتوں سے بھر گیا' وہ آمنہؓ کی بلائیں لیتیں اور کہتیں آمنہ تم فکر نہ کرو ہم جنتی حوریں ہیں' ہمیں اللہ تعالیٰ نے مولود مسعود سے برکت لینے کے لئے بھیجا ہے۔

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ "اس کے بعد پھر میرے سامنے ایک پرندہ نمودار ہوا اور اس نے ایک نرم و نازک جوان کی صورت اختیار کر لی اس کے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا جس میں دودھ سے زیادہ سفید' شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار مشروب تھا۔ اس نے وہ پیالہ مجھے تھما دیا کہ یہ پی لو' پس میں نے وہ شربت پی لی۔ اس کے بار بار کے اصرار پر میں بار بار وہ پیتی رہی پھر اس نے اپنا نورانی ہاتھ میرے بطن پر پھیر کر کہا اے سید المرسلین! تولد فرمایئے۔ اے خاتم النبین! ظہور فرمایئے۔ اے رحمتہ اللعالمین! جلوہ فگن ہو جایئے۔ اے نبی اللہ ﷺ قدوم میمنت نواز سے کائنات کو رونق بخشئے' اے اللہ کے رسول تشریف لایئے! اے خیر الخلائق کائنات کو روشنی بخشئے' بسم اللہ اے محمد بن عبداللہ رونق افروز ہو جایئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر منیر کی طرح جہاں میں جلوہ افروز ہوئے۔

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ

اس کے بعد پڑھنے والے نے یہ اشعار پڑھے۔

وُلِدَ الْحَبِيْبُ وَمِثْلُهُ لَا يُوْلَدُ
وُلِدَ الْحَبِيْبُ وَخَدُّهُ يَتَوَرَّدُ

خدا کے حبیب پیدا ہوئے ان کی مثل کبھی کوئی نہ پیدا ہوگا۔ وہ ایسے حبیب ہیں ان کے رخسار گلگوں ہیں۔

وُلِدَ الْحَبِيْبُ مُكَحَّلًا وَّمُطَيَّبًا
وَالنُّوْرُ مِنْ وَّجَنَاتِهٖ يَتَوَقَّدُ

ایسے حبیب پیدا ہوئے جن کی آنکھیں سرگیں اور وجود خوشبو خوشبو ہے اور رخسار ایسے ہیں کہ نور جلوہ نما ہے۔

وُلِدَ الَّذِیْ لَوْلَاهُ مَا ذُكِرَ النَّقَا
كَلَّا وَلَا ذِكْرًا لِّحِمًى وَالْمَعْهَدُ

اگر وہ حبیب پیدا نہ ہوتے تو کبھی بھی
نقیٰ، حمی اور معہد کا تذکرہ نہ ہوتا۔

هٰذَا الَّذِیْ لَوْلَاهُ مَا ظَهَرَ الْقُبَا
كَلَّا وَلَا كَانَ الْمُحَصَّبُ يُقْصَدُ

یہ وہ ہیں کہ اگر نہ ہوتے تو قبا کا ظہور بھی نہ ہوتا اور محصب کا بھی کوئی قصد نہ کرتا۔

هٰذَا الَّذِیْ جَاءَتْ اِلَيْهِ غَزَالَةٌ
وَالْجِذْعُ حَقًّا قَالَ اَنْتَ مُحَمَّدٌ

یہ وہ ہیں کہ ہرن آپ کے پاس فریادی ہو کر آیا اور کھجور کے تنے نے گواہی دی کہ آپ ہی تعریف کیے گئے ہیں۔

هَـٰذَا إِمَامُ الْمُرْسَلِيْنَ حَقِيْقَةً
هَـٰذَا خِتَامُ الْأَنْبِيَاءِ وَسَيِّدٌ

یہ رسولوں کے حقیقت میں امام ہیں اور ایسے سردار کہ نبوت آپ پر ختم کر دی گئی ہے۔

إِنْ كَانَ يُوْسُفُ قَدْ أَفَاقَ جَمَالُهُ
وَاللّٰهِ ذَا الْمَحْبُوْبُ مِنْهُ أَزْيَدُ

یوسف حسن میں اگرچہ ہر ایک سے بڑھ گئے ہیں لیکن قسم اللہ کی یہ ایسے محبوب ہیں کہ ان کا حسن ان سے بھی زیادہ ہے۔

لَوْ كَانَ إِبْرَاهِيْمُ أُعْطِيَ رُشْدَهُ
بِاللّٰهِ ذَا الْمَوْلُوْدُ مِنْهُ أَرْشَدُ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اگرچہ ہدایت دی گئی ہے لیکن یہ ایسے مولود ہیں کہ ان سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔

لَوْ كَانَ قَدْ أُعْطِيَ الْمَسِيْحُ عِبَادَةً
فَمُحَمَّدٌ مِنْهُ أَجَلُّ وَأَعْبَدُ

عیسیٰ علیہ السلام کو اگر جذبہ عبادت دیا گیا ہے تو محمد ﷺ اس میں بھی سب سے بزرگی رکھنے والے ہیں۔

هَـٰذَا الَّذِيْ خُلِعَتْ عَلَيْهِ مَلَابِسٌ
وَنَفَائِسٌ فَنَظِيْرُهُ لَا لَهُ ...

یہ وہ ہیں جنہیں نفیس اور جنتی خلعت عطا کی گئی ہے۔ ان کی نظیر کہاں پائی جا سکتی ہے۔

جِبْرِيْلُ نَادٰی فِیْ مِنَصَّةِ حُسْنِهٖ
هٰذَا مَدِيْحُ الْكَوْنِ هٰذَا اَحْمَدُ

جبرئیل نے اپنے مقام حسن سے آواز دی یہ وہ ہیں جو کائنات کے ممدوح ہیں یہ احمد ہیں۔

يَا عَاشِقِيْنَ تَوَلَّهُوْا فِیْ حُبِّهٖ
هٰذَا هُوَ الْحَسَنُ الْجَمِيْلُ الْمُفْرَدُ

اے عشاق ان کی محبت میں وارفتہ ہو جاؤ اس لئے کہ یہ حسن و جمال میں یکتا ہیں۔

سِيْرُوْا اِلٰى نَجْدٍ وَّاسْمَعُوا الْحَادِیْ بِكُمْ
يَحْدُوْ وَيُعْلِنُ بِاللُّحُوْنِ وَيُنْشِدُ

نجد میں جا کر دیکھو اور سنو حدی خواں مختلف معنوں میں کیا گا رہے ہیں اور کیا اعلان کر رہے ہیں۔

وَيَقُوْلُ يَا عُشَّاقُ هٰذَا الْمُصْطَفٰى
وَيَقُوْلُ يَا مُشْتَاقُ هٰذَا الْاَنْجَدُ

اور کہتے ہیں اے محبت میں وارفتہ لوگو! یہ مصطفیٰ ہیں یہ سب سے بلند رتبہ رکھنے والے ہیں۔

يَا نَازِلِيْنَ الْمُنْحَنٰى فِيْ شَعْبِكُمْ
اِنَّ الْمُتَيَّمَ بِالْفِرَاقِ يُهَوَّدُ

اے محنی میں مہمان بننے والو! بے شک تمہاری راہوں میں عشق کا ارادہ کرنے والے کو ڈرایا جاتا ہے۔

يَا مَوْلِدَ الْمُخْتَارِ كَمْ لَكَ مِنْ ثَنَاءٍ
وَمَدَائِحٍ تَعْلُوْ وَذِكْرٌ يُوْجَدُ

اے صاحب میلاد کتنی ہی آپ کی تعریفیں اور نعتیں ہیں اور آپ کا ذکر جمیل کیسے ہر جگہ موجود ہے۔

لَمْ يَأْتِ فِيْ اَوْلَادِ آدَمَ مِثْلُهٗ
فِيْمَا مَضٰى هٰذَا حَدِيْثٌ مُسْنَدٌ

گزشتہ دور میں آدم کی اولاد میں ان جیسا کوئی نہیں ہوا یہ بات بڑی پختہ ہے۔

قَالَتْ مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ بِاَسْرِهِمْ
وُلِدَ الْحَبِيْبُ وَمِثْلُهٗ لَا يُوْلَدُ

آسمان کے جمیع فرشتوں نے مل کر کہا حبیب خدا پیدا ہوئے۔ ان کی مثل اب کوئی نہ پیدا ہو گا۔

صَلُّوْا عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّعَشِيَّةً
اَلْفَ الصَّلٰوةِ مَعَ السَّلَامِ وَزِيْدُوْا

ان پر صبح و شام درود مع السلام بھیجو بلکہ ہو سکے تو ہزاروں مرتبہ سے بھی زیادہ پڑھو

صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ و سلم اس حال میں پیدا ہوئے کہ سجدہ کناں تھے اور چشم مبارک سے آسمان کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ یہ روایت بھی ہے کہ آپ نے پیدائش کے فوراً" بعد قرب الٰہی کے مصلے پر سجدہ کیا۔ حضرت سیدہ آمنہ نے درد زہ بالکل محسوس نہ فرمائی۔ میلاد شریف کے بعد مقرب فرشتوں نے آپ کو اٹھا لیا اور ساتوں آسمانوں پر لے گئے۔ آپ کے نور سے جہاں کا ہر گوشہ بھر گیا۔ اللہ تعالٰی نے آپ کے سر پر کرامت کا تاج رکھا۔ آپ سرمہ لگائے ہوئے دنیا میں رونق افروز ہوئے۔ سیدہ طاہرہ نے آپ کو دیکھا تو حسن و جمال سے متحیر ہو گئیں۔ بلاشبہ آپ شوکت' وقار اور دبدبہ کی خلعتوں میں ملبوس تھے۔ فرشتوں نے آپ کو جھرمٹ میں لیا ہوا تھا۔ کسی کہنے والے نے کہا ان کو بحر و بر اور شرق و غرب اور خلوت و جلوت میں لے جاؤ تاکہ آپ کی ولادت اور اسم گرامی کی معرفت ہر سو عام ہو جائے اور ہر ایک آپ کی برکت سے فیض یاب ہو۔

حضرت سیدہ فرماتی ہیں کہ اس موقع پر کسی کہنے والے نے یہ بھی کہا کہ انھیں آدم کی صفوت' شیث کی رفعت' نوح کی رقت' ابراہیم کی خلت' اسماعیل کی اطاعت' ایوب کی استقامت' یعقوب کا شکر' یوسف کا حسن' داؤد کی آواز' سلیمان کی حکومت' لقمان کی حکمت' موسیٰ کی قوت' یحییٰ کا زہد اور عیسیٰ (صلوت اللہ و سلامہ علیھم اجمعین) کی بشارت عطا کر دو اور جمیع انبیاء کے اخلاق کی انھیں کسوت دو۔

آپ کی ولادت سعادت ہوئی تو حضرت عبدالمطلب کو اطلاع دی گئی جب وہ آئے تو انھیں مولود مسعود کی مبارک دی گئی اور آمنہ سیدہ نے تمام احوال اور معجزے جو دیکھے تھے انھیں کہہ سنائے' حضرت عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو ہاتھوں میں اٹھا لیا اور کعبہ شریف کے سامنے لے آئے۔ وہاں دعا مانگی اللہ کا شکر بجا لائے اور ارتجالاً" حضور ﷺ کی تعریف میں یہ اشعار پڑھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَعْطَانِیْ
ھٰذَا الْغُلَامَ الطَّیِّبَ الْاَرْدَانِ

تعریف اس اللہ کے لئے جس نے مجھے
یہ پاکیزہ اور خوبصورت بچہ عطا فرمایا۔

قَدْ سَادَ فِی الْمَھْدِ عَلَی الْغِلْمَانِ
اُعِیْذُہٗ بِالْبَیْتِ ذِی الْاَرْکَانِ

یہ بچہ ماں کی گود ہی میں تمام بچوں پر سرداری میں
سبقت لے گیا میں اسے کعبہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

حَتّٰی اَرَاہُ بَالِغَ الْبُنْیَانِ
اُعِیْذُہٗ مِنْ شَرِّ ذِیْ شَنَانِ

یہاں تک کہ میں اسے دیکھوں خوب بولنے والا
میں اسے دشمن کے شر سے پناہ میں دیتا ہوں۔

مِنْ حَاسِدٍ مُضْطَرِبِ الْعِنَانِ
اَنْتَ الَّذِیْ سُمِّیْتَ فِی الْقُرْاٰنِ

ہر حاسد اور پریشان آنکھوں والے سے بے شک
تو ہی ہے جس کا نام قرآن میں رکھا گیا۔

اَحْمَدُ مَکْتُوْبًا عَلَی الْجِنَانِ

جنت کے در و دیوار پر احمد لکھا ہوا ہے۔

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تبارک نے حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی مخلوق معزز پیدا نہیں فرمائی۔ آپ ہی ہیں کہ آپ کے نام کی قسمیں اس نے کیں۔ آپ کی حیات مبارکہ پور بجا کی قسم کی۔

آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ وہ دور فارس کے بادشاہ نوشیرواں عادل کا تھا۔ تاریخ ولادت کے بارے میں تین معروف اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ کہ آپ ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے عکرمہ رضی اللہ عنہ کے مطابق آپ ۸ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ عطا رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آپ کی میلاد ہوئی ۳ ربیع الاول تھی۔ پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔ پیدائش کا دن پیر ہے۔ عجیب اتفاق معراج' ولادت' ہجرت اور وصال سب پیر والے دن ہی ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے تو دل خوش ہو گئے۔ سختیاں رفع ہو گئیں۔ آپ ﷺ کی آمد نے روحوں کو خوش کر دیا۔ قلوب نے آپ سے زندگی پائی اور غم و اضطراب رخصت ہو گئے۔ زمین آپ کے نور سے جگمگا اٹھی۔

ایام رضاعت

ولادت باسعادت کے بعد آپ ﷺ کو دودھ پلانے والی عورتوں کے سامنے لایا گیا۔ عورتوں نے یتیم سمجھتے ہوئے کوئی خاص توجہ نہ دی مگر وہ عورت جو علم الٰہی میں بلند بخت تھی اس نے آپ کو قبول کر لیا۔ اس عظیم سعادت اور توفیق خیر کے دروازے حضرت حلیمہ سعدیہ کے لئے کھلے۔ آپ کی اس سعادت مندی ہی کی وجہ سے اور حلم ہی کی بنا پر آپ حلیمہ سعدیہ ٹھہریں۔

حلیمہ سعدیہؓ نے حضرت محمد ﷺ کو اٹھا کر گود میں ڈال لیا آپ کی سواری جس علاقہ سے گزرتی خشک وادیاں سرسبز و شاداب ہو جاتیں۔ پتھروں سے سلام کی آوازیں آتیں۔ درختوں کی شاخیں جھک جھک کر سلامی دیتیں اور بعض اقوال میں حاسد نے حسد کا اظہار بھی کیا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ اپنے علاقہ میں داخل ہوئیں تو گویا زمین نے زمردیں لباس پہن لیا۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ دکھائی دینے لگا۔

حضور کو جب میں نے لیا تو میری چھاتیوں میں دودھ کم تھا لیکن آپ کو لانے کے بعد دودھ میں اتنی فراوانی ہو گئی کہ دوسری عورتیں بھی بچے دودھ کے لئے میرے پاس آتیں۔ حضور ﷺ کے ہاتھوں نے ہماری بکریوں کے تھنوں کو چھوا تو ان کا دودھ چالیس گھروں کے لئے کفایت کرنے لگ گیا۔ میں جب حضرت محمد ﷺ کو دودھ پلاتی تو کسی چراغ کی ضرورت محسوس نہ ہوتی بلکہ ایک دن مجھ سے خولہ سعدیہ نے پوچھا تم کیا ساری رات اپنے گھر میں آگ روشن رکھتی ہو؟ میں نے کہا خدا کی قسم یہ روشنی آگ کی نہیں ہوتی بلکہ حضرت محمد ﷺ کے روئے تاباں سے ہوتی ہے۔

فرماتی ہیں کہ حضرت محمد ﷺ سے پہلے ہماری صرف سات بکریاں تھیں لیکن آپ کی آمد کے بعد اتنی خیرو برکت ہوئی کہ ان کی تعداد بڑھ کر ایک سو تک جا پہنچی۔ لوگ ہمارے گھر آتے اور آپ ﷺ سے برکت حاصل کرتے۔ ایک مرتبہ میں نے حضور ﷺ کے پاؤں دھوئے اور آپ کے تلووں کا دھوون ان کی بکریوں کو پلا دیا۔ اس سے ان کی تمام بکریاں گابھن ہو گئیں اور خوب ان کے مال میں خیرو برکت ہوئی۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں حضرت محمد ﷺ کی معیت میں خوش رہتی۔ میں نے کبھی آپ کے پیشاب کو نہ دھویا مگر طہارت کے خیال سے۔ میں آپ کے وسیلے سے خدا سے جو حاجت مانگتی وہی پوری ہو جاتی۔

آپ ﷺ جب بھی میرے لڑکے ضمرہ کے ساتھ بکریاں چرانے تشریف لے جاتے تو واپسی پر میرا بیٹا محیرالعقول قسم کے واقعات سناتا۔ ان میں سے بعض یہ ہیں کہ ضمرہ کہتے کہ ہمارے حجازی بھائی محمد ﷺ جب کسی خشک وادی میں قدم رکھتے ہیں وہ فوراً سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ دھوپ ہو تو بادل کے ٹکڑے آپ پر سایہ کر لیتے ہیں۔ جانور آپ کے قدموں کا بوسہ لیتے۔ جب آپ کسی پتھر پر قدم رکھتے تو وہ موم ہو جاتا اور اس پر نشان قدم بن جاتا ایسے جیسے خمیر آٹے میں نشان بن جاتے ہیں۔

حلیمہ کہتی ہیں میں ضمرہ کو سمجھاتی' بیٹے یہ واقعات کسی اور سے بیان نہ کرنا۔ ایک دن حسب عادت دونوں بکریاں چرانے جنگل کی طرف گئے اچانک میرا بیٹا ضمرہ ... ہوا گھر واپس آیا اور کہا اماں میرے حجازی بھائی کی مدد کو پہنچئے وہ مصیبت میں مبتلا

ہو گئے ہیں میرا خیال ہے کہ تم شاید ہی ان سے زندہ ملو' غالباً" وہ شہید کر دیئے گے ہیں۔

حلیمہ سعدیہؓ فرماتی ہیں ہم دوڑتے بھاگتے جب جائے وقوعہ پر پہنچے تو حضرت محمد ﷺ کا رنگ بدلا ہوا تھا اور آپ ایک پہاڑی ٹیلے پر کھڑے تھے۔ میں نے آپ کو سینے سے چمٹا لیا۔ آنکھوں پر بوسہ دیا اور پوچھا میرے حبیب کیا ہوا ہے؟ آپ کس مصیبت میں مبتلا ہو گئے تھے؟ آپ نے فرمایا ماں! کوئی بات نہیں ہم کھڑے تھے کہ اچانک تین آدمی نمودار ہوئے۔ ان کے چہرے چاند کی طرح چمک رہے تھے۔ ایک شخص کے ہاتھ میں ایک جواہرات کا برتن تھا جو آب کوثر سے پگھلائے ہوئے برفانی پانی سے بھرا ہوا تھا۔ دوسرے کے ہاتھ میں سبز ریشمی رومال تھا۔ انہوں نے مجھے پہاڑ پر آہستگی سے لٹا دیا اور پھر ہلکے سے انداز میں میرا سینہ چاک کر دیا۔ میں نے اس دوران ذرہ بھر تکلیف محسوس نہ کی۔ انہوں نے میرے سینے سے گوشت کا ایک سیاہ لوتھڑا نکال دیا اور کہنے لگے "یہ شیطان کا اندرونی حصہ ہے"۔ اب تم پر شیطان کا تسلط ممکن ہی نہیں رہا۔ پھر میرے دل کو لائے گئے پانی سے دھویا اور دوسرے نے ریشمی رومال میں اسے لپیٹ کر معطر کیا۔ ساتھ والے شخص نے اسے کہا کہ کلمہ الٰہیہ سے اسمیں علم' حلم اور رضائے الٰہی بھر دو۔ اس کے بعد میرا دل سینے میں رکھ دیا گیا اور سینہ برابر ہو گیا۔ اب دیکھتی نہیں میں بالکل صحیح ہوں۔ حضرت حلیمہ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ بوسہ لیا اور اپنے سینہ سے چمٹا لیا اور کچھ وقت کے بعد آپ کو عبدالمطلب کے پاس لے گئیں اور یہ امانت ان کے سپرد کر دی۔

قارئین! یاد رہے کہ میلاد شریف کے بیان اور اس کی ترغیب میں خاصی طویل بات ہوئی ہے اور یہ عمل مکہ شریف' مدینہ منورہ' مصر' شام' یمن' اور بلد شرق و غرب میں ہمیشہ سے جاری ہے۔ میلاد شریف کی محفلیں ہوتی ہیں۔ لوگ جمع ہو کر نعتیں پڑھتے ہیں۔ ماہ ربیع الاول کا چاند طلوع ہوتے ہی مسلمانوں میں خوشیوں کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے۔ لوگ غسل کرتے ہیں۔ عمدہ عمدہ لباس زیب تن کرتے ہیں۔ ان کی بستیاں عطر و گلاب کی خوشبو سے مہک اٹھتی ہیں۔ ان دنوں میں لوگ سرمہ لگاتے ہیں اور

خوب اور خوب خوشیاں مناتے ہیں۔ مال و دولت خوب خرچ کئے جاتے ہیں۔

میلاد کی محفلوں کا اہتمام بڑے تزک و احتشام سے ہوتا ہے۔ لوگ اظہار مسرت کرکے خوب ثواب کماتے ہیں۔ محفل میلاد کی برکتوں میں سے تجربہ شدہ بات یہ ہے کہ جس سال کسی گھر میں حضور ﷺ کا میلاد ہو اس سال خوب خیرو برکت ہوتی ہے۔ سلامتی و عافیت' مال و دولت میں کشائش اور اولاد و اموال میں برکت ہوتی ہے اور سارا سال گھر میں سکون رہتا ہے۔

کہتے ہیں بغداد میں ایک شخص رہتا تھا جو ہر سال محفل میلاد کروایا کرتا۔ اس کے پڑوس میں ایک متعصب یہودی عورت رہتی تھی۔ ایک مرتبہ اس نے اپنے شوہر سے کہا ہمارے پڑوسی کو کیا ہوا کہ ہر سال کثیر مقدار میں دولت فقرا اور مساکین پر خرچ کر دیتا ہے شوہر نے کہا یہ مسلمان ہے اور سب کچھ اپنے نبی کی میلاد پر اظہار خوشی کے لئے کرتا ہے اور اس کا گمان ہے کہ اس کے نبی اس فعل پر خوش ہوتے ہیں۔ رات ہوئی تو وہ یہودی عورت خواب میں کیا دیکھتی ہے کہ ایک نورانی شخص ہیں اور ان کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت ہے اس نے یہ دیکھ کر تعجب کیا اور ایک صاحب سے پوچھا یہ کون ہیں؟ جو سب سے زیادہ بزرگ و محترم ہیں۔ بتایا گیا یہ نور مجسم محمد ﷺ ہیں۔ عورت نے کہا کیا میں ان سے مل سکتی ہوں۔ صحابہ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں۔ عورت کہتی ہے میں آگے بڑھی اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا بندی میں موجود ہوں۔ میں نے عرض کیا حضور آپ مجھے کیوں جواب دیتے ہیں حالانکہ میں یہودی ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے جواب اس وقت دیا ہے جب میں نے جان لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت فرمانے والا ہے عورت نے کہا حضور! اپنا دست نور بلند فرمایئے تاکہ میں بیعت کر لوں اور اس کے ساتھ ہی گواہی دے دی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

عورت کی آنکھ کھلی تو وہ از حد مسرور تھی۔ اب نہ صرف ایمان کا ارادہ ہو گیا بلکہ عہد کر لیا کہ اپنا تمام مال و زر صدقہ کرے گی۔ اور ہر سال حضور ﷺ کا میلاد کیا کرے گی۔ تکمیل عہد کا وقت آیا تو شوہر نے بھی بڑی سرگرمی دکھائی اور اپنا تمام مال و

زر قربان کرنے پر آمادہ دکھائی دیا۔ عورت نے پوچھا' ماجرا کیا ہے؟ تم کس وقت ایمان لائے۔ اس نے کہا جس کے ہاتھ پر تم رات اسلام لائی ہو تمہارے بعد میں بھی ان کے دست کرم پر ایمان لے آیا تھا۔

دونوں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی دولت عطا فرما دی ہے۔

والحمدللہ رب العٰلمین

اے اللہ ہم نے محبوب رسول ﷺ کی میلاد مبارک کا ذکر رقم کیا ہے اسے قبول و منظور فرما۔۔۔۔!!

بارالہٰ! اپنے حبیب کے طفیل جنت نعیم میں ہمارا مسکن بنا۔۔۔۔!!

رب العٰلمین! جس دن شدید خوف ہو گا اور پیاس انتہا پر ہوگی اپنے حبیب ﷺ کے حوض سے سیرابی عطا فرمانا۔۔۔۔!!

مولائے کریم! اپنے وجہ نور کی زیارت سے ہمیں محروم نہ فرمانا۔۔۔۔!!

اے اللہ! ہم تیرے حضور تیرے نبی مصطفیٰ' رسول مجتبیٰ' امین مقتدیٰ' آل پاک' اہل بیت اطہار' اہل صدق و صفا اور فضل و وجود و وفا کے مالک اصحاب کو وسیلہ لاتے ہیں۔ مولا! ہماری دعائیں قبول فرما۔۔۔۔!!

تو ہمارا مددگار ہے!

تو ہمارا حاجت روا ہے!

تیری رحمتوں کے ہم دریوزہ گر ہیں!

رب کریم! ہمیں جنت کی نعمتیں' حور و قصور اور عزتیں عطا فرمانا۔۔۔۔!!

اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے ہم تیرے رسول کے وسیلہ سے معاصی پر تیری چشم عفو کے امیدوار ہیں' معاف فرما دے۔۔۔۔!!

مولا! ہر خوف و خطر کی جگہ سے محفوظ رکھیو۔۔۔۔!!

رب کریم ہم نے جو کچھ پیش کیا ہے' اسے قبول فرمائیو۔۔۔۔!!

ہمارے اعمال کے

آقا! ہم پر رحم فرما ـــــــ!!

اے معاف کرنے والے معاف فرما ـــــــ!!

اے کرم کرنے والے کرم سے نواز ـــــــ!!

اے اللہ! ہمیں، ہمارے والدین، اساتذہ و مشائخ، اور جو بھی محفل میلاد میں شریک ہو سب کو معاف فرما دے۔

قاضی الحاجات تو ہے۔ توبہ قبول کرنے والا تو ہے اور ارحم الراحمین تو ہے۔

مولا کرم فرما دے ـــــــ!!

توبہ قبول فرما لے ـــــــ!!

اور اپنی رحمتوں کی عطا سے محروم نہ فرما ـــــــ!!

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ
وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى
اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَ الْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى
آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ o

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِتْحَافُ الْأَنَامِ بِأَوَّلِ مَوْلِدٍ فِي الْإِسْلَامِ

اسلام کی تاریخ
میں سب سے پہلا
میلاد شریف

مؤلف

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عیسیٰ بن عبد اللہ بن مانع حمیری

مترجم

محمد ذاکر اللہ نقشبندی

مع

محفل میلاد منانا جائز ہے

حال نزیل مکة المکرمه زادها الله

وزاد مولودها شرفا و عزا و مجدا

ترجمہ: بیت اللہ شریف کے سامنے بوقت ۵:۴۵

بروز دوشنبہ ۱۳ جمادی الاخری ۱۴۲۶ھ ق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ و السلام علی من لانبی بعدہ' وعلی آلہ وصحبہ الذین ہم مصا بیح الدجیٰ و مفا تیح الھدیٰ

امّا بعد! اللہ عزوجل کے فضل وکرم اور نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی مدد، اولیاء اللہ کی توجہات اور علماء اہلِ سنت والجماعت کی سرپرستی اور مخیر حضرات کے تعاون سے قائم ادارہ جمعیت اشاعت اہلِ سنت (پاکستان) نور مسجد کاغذی بازار کراچی دین مبین اسلام، مسلک حق اہلِ سنت والجماعت کے عقائد حقہ کی نشر و اشاعت میں دن رات معروف عمل ادارہ ہے جو نہایت اہلِ صلاح و اخلاص لوگوں کے اجتماع واتحاد سے معرض وجود میں آیا ہے عرصہ دراز سے مسلمانان پاکستان کو دین اسلام کی تعلیمات سے وابستہ رکھنے کی خاطر ملک بھر میں ہر ماہ اہلِ تعلق ومحبت کو دینی مسائل اور علمی دلائل ومباحث پر مشتمل کتب و رسائل ترسیل کرتا ہے اسکے علاوہ اہلِ محلّہ و ساکنان علاقہ کو فیض پہچانے کی خاطر ہر پیر کو نور مسجد کاغذی بازار میں نماز عشاء کے بعد ایک دینی اجتماع ہوتا ہے جس میں مختلف علماء کرام عقائد واعمال کی اصلاح کی غرض سے جدید سے جدید ترین موضوعات پر عوام کو لیکچرز دیتے ہیں نیز بڑی راتوں کو نعت خوانی ذکر واذکار کی محافل قیام اللیل کا اہتمام بھی ہوتا ہے اسی طرح اکابرین اور

صوفیائے کرام سے عوامِ اہلِ سنّت کو مربوط رکھنے کی غرض سے اور پریشان حالوں کی مصیبتوں کو ٹالنے کیلئے ہر اتوار کو عصر و مغرب کے درمیان اجتماعی طور پر ختمِ قادریہ کا اہتمام کیا جاتا ہے، جس میں کثیر تعداد میں مسلمین اور مسلمات شرکت کرتے ہیں اس کے علاوہ حفظ و ناظرہ کیساتھ درسِ نظامی (عالم کورس) کا شعبہ بھی قابل اور تجربہ کار اساتذہ کرام اور علماء کی نگرانی میں چل رہا ہے جبکہ ملک کے مختلف حصوں سے لوگ اپنے مسائل بھیج کر دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلِ سنّت (پاکستان) سے اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں اور اپنے دنیاوی اور دینی مسائل کا حل بلیغ، مدلّل اور محققانہ انداز میں پاتے ہیں۔ جمعیت کے دارالکتب میں نایاب اور کم یافت کتب کے مخطوطات بھی موجود ہیں جنکی تصحیح تبییض اور طباعت کا کام بھی بہ نوبت جاری ہے جبکہ نت نئے مسائل پر محققین اور باحثین کیلئے ہزاروں کی تعداد میں عربی، مصری اور بیروتی مطبوعات کے ذخائر بھی موجود ہیں جبکہ "مرکز تحقیقات النصوص الشرعیة و الثقافة الإسلامیة" بھی جمعیت اشاعت اہلِ سنّت کی ایک ذیلی شاخ ہے جو کہ ائمہ دین علماءِ ملّت بالخصوص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی تصنیفات، تعلیمات و حواشی کی کتابت، تصحیح اور طباعت کی ذمہ داری اپنی دوش پر لئے ہوئی ہے۔ اور فقہ حنفی کی تائید میں اس فقہ کے مسائل کو احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء سے ثابت کرنے اور خلاف و موافق احادیث میں تطبیق دینے میں مشہور حنفی مُحدِّث امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) کی مشہور کتاب "شرح معانی الآثار" کے مطبوعہ نسخہ پر اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب "حاشیۃ

الطحطاوی علی الدر المختار" کے مطبوعہ نسخہ پر اعلیٰحضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا لکھا ہوا حاشیہ چڑھانا اس سلسلے کی کڑی ہے جس کو کتاب نسخوں کے کناروں پر لکھنے کے کام کا شرف بھی نہایت قلیل مدت میں اللہ عز وجل کے فضل و کرم سے ہمارے ایک دوست کاتب ابن کلمات کے حصے میں آیا" حاشیہ طحطاوی علی الدر" پر اعلیٰحضرت کا حاشیہ چڑھانا جو کہ بہت بڑا کام ہے جسکی تین جلدوں پر کام مکمل ہونے کے بعد فقہاءِ احناف کی کرامت اور اکابرینِ اہلسنّت والجماعت کی خدمات کو عام کرنے پر ان کی ارواح طیبہ سے صلے کے طور حرمین شریفین کی حاضری اور سنت ادائیگی عمرہ کا بلاوا آیا اور بندہ سفرِ حرمین شریفین کا عازم ہوا چونکہ پہلی دفعہ اداءِ عمرہ مسنونہ کے بعد بار بار عمرہ کرنا مستحب عمل ہے جبکہ کعبۃ اللہ اور مدینہ شریف کے حرم میں عبادت بھی اپنا مقام رکھتی ہے اور عبادات نافلہ میں بہترین عبادت علم عرفان کی تعلیم وتعیم اور تعلم اور تفہیم ہے لہذا بندہ نے متعدد عمروں کے بجائے ارادہ کیا کہ کوئی علمی کام کیا جائے اب اگر" حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار" کی چوتھی جلد پر کام کیا جائے تو وقت کی قلت اور کتاب کے وزنی ہونے کی وجہ سے دشواری تھی جبکہ سعودی گورنمنٹ کا ایک متشدد مسلک سے تعلق اور وہاں کا تنگ نظر قانون بھی اجازت نہیں دے رہا تھا تو ان وجوہ کے سبب ارادہ اس پر مرکوز ہوا کہ کسی مختصر کتاب پر کام کیا جائے تو اس کیلئے حاشیہ امام احمد رضا بر کتاب الابریز من کلام سیدی الشیخ عبد العزیز۔ الدباغ۔ رحمۃ اللہ کا انتخاب کیا۔ لیکن چونکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے قلمی حاشیہ پر لکھے ہوئے حوالہ جات کسی پرانے نسخے کیمطابق تھے جب کہ میرے پاس موجود نسخہ

بیروت کا جدید طرز پر چھپا ہوا تھا جو پرانے نسخے سے جودت طبع اور کتابت کمپیوٹر کیوجہ سے یکسر مختلف تھا جبکہ اس کے کناروں پر چھوڑی ہوئی جگہ حاشیہ کیلئے ناکافی تھی تو اس وجہ اس پر بجائیکہ تفصیلی کام شروع کیا جائے صرف نشاندہی کردی اور باقی کام کراچی آکر کرنے کا عزم کیا۔

جب دوبارہ مدینہ شریف سے مکہ المکرمہ کی طرف عازم سفر ہوا تو شیخ ڈاکٹر عیسیٰ مانع الحمیری حفظہ اللہ کا رسالہ "اِتْحَافُ الْاَنَامِ بِقَوْلِ مَوْلِدِفِی الْاِسْلَام" (جو کہ آپ کے ہاتھوں میں ہے) ملا جس کے اردو ترجمہ کیلئے پہلے سے ہمارا ارادہ تھا اور چونکہ اس کے متعلق حضرت شیخ صاحب سے صفہ شریف کے پاس محراب تہجد کے سامنے بات ہوئی جس پر انہوں نے نہایت خوشی اور رضامندی کا اظہار کیا تھا تو بندہ نے ایفاءِ عہد کے طور پر رکن یمانی کے پاس کعبۃ اللہ سے ۱۹ قدموں کے فاصلہ پر بالمقابل بیٹھ کر ترجمہ کے کام کا آغاز کیا نیت یہ تھی کہ چونکہ آقائے نعمت مولائے کل دانائے سبل محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت مکہ المکرمہ میں ہوئی ہے۔ لہذا آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کی خدمت اقدس میں سیرت شریف کے حوالے سے عقیدت کا نذرانہ پیش کیا جائے اور یہ رسالہ بھی میلاد شریف کے حوالے ہے لہذا اسی کو محور عمل گردانا۔

اور دوسری غرض یہ تھی کہ چونکہ تمام عالم کے مسلمان اسی کعبۃ اللہ کی طرف اپنی نمازوں میں رُخ کرتے ہیں خواہ عرب ہوں یا عجم تو ان کے درمیان اب بھی وحدت اور یکجہتی کے بہت سارے اسباب للہ الحمد موجود ہیں تو یہاں پر

ایسا کام کرنا جو عرب وعجم کے اہل سنن کیلئے باعث وحدت ہو بہتر ہوگا تو ایک عرب سُنی عالم دین کی کتاب کے ترجمہ کا انتخاب کیا۔

حضرت علامہ ڈاکٹر عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن مانع الحمیری حفظہ اللہ عرب کے علمائے اہل سنت والجماعت میں ممتاز مقام کے حامل ہیں اللہ عزوجل نے آپ کو علمی تبحر کے ساتھ حلم واخلاق سے نوازا ہے تحقیق اور تحقیق اور علمی جستجو آپ کی نمایاں صفات میں سے ہیں سخاوت اور مہمان نوازی آپ کی طبیعت میں ودیعت کردی گئی ہے خوف خدا اور فکر آخرت کی مثالیں آپ کی زندگی میں بکثرت مشاہدہ ہوتی ہیں باوجود یکہ متحدہ عرب امارات دبئی میں آپ شئون اسلامی اور اوقاف کے مدیر تھے لیکن پھر بھی آپ اپنی تدریسی و تعلیمی مصروفیات کو وقت دیتے تھے آپ نے مسلمانان عرب امارات کی دینی رہنمائی کیلئے ایک دارالافتاء بھی قائم کیا تھا جس میں اسلامی فقہی چار مذاہب سے مربوط قرآن وحدیث کی روشنی میں فیصلہ صادر کیا جاتا تھا "فتاوی شرعیۃ" جسے دائرۃ الأوقاف والشئون الإسلامیۃ بدبی ، ادارۃ الافتاء والبحوث نے شائع کیا تھا جسے آپ ہی کی نگرانی میں محترم ڈاکٹر عبدالستار خلیفہ، محترم ڈاکٹر وسیلہ الحاج موسیٰ وغیرہ علمائے کرام نے مرتب کیا تھا۔

آپ جامعۃ الامام مالک رحمہ اللہ کے مدیر ہیں جس کے کلیۃ الشریعۃ میں احادیث احکام کی کتابیں آپ ہی پڑھاتے ہیں آپ جہاں ایک باعمل عالم ہیں وہاں پر زاہد اور باکمال صوفی کی صفت سے بھی متصف ہیں آپ کی خانقاہ میں ہفتہ وار ختم خواجگان نقشبند اور ذکر شریف کی محفل بھی منعقد

ہوتی ہے۔

چونکہ آپ سُنّی العقیدہ حسلب فی الدین عالم محقق ہیں آپ نے اسماء وصفات عقائد وعلم التوحید اور دیگر فقہی اور اعتقادی موضوعات پر سلف صالحین اور علماءِ اہلِ سنّت کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے قلم اٹھایا ہے۔ اور اسلامی مکتبہ کو درج ذیل چند معروف تصانیف کا تحفہ پیش کیا ہے۔

۱. اَلتَّاَمُّلُ فِی حَقِیْقَةِالتَّوَسُّلِ.

۲. بُلُوْغُ الْمَامُوْلِ فِی الْاِخْفَاءِ وَالْاِحْتِفَالِ بِمَوْلِدِالرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

۳. اَلْفَتَاوی الشَّرعِیَّة.

۴. رُؤْیَةُالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَائِزَۃٌفِی الْمَنَامِ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ. (اس رسالہ کا اردو ترجمہ پاکستان میں چھپا ہے اور پھر جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان) بھی اسے اپنے سلسلہ اشاعت میں شائع کر چکی ہے)

۵. اِتْحافُ الْاَنَامِ بِاَوَّلِ مَوْلِدِفِی الْاِسْلَامِ.

۶. تَصْحِیْحُ الْمَفَاهِیْمِ الْعَقَدِیَّةِفِی الصِّفَاتِ الْاَلٰهِیَّةِ.

۷. تَحْسِیْنُ حَدِیْثِ اِرْتِجَاسِ الْاَیْوَانِ.

۸. اَلْقَوْلُ الْمُبِیْنُ فِی بَیَانِ عُلُوِّ مَقَامِ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اسکے علاوہ بھی حضرت کی کافی تصانیف ہیں جن کا ذکر خوفِ طوالت

کی بناء پر ترک کیا جاتا ہے۔

مولائے کائنات کی بارگاہ سے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ کی عمر وعلم واولاد میں برکتیں نازل فرمائے۔

وَذٰلِکَ فِی ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ یَّشَا
یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعٍ

محمدذاکر الله نقشبندی خادم العلم الشریف بمرکز لتحقیقات النصوص الشرعیة والثقافة الاسلامیة نور مسجد کراتشی

لیلة السبت الساعة ۷۰/۵ لیلاً بقرب الصباح

لیلة الذهاب إلی بلد الحبیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

سب تعریفیں اُس ذات کیلئے ثابت ہیں جس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و مدحت کو اپنا ذکر قرار دیا اور اس ربّ جلیل عزوجل نے فرمایا:

﴿"اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا"﴾ (الأحزاب: ۳۳/ ۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر۔ اے ایمان والو! اُن پر درود اور خوب سلام بھیجو (کنزالایمان)

اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ جل جلالہ اپنے جمال و جلال میں یکتا و تنہا ہے۔

﴿لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ﴾ (الانبیاء: ۲۱/ ۲۳)

ترجمہ: اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا (کنزالایمان)

اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم، اللہ تعالٰی کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کو خود اللہ عزوجل نے سراہا ہے (آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے سینۂ اطہر کو اللہ جل جلالہ نے کشادہ فرمایا ہے) آپ علیہ التحیتہ والثناء کے

ذکر کو بلند کیا ہے کہیں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حق تعالیٰ جل جلالہ کا ذکر نہیں ہوا اگر ہوا ہے تو حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کی شان تو یہ ہے جس کے متعلق آپ کے پروردگار نے خود فرمایا ہے:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾ (القلم: ٦٨/٤)

ترجمہ کنزالایمان یہ ہے۔

"بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔" اور حدیث شریف میں ہے: سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق و محاسن افعال کی تکمیل و تتمیم کے لیے مبعوث فرمایا۔ (خزائن العرفان) نعیمی

اور بیشک اے محبوب! آپ بلند ترین اخلاق پر فائز ہیں۔

اللہ عز وجل کے تسمیہ اور تعریف اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصلیہ اور توصیف کے بعد! یہ ایک مختصر رسالہ ہے جسے ہم ان قارئین کرام کی خدمت میں نذر کرتے ہیں جن کے دلوں کو اللہ عز وجل نے جلا بخشی، جن کی قدر و منزلت کو اللہ جل شانہ نے رفعت دی۔ اور جن کی عقل و فکر کو رب جلیل نے فتنوں کی مداخلت اور سرایت سے پاک کیا، اور جنھیں اللہ تعالیٰ عز وجل نے بدعقیدگی و گمراہی کی محنتوں اور آزمائشوں سے صاف رکھا، اور جنھیں اللہ تعالیٰ نے راہِ خیر پر چلنے کی توفیقِ خیر رفیق مرحمت فرمادی ہے، جو کہ ان ہی باتوں کی پیروی کرتے ہیں جن کی اللہ عز وجل نے اجازت عطا کی ہے، جن کے سامنے اللہ تعالیٰ نے تاریک اور اندھیری راتوں کے پردے چاک کر کے روشنی سے

تبدیل کیا ہے، جن کے معمولات کے پیانے اہلِ علم کے ان دلائل سے لبریز ہیں جن کو انہوں نے میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر کتب اور رسائل میں جمع کیا ہے۔

اس رسالے نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مِدحت اور تعریف کرنا ایک فطری سیرت ہے، جس کی طرف بلند اور عالی ہمتوں والے ایک دوسرے سے بڑھ کر پیش قدمی کرتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل اور امام طبرانی رحمہما اللہ وغیرہما نے حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے ایک قصیدۃ اللہ جل جلالہ کی مِدحت میں اور دوسرا قصیدہ آپ ﷺ کی مِدحت میں لکھا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: پڑھکر سناؤ اور پہلے اللہ عزوجل کی مِدحت سے شروع کیجئے۔(۱)

یہ ہیں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا یہ فضیلت نہ ان سے فوت ہوئی، اور نہ ان سے یہ حصہ غائب ہوا، کہ اس (مِدحتِ مصطفیٰ ﷺ) سے انہوں نے اپنا حصہ حاصل کرلیا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب غزوۂ تبوک سے واپس ہوئے تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

---

(۱) اس حدیث کو انہیں الفاظ کے ساتھ امام احمد نے مسند (۳/۲۴) طبرانی نے "معجم کبیر" جلد اول حدیث نمبر ۸۲۳-۸۳۲ اور "مسند احمد" میں اس جیسے الفاظ کیساتھ (۳/۴۳۵) ہے ہیثمی نے "مجمع" (۹/۲۲) میں کہا ہے: اس کے راوی ثقہ ہیں اور بعض میں اختلاف ہے۔ اور امام طبرانی نے "معجم اوسط" میں ان الفاظ کیساتھ کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد سے شروع کرو پھر میری مدحت امام نبہانی رحمہ اللہ نے "جامع الثناء علی اللہ" میں اسے ذکر کیا ہے۔ شیخ عیسیٰ۔

خدمت اقدس میں وہ منظوم کلام پیش کیا، جو آپ رضی اللہ عنہ اور ہر سچے عاشق رسول ﷺ کے سچے کے جوش کا آئینہ دار تھا تو اس کلام کا سننا ہی تھا کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اجازت مرحمت فرمائی کہ میری یہ نعت لوگوں کو بھی سنا دیں۔ تا کہ اس کے سننے سے زمانے والوں کے کان مستفید اور محظوظ ہو جائیں۔ اور رہتی دنیا تک مسلمانوں کو یہ سلیقہ مل جائے، اور یہ قانون بن جائے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت سرائی ہر وقت اور ہر جگہ جائز ہے تا کہ اس کی بجا آوری ہو جائے جو اللہ جل جلالہ کی کتاب (یعنی قرآن) میں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مذکور) ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (اور یم رسول اللہ ﷺ کے طریقہ) پر عمل ہو جائے۔

اللہ جل جلالہ سے دعا ہے کہ اس رسالے سے مخلوق کو نفع پہنچائے۔

مجھے اُمید ہے کہ رسالہ پڑھنے کے بعد میلاد شریف کے حوالے سے کوئی شک نہیں رہے گا، اس کے باوجود کہ مجھے علم ہے کہ اہلِ علم و دانش نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے، اور دلائل کے انبار لگا کر شک کرنیوالوں کی رائے اور ان کے موہومات کے تسلی بخش جواب دیئے، لیکن (ان تمام باتوں کے باوجود جیسا کہ کہا گیا ہے آگے جانے والے پیچھے آنے والوں کیلئے کچھ کام چھوڑ کر جاتے ہیں) جام عرفان میں اب بھی اتنا پانی ہے کہ گمراہی اور بد عقیدگی کی آگ کو بجھا دے اور اس سے ہدایت کی ضیاء پاشیاں روشنی بکھیر دیں۔

میں نے اس رسالہ کا نام "اِتْحَافُ الْاَنَامِ بِاَوَّلِ مَوْلِدٍ فِیْ الْاِسْلَامِ" رکھا (۱)، اور اس کے ساتھ ایک اور رسالہ "حز فی تحسین حدیث ابن عباس

الأبوان" (۲) بھی منسلک ہے۔ خداوند قدیر و عالی شان سے دعا ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا دن منانے کی خوشی میں لکھی جانے والی کتاب پر ہمیں کامل اجر عطا فرمائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا دیکھنے والا اور ہر شے پر قادر ہے۔

محمد سے شروع کروں، پھر میری مدد حسب امام نبہانی رحمہ اللہ نے "جامع الثناء علی اللہ" میں اس سے ذکر کیا ہے۔ تنبیہ۔

(۱) نوٹ: مذ رسالے کا اصل نام طبع اول میں "تحفة الأنام باقول نظم في مولد خير الأنام" لیکن مصنف رحمہ اللہ نے بذات خود مجھے دیے گئے رسالے پر نام کی اس طرح تصحیح کر دی۔ ذاکر اللہ نقشبندی

(۲) لیکن یہاں پر اس کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ ذاکر اللہ نقشبندی

"سنائیں اللہ تعالیٰ آپ کے دانتوں کو محفوظ فرمائے"

حضرت خریم بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی تو میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اسوقت حاضر ہوا جب آپ تبوک سے واپس آرہے تھے تو میں مسلمان ہوا اور میں نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: "یا رسول اللہ! میں آپ کی نعت ومدحت بیان کرنا چاہتا ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قُلْ لَا يَفْضُضِ اللّٰهُ فَاكَ"

"سنائیں اللہ تعالیٰ آپ کے دانتوں کو (ٹوٹنے سے) محفوظ فرمائے" تو آپ نے یہ اشعار سنا دیے۔(۱)

(۱) مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِي الظِّلَالِ وَفِيْ مُسْتَوْدَعٍ حَيْثُ يُخْصَفُ الْوَرَقُ

ترجمہ۔ اس دار فانی پر قدم رکھنے (یعنی ولادت) سے پہلے آپ جنت کی چھاؤں میں تھے، اور مستودع میں تھے، جہاں پتوں سے اپنے جسموں کو ڈھانپا جارہا تھا۔

(۲) ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ أَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقٌ

ترجمہ: پھر آپ (حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں ہوتے ہوئے) دنیا کے شہروں کی طرف اُتر کر تشریف لائے حالانکہ اُس وقت نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر (جسم متشکل) تھے نہ گوشت کا ٹکڑا، نہ لوتھڑا

---

(۱) ہر شعر کی تشریح آگے آرہی ہے۔ ڈاکٹر عطاء نقشبندی

(۳) بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِيْنَ وَقَدْ اَلْجَمَ نَسْراً وَاَهْلَهُ الْغَرَقُ

ترجمہ: ایسی حالت میں (آپ اُترے) کہ آپ نطفہ تھے جسے (بعد میں) کشتی نوح پر سوار کیا گیا، حالانکہ بُت اوران کے پوجنے والوں کو غرقابی نے یکسر خاموش کردیا (یعنی موت کے گھاٹ اُتاردیا)

(٤) تُنْقَلُ مِنْ صَالِبٍ اِلٰی رَحِمٍ اِذَا مَضٰی عَالَمٌ بَدَا طَبَقٌ

ترجمہ: آپ کو (نیک) باپوں کی پشت سے (نیک سیرت خواتین کے) رحم کی طرف منتقل کیا گیا جب بھی ایک حالت ختم ہوئی تو دوسری شروع ہوگئی (یعنی آپ اپنے ظہوراور ولادت سے قبل مختلف ادواراور مراحل سے گذرے)

(٥) حَتّٰی اِحْتَوٰی بَیْتُكَ الْمُهَیْمِنُ مِنْ خِنْدَفَ عَلْیَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ

ترجمہ: یہاں تک کہ آپ کی فضیلت پردلالت کرنے والی جائے رہائش (یعنی شکم مادر) حضرت لیلیٰ بنت عمران قضاعیہ پر (یعنی آپ نے جناب مدرکہ جوکہ حضور کے دادا تھے کی والدہ لیلیٰ بنت عمران کے پیٹ کو اپنا مسکن بنالیا) مشتمل ہوگئے جوکہ ایک عالی نسب خاتون تھیں جن کے بعد کا نسب درمیانہ اور متوسط ہے بلند ترین کوہساروں کی طرح عالیشان ہے

(٦) وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَ رْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ

ترجمہ: اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ساری زمین آپ کی ضیاء پاشیوں سے چمک اُٹھی اوراطراف واکناف عالم روشن ہوگئے

(٧) فَنَحْنُ فِیْ ذٰلِكَ الضِّیَاءِ وَفِی النُّوْ رِ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

ترجمہ: اورہم اُسی نوراور روشنی میں ہدایت کی راہ پرگامزن ہوکراپنا سفر (منزل مقصود کی طرف) طے کرتے ہیں۔

مذکورہ اشعار کی تفصیلی تشریح(۱)

۱۔ مِنْ قَبْلِهَا :۔ یعنی دنیا میں آنے سے پہلے یا ولادت باسعادت سے پہلے (یہاں ضمیر "ہا" دنیا یا ولادت کی طرف راجع ہے) اگرچہ انہیں ذکر نہیں کیا گیا لیکن ضمیر ان کی طرف لوٹ گئی جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) ﴿حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ﴾(ص:۳۲/۳۸)

یہاں تک کہ سورج حجاب میں چھپ گیا

(۲)﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾(الرحمٰن:۲۶/۵۵)

جو بھی اس زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے

(۳)﴿إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾(القدر : ۱/۹۷)

بیشک ہم نے اسے (قرآن کریم) کو اتارا قدر کی رات میں

مگر (مذکورہ شعر میں) ضمیر کو نبوت کی طرف راجع قرار دینا جیسا کہ دلجی وغیرہ نے قرار دیا ہے(۲) تو وہ اس مقام مقصود سے مناسبت نہیں ہاں اگر نبوت کی جگہ رسالت کو قرار دیا جائے پھر ہو سکتا ہے کہ فی الجملہ اس کی طرف ضمیر راجع ہو جائے اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ مِنْ قَبْلِ نُـزُوْلِكَ الْأَرْضَ آپ کی تشریف

---

(۱) شرح الشفاء للقاضی عیاض تالیف حضرت امام ملا علی قاری (۳۶۲/۱ ، ۳۶۱) مطبوعہ [illegible] کی [illegible] مستقل کی شرح) علامہ خفاجی (۲۹۶/۱) امام ذہبی کی تاریخ الاسلام

(۲) [illegible]

مذکورہ اشعار کی تفصیلی تشریح (۱)

۱۔ مِنْ قَبْلِهَا:۔ یعنی دنیا میں آنے سے پہلے یا ولادت باسعادت سے پہلے (یہاں ضمیر "ہا" دنیا یا ولادت کی طرف راجع ہے) اگرچہ انہیں ذکر نہیں کیا گیا لیکن ضمیر ان کی طرف لوٹ گئی جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) ﴿حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ﴾ (ص: ۳۲/۳۸)

یہاں تک کہ سورج حجاب میں غائب ہو گیا

(۲) ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ (الرحمٰن: ۲۶/۵۵)

جو بھی اس زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے

(۳) ﴿إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ (القدر: ۱/۹۷)

بیشک ہم نے اسے (قرآن کریم) کو اتارا قدر کی رات میں

مگر (مذکورہ شعر میں) ضمیر کو نبوت کی طرف راجع قرار دینا جیسا کہ دلجی وغیرہ نے قرار دیا ہے (۲) تو وہ اس مقام مقصود سے مناسبت نہیں ہاں اگر نبوت کی جگہ رسالت کو قرار دیا جائے پھر ہو سکتا ہے کہ فی الجملہ اس کی طرف ضمیر راجع ہو جائے اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ مِنْ قَبْلِ نُزُوْلِكَ الْأَرْضَ آپ کی تشریف

---

(۱) شرح الشفاء للقاضی عیاض تالیف حضرت امام ملا علی قاری (۱/۳۶۲ ـ ۳۶۱) [illegible] کی شرح / [illegible] (۱/۲۹۵) امام ذہبی کی تاریخ [illegible]

(۲) [illegible]

آوری سے قبل طِبْتَ فِی الظِّلَالِ آپ جنت کی چھاؤں میں خوش وخرم تھے جیسے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّعُیُوْنٍ﴾ (المرسلات: ۷۷/۴۱)

ترجمہ: بیشک متقی لوگ چھاؤں اور چشموں میں ہیں (المرسلات: ۴۱)

اور عرفی نے طِبْتَ فِی الظِّلَالِ کی جگہ طِبْتَ فِی الْجِنَانِ روایت کیا ہے یعنی آپ جنتوں میں خوش وخرم تھے۔

وَفِیْ مُسْتَوْدَعٍ دال کے زبر کے ساتھ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

﴿فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ط﴾ الایۃ (الانعام: ۶/۹۸)

ترجمہ: پھر تمہیں کہیں ٹھہرنا ہے اور کہیں امانت رہنا ہے" نعیمی

یعنی۔ اور آپ بڑی خوشی اور شادمانی کے عالم میں تھے جب آپ کو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں ودیعہ رکھا گیا۔ لے

اور بعض نے کہا کہ مستودع وہ مقام ہے جہاں حضرت آدم وحوا علیہما السلام اپنے بدن کو درخت کے پتوں سے چھپا رہے تھے اسطرح کے بہت پتوں کو ملا کر اپنے جسموں کو مستور کر رہے تھے

ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ: پھر آپ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں جنت سے اتر کر دنیا کی طرف آ گئے

لَا بَشَرٌ اَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقٌ: یعنی اس حال میں آپ جنتوں سے دنیا کی طرف تشریف لائے کہ نہ آپ کا بشرہ انور رہتا تھا، نہ خون جمود پذیر ہوا تھا اور نہ جسد اطہر کا ابتدائی مادہ گوشت کا ٹکڑا بنا ہوا تھا یعنی آپ نے ان تین مراحل

میں سے ایک مرحلہ بھی طے نہیں کیا تھا، اور" مُضْغَةً" گوشت کا وہ ٹکڑا ہوتا ہے جو چبائے ہوئے نوالے کے برابر ہو، اور "عَلَق" "مفرد اسم جنس ہے جمے ہوئے اور جامد خون کو کہا جاتا ہے، قرآن کریم نے اسے مرحلہ بمرحلہ ترتیب صعودی کے ساتھ بیان کیا ہے جبکہ یہاں (یا تو غیر مرتب یا) نزولی ترتیب کے مطابق بیان کیا ہے۔

(۳) بَلْ نُطْفَةً تَرْكَبُ السَّفِيْنَ: یعنی آپ عالم نطفی کی طرف تشریف لائے اس حال میں کہ آپ صلب آدم علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام میں نطفہ کی شکل میں تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں اس حال میں نازل ہوئے کہ آپ ضمناً کشتی میں سوار تھے۔ یہاں پر "سفین "کشتی کو جمع لایا گیا یا آپ کی تعظیم کے لئے ہے یا تو یہ اسم جنس ہے اگرچہ صاحب "صحاح" (علامہ جوہری ہراتی) نے اسے جمع قرار دیا ہے جمع اور اسم جنس دونوں میں یا تو بالکل فرق نہیں، یا تو (جوہری نے) چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے ایک پر دوسرے کا اطلاق کیا ہے۔ اور بعض نے یہ بھی کہا ہے اسے جمع تعظیم یا ضرورت وزن شعری کی بناء پر لایا گیا۔

وَقَدْ اَلْجَمَ نَسْراً وَاَهْلَهُ الْغَرَقُ: اور حال یہ کہ نسر بت اور اسکے پوجنے والوں کو غرقابی نے خاموش کیا یعنی انہیں بات کرنے اور مقصود بتانے سے روک دیا "اَلْجَمَ" لجام سے لیا ہوا ہے (جو کہ دری فارسی سے عربی میں آیا ہے اور اصل میں لگام ہے۔ ذ۔) اور اس شعر میں "نَسْراً" سے جو نوح علیہ السلام کے بتوں میں سے ایک بت کی طرف اشارہ ہے (تو مطلب یہ ہوگا کہ طوفان نوح نے

تُنْقَلُ مِنْ صَالِبٍ إِلٰى رَحِمٍ "تُنْقَلُ" صیغہ واحد مذکر حاضر فعل مضارع مجہول ہے اور "صالب" لام کے زیر یا زبر کے ساتھ "صُلْب" ضمہ کے ساتھ سے ایک لغت ہے لیکن قلیل الاستعمال ہے اور ایک لغت "صُلُب" بھی آئی ہے، اس طرح اس میں تین لغتیں ہیں۔

إِذَا مَضٰى عَالَمٌ بَدَا طَبَقٌ: جب ایک صدی گئی دوسری صدی شروع ہو گئی اور قرن کو طبق بھی کہا گیا ہے اس لئے کہ یہ زمین کو اپنے باسیوں سے بھر دیتی ہے اور اسی بناء پر ایک حدیث بھی وارد ہے کہ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا طَبَقًا غَدَقًا، اے اللہ ہم پر موسلا دھار بارش برسا دے جو زمین کو تر کر دے۔

اِحْتَوٰى بَيْتُكَ الْمُهَيْمِنُ: اِحْتَوٰى اکٹھا ہو جانے اور جمع ہو جانے کے معنی میں ہے اور ایک روایت میں "حَتّٰى اِحْتَوٰى" ہے تو یہ گزشتہ شعر کی غایت اور مقصود ہے یعنی آپ پاک پشتوں سے دوسرے پاک رحموں کی طرف مرحلہ بہ مرحلہ منتقل ہوئے۔

مرحلہ بہ مرحلہ یہاں تک کہ آپ پر وہ گھر مشتمل ہو گیا جو آپ کی فضیلت پر گواہ تھا

مِنْ خِنْدِفَ: "خاء" کی زیر اور "نون" کے سکون کے ساتھ اور بی نقطہ "دال" کی زیر جبکہ زبر بھی دیا جا سکتا ہے۔ بعد میں فاء بھی یہ لفظ "خندفہ" سے لیا ہوا ہے جو کہ دوڑ کر چلنے کے معنی میں ہے پھر اس سے لقب دیا گیا لیلیٰ بنت عمران قضاعیہ کو جو کہ حجاز مقدس کے عربوں کی ماں اور الیاس بن مضر بن نزار کی بیوی تھیں تو یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی ہوئیں کیونکہ یہ جناب مدرکہ کی ماں تھیں اور

چونکہ اس سے ایک قبیلہ نام رکھا گیا تو (تانیث اور علمیت کی وجہ سے) یہ غیر منصرف ہے۔

علیاء: یا حوی کیلئے مفعول ہے بلند و جاہ اور اعلیٰ مقام کے معنی میں ہے

تَحْتَهَا النُّطُقُ:۔ اسے دوسرے نسخوں میں " دُوْنَهَا " لکھا گیا ہے:

اور" نُـطُـقُ " نطاق کی جمع ہے علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں: یہاں لمبے چوڑے پہاڑوں کو کہا جاتا ہے جو کہ ایک دوسرے کے اوپر ہوں۔ یعنی ان پہاڑوں کے اطراف اور درمیانی علاقوں کو نطاق (کمر بند) کیساتھ اسلئے مشابہ قرار دیا گیا کہ کمر بند سے بھی لوگ اپنی کمر کے وسط کو باندھتے ہیں اور یہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اسلئے بطور مثال پیش کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم درمیانی قوم تھی اور آپ ﷺ کا قبیلہ سب سے بلند تھا اور یہاں پر زیر نطاق قرار دیا گیا (اسلئے کہ جیسے درمیانی حصہ پہاڑوں کا بیچ میں واقع ہوتا ہے اسی طرح آپ کا نسب اطہر بھی درمیان میں واقع ہے) اور" بَیْتُـــــــہ " کہکر آپ کے خاندان عزت قبیلے کی رفعت کی طرف اشارہ کیا گیا یا بالذات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے اور " مُهَيْمِــن " اس بیت کی صفت واقع ہے یعنی یہاں تک کہ آپ ﷺ کی شرافت نے جو آپ کی فضیلت کی گواہ ہے نسب خندف سے اعلیٰ مکان کا احاطہ کرلیا اسلئے کہ اصل میں خندف ان بلند و بالا کوہساروں کو کہا جاتا ہے جن کی چوٹیوں تک بادل کو بھی رسائی نہ ہو۔

(٦) وَضَــاءَتْ بِنُوْرِكَ الْأُفُقُ: اور آپ کے نور سے عالم روشن ہو گئے

"تَضَائَتْ" اصل میں "تَتَضَائَتْ" ہے چار حروف، اَ، ض، ء، ہ اس کا اصل مادہ ہے ضرورت شعری کی وجہ سے ثلاثی مجرد لایا گیا، اور ثلاثی باب سے یہ استعمال بھی ایک لغت ہے اور ایک روایت کے مطابق "وَنَارَتْ" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے اطراف عالم روشن ہو گئے

(۷) وَسُبُلُ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ: سُبْلٌ باء کے سکون کے ساتھ جبکہ باء پر پیش پڑھنا بھی جائز ہے یہ "سَبِیل" کی جمع ہے چونکہ یہ اپنے ماقبل پر عطف ہے اسے جر (زیر) دیا گیا اور "نَخْتَرِقُ" کا مطلب ہے کہ ہم داخل ہو جاتے ہیں اور ہم طے کرتے ہیں، اور امام نبہانی نے فرمایا ہے: یعنی ہم ہدایت کے راستوں کا سفر کاٹتے ہیں تو پھر سُبُل منصوب ہے۔

اس حدیث مبارکہ کی تخریج

امام ابو الحسین (۱) زکریا بن یحیٰی الطائی نے اس حدیث کو اپنے اس جزء میں روایت کیا ہے (جو ان کی طرف منسوب ہے اور معروف ہے) جیسا کہ "البدایۃ والنہایۃ" (۲/۱۵۸) میں ہے کہ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے عمر بن ابی زحر ابن حصین نے (اسی طرح) حدیث بیان کی وہ اپنے دادا حمید بن منہب روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میرے دادا خریم بن اوس نے بیان کیا (اور انہوں نے پوری حدیث بیان کی)

اسی طرح "البدایۃ والنہایۃ" کے مطبوعہ نسخہ میں (عمر بن ابی زحر) لکھا ہوا ہے لیکن دیگر مخرجین نے عم ابی زحر لکھا ہے جیسا کہ "الاصابۃ" (۲/۱۴۸) میں ہے۔

اور ابن قانع نے "معجم الصحابۃ" (۱/۲۳۲) پر فرمایا ہے: ہمیں محمد بن عبدالوہاب بن محمد الاخباری سے حدیث بیان کی (وہ کہتے ہیں) ہمیں زکریا بن یحیٰی الطائی (۲) بن زحر بن حصین نے اپنے دادا حمید بن منہب سے حدیث بیان کی انہوں نے اپنے دادا اوس بن حارثہ بن لام الطائی سے روایت کی ہے کہ (وہ فرماتے ہیں:) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی قوم کے ستر سواروں کے ساتھ حاضر ہوا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کی بیعت کی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک درخت کے سائے

---

(۱) البدایہ والنہایہ (۲/۱۵۸) [illegible] ہے
(۲) ابن قانع کی معجم [illegible] لکھا ہوا ہے۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

قال أبو بكر : حدثني أبو الشيخ محمد بن الحسن الأصفهاني، و عبدالله بن محمد قالا : حدثنا زكريا بن يحيى بن عمر بن حصن بن حميد بن مُنهِب بن حارث بن عُريم بن أوس بن حارثة قال عمّ أبي زحر بن حصن: عن جده حُميد بن مُنهِب قال : قال عُريم بن أوس : ثم ذكره ......

اسی طرح امام بخاری کی "تاریخ" (۱/۱۸) میں عمر بن حصن لکھا ہوا ہے۔

اور امام ابو نعیم نے "الحلیۃ" (۱/۳۶۴) میں یوں روایت کیا۔ قال: حدثنا أبو محمد بن حیان، حدثني یحییٰ بن محمد، حدثنا أبو السكين زكريا بن يحيى، حدثني عمّ أبي زحر بن حصن، عن جده حميد بن مُنهِب، حدثني بن أوس قال ...... ثم ذكره

اور امام بغوی نے اپنی کتاب "الصحابۃ" (المغرب کے مخطوطات میں سے ہے صفحہ ۱۵۶) میں روایت کیا فقال : حدثني أحمد بن زهير، أخبرني زكريا بن يحيىٰ بن عمير بن حُميد بن مُنهِب بن حارثه، بن عريم بن أوس بن حارثه بن لام قال : حدثني عم أبي زحر بن حصن بن حارثة عريم، عن جده حُميد بن مُنهب قال : قال لي عريم بن أوس ......
ثم ذكره

اسی طرح مخطوط اور مطبوع (۳/۲۸۵) دونوں میں (یحییٰ بن عمیر) واقع ہوا ہے اور مطبوع نسخے میں "عم" کی جگہ "عمی" لکھا ہوا ہے اور اسے عمی یقیناً پڑھا جا سکتا ہے اور امام حاکم نے "مستدرک" (۳/۳۲۶ـ۳۲۷

) میں روایت کو اس طرح لکھا ہے حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب، حدثنا أبو البختری عبداللہ بن محمد بن شاکر، حدثنا زکریا بن یحیٰ الخزاز، حدثنا عم أبی زحر بن حصن کلاھما عن جدّ حمید بن منہب قال : سمعت جدّی خُریم بن أوس بن حارثہ بن لام رضی اللہ عنہ ، ثم ذکرہ......

ورواہ ابن خثیمہ والبزار ، وابن شاہین (کما فی "الإصابہ" ۲۴۲/۱)من طریق حمید بن منہب قال : خریم بن أوس بہ

امام حاکم علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ: اس حدیث کی روایت پر اعراب متفرد ہو چکے ہیں اور انہوں نے اپنے آباء سے روایت کی ہے اور ایسے رُوات حدیث کو نہیں گھڑتے ، دوسرے نسخے میں ہے ایسے راویوں کو ضعیف نہیں کہا جاسکتا ہے اور ذھبی نے "تلخیص المستدرک" میں حدیث کیساتھ موافقت کی ہے۔

اور اس حدیث کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے "معجم کبیر" (۲۱۳/۴) حدیث نمبر ۴۱۶۷ پر یوں روایت کیا ہے:

حدثنا عبدان بن أحمد، و أحمد بن عمرو البزار ح وحدثنا محمد بن موسیٰ بن حماد البربری، قالو: حدثنا ابو السکین زکریا بن یحیٰ، حدثنی عمّ أبی زحر بن حصن ،عن جدّہ حمید بن، منہب قال : قال خریم بن أوس بن حارثہ بن لام ...... فذکر

ورواہ، الحافظ ابن سید الناس فی السیرۃ من طریق الطبرانی، بہ بمعنی

اور امام حافظ ابن سید الناس رحمہ اللہ نے اپنی سیرت میں یہی روایت امام طبرانی

کی سند سے نقل کی۔

اور ابن اثیر علیہ الرحمہ نے "اسد الغابہ" (۱۲۹/۲) میں امام طبرانی کی سند سے اس طرح نقل کی ہے۔

قال: اعنی الطبرانی: أخبرنا عبدان بن أحمد، و محمد بن موسی بن حماد البربری قال: أخبرنا أبو السکین زکریا بن یحییٰ بن عمرو بن حصن بن حُمید بن مُنہب بن حارثہ بن خریم، حدثنی عمّ أبی زحر بن حصن عن جدّہ حمید بن منہب بن حارثہ بن خریم۔ پھر انہوں نے حدیث ذکر کی ہے مذکورہ سند حدیث میں "یحییٰ بن عمرو" لکھا ہوا جو کہ غلط ہے اور صحیح عمر ہے اور یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند متصل ہے۔

امام حاکم فرماتے ہیں یہ واحد حدیث ہے جس کی روایت عرب دیہاتیوں نے تفرد کیساتھ اپنے آباء سے کی ہے اور ان جیسوں کو ضعیف نہیں کہا جا سکتا اور امام ذہبی نے "تلخیص المستدرک" میں حاکم کیساتھ موافقت کی ہے، لیکن انہوں نے "سیر أعلام النبلاء" (۱۰۳/۲) میں کہا ہے کہ: یہ غیر مشہور راوی ہیں، لیکن یہ بات محل نظر ہے جب رجال سند کے احوال کی طرف مراجعت کی جائے تو یہ بات مردود ہو گئی ہے۔

مذکورہ روایت کے رجال سند کی تحقیق

(۱)۔ ابو السکین زکریا بن یحییٰ سے محدثین کی ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے، اور امام ابن حبان نے "الثقات" (۸/۲۵۳) میں با اعتماد راوی قرار دیا ہے، اور خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" (۸/۴۵۷) میں اسے ثقہ کہا ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے "صحیح بخاری" میں ان سے روایت کی ہے۔

(۲)۔ ابو الفرج زحر بن حصن نے اپنے دادا حُمید بن مُنہب سے سماع حدیث کیا ہے اور اُن سے ابو السکین زکریا بن یحییٰ الطائی نے روایت کی ہے، امام ابن حبان نے اپنی کتاب "الثقات" (۸/۲۵۸) میں اُن کا تذکرہ ثقہ راویوں میں کیا ہے اور امام بخاری اپنی "تاریخ" (۳/۴۴۵) میں اُن خاموش ہو گئے، اور امام ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب "الجرح والتعدیل" (۳/۶۱۹) پر تذکرہ کیا، تو یہ راوی حسن الحدیث ہے بعض اہل علم کے نزدیک جیسے امام محب الدین الطبری اور ابن سعد وغیرہ۔ اس لئے کہ انہوں نے ثقہ راوی سے روایت کی ہے اور انہوں نے کسی منکر حدیث کو روایت نہیں کیا ہے۔ اور ان پر کوئی جرح اور تنقید بھی نہیں ہوئی اور کوئی تنقید بھلا کیسے کریگا حالانکہ (امام الجرح والتعدیل) حافظ ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے۔

(۳)۔ حُمَید بن مُنہِب: ان کی صحابیت میں اختلاف ہے "الإصابۃ" (برقم: ۱۱۱۶) میں ان کا تذکرہ ہے۔ اس کی طرف رجوع فرمائیں جہاں تک

ان کا اپنے دادا خریم سے حدیث سننے کا تعلق ہے تو ابن اثیر جزری نے اس کی تصریح کی ہے جیسا کہ "حلیۃ الأولیاء" اور "أسد الغابۃ" اور امام بخاری علیہ الرحمہ کی "تاریخ کبیر" (۱/۱۸/۱۹) میں ہے اور آپ کبار تابعین میں سے تھے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی حدیث روایت کی اور دیگر صحابہ کرام سے بھی اگر آپ کا صحابی ہونا ثابت نہ ہو تو پہلے قول کے مطابق تو قدیم تابعی تو بالیقین ہیں، اور ان جیسے لوگوں سے (ان کے حال کے متعلق) کون پوچھ سکتا ہے؟ اور وہ راوی جن کی صحابیت میں اختلاف ہو اور وہ جن میں کوئی جرح نہ ہو، ناقدین محدثین کی ایک جماعت کے قاعدے کے مطابق وہ ثقہ راوی ہوتا ہے۔

(۴)۔ خریم بن أوس رضی اللہ عنہ آپ صحابی رسول ہیں تراجم واحوال صحابہ کرام علیہم الرضوان کے موضوع پر لکھی گئی کتب میں آپ کے حالات درج ہیں دیکھیے

"الأستیعاب" (برقم ٦٦٢) "أسد الغابۃ" (برقم ١٤٣٨) اور "تجرید أسماء الصحابۃ" (١/١٥٨) اور "الإصابۃ" (برقم ٢٢٥٠) وغیرھا

خلاصہ

ساری باتوں کا خلاصہ اور نچوڑ یہی ہے کہ زکریا بن یحییٰ ایک باوثوق راوی ہیں، جن سے ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے۔

اوراس حدیث کو زکریا بن یحیٰی نے زحر بن حصن سے سنا ہے، جو کہ یحیٰی الالائی کے ماموں ہیں، اور زکریا کے والد ہیں، اور زحر نے یہ حدیث اپنے دادا حمید بن منہب سے سنی، اور حُمید بن مُنہب نے صحابی رسول حضرت خریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے تو سند متصل ہے اور راویانِ حدیث با اعتماد ہیں۔

امام ابو القاسم بن عساکر رحمہ اللہ نے "تاریخ دمشق" کے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے (ص ۲۰۸) میں اس نظم کو حضرت حسان بن ثابت الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح نقل کیا ہے:

أخبرنا أبو الحسين بن أبي الحديد الخطيب، أنبأنا جدّی أبو عبداللّٰه، أنبأنا أبي، وأنبأنا أبو طاهر بن الحنائي ہو أبو محمد هبة اللّٰه بن الألهاني ہو أبو عبداللّٰه بن أحمد السمرقندی۔

قالو : أنبأنا أبو الحسن بن أبي الحديد، أنبأنا أبو محمد بن أبي نصر ، أنبأنا عبدالسلام بن أحمد ابن محمد القرشي، أنبأنا أبو حصين محمد بن إسماعيل بن محمد التميمي ، أنبأنا محمد بن عبداللّٰه الزاهد الخراساني حدثني إسحاق بن إبراهيم بن بُنان، أنبأنا سلام بن سليمان أبو العباس المكفوف المدائني، أنبأنا ورقاء بن عمر بن أبي نجيح، عن عطاء، و مجاهد ،عن ابن عباس قال :

سألتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ : فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ، أَيْنَ كُنْتَ وَآدَمُ فِي الْجَنَّةِ ؟ قَالَ: فَتَبَسَّمَ حَتّٰى بَدَتْ ثَنَايَاهُ ثُمَّ قَالَ: كُنْتُ فِيْ صُلْبِهٖ وَرَكِبَ بِيَ السَّفِيْنَةَ فِيْ صُلْبِ أَبِيْ نُوْحٍ ہو وَقُذِفَ

بِیْ فِیْ صُلْبِ إِبْرَاهِیْمَ، لَمْ يَلْتَقِ أَبَوَایَ قَطُّ عَلٰی سَفَاحٍ، لَمْ يَزِلِ اللّٰهُ تَعَالٰی يَنْقِلُنِیْ مِنَ الْأَصْلَابِ الْحَسَنَةِ إِلَی الْأَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ، صِفَتِیْ مَهْدِیٌّ لَا يَتَشَعَّبُ شِعْبَانِ إِلَّا كُنْتُ فِیْ خَيْرِهِمَا، قَدْ أَخَذَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی بِالنُّبُوَّةِ مِيْثَاقِیْ وَبِالْإِسْلَامِ عَهْدِیْ وَبَشَّرَ فِی التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيْلِ ذِكْرِیْ وَبَيَّنَ كُلُّ نَبِيٍّ صِفَتِیْ تُشْرِقُ الْأَرْضُ بِنُوْرِیْ وَالْغَمَامُ لِوَجْهِیْ وَعَلَّمَنِیْ كِتَابَهٗ وَرَوَّی بِیْ سَحَابَهٗ، وَشَقَّ لِیْ إِسْمًا مِنْ أَسْمَائِهٖ، فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَأَنَا مُحَمَّدٌ وَوَعَدَنِیْ أَنْ يَحْبُوَنِیْ بِالْحَوْضِ وَالْكَوْثَرِ، وَأَنْ يَجْعَلَنِیْ أَوَّلَ شَافِعٍ وَأَوَّلَ مُشَفَّعٍ.

(۱) جیسا کہ "تاریخ دمشق الکبیر" مطبوعہ دار الفکر (۳/۳۰۸۔۳۰۹) پر درج ہے

ثُمَّ أَخْرَجَنِیْ مِنْ خَيْرِ قَرْنٍ لِأُمَّتِیْ، وَهُمُ الْحَمَّادُوْنَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

قال ابن عباس: فقال لی حسان بن ثابت فی النبی صلی اللّٰه علیه واٰله وسلم:

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِی الظِّلَالِ وَفِی	مُسْتَوْدَعٍ حِيْنَ يُخْصَفُ الْوَرَقُ
ثُمَّ سَكَنْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ	أَنْتَ وَلَا نُطْفَةٌ وَلَا عَلَقٌ
مُطَهَّرٌ تَرْكَبُ السَّفِيْنَ وَقَدْ	أَلْجَمَ أَهْلَ الضَّلَالَةِ الْغَرَقُ
تُنْقَلُ مِنْ أَصْلَابٍ إِلٰی رَحِمٍ	إِذَا مَضٰی عَالَمٌ بَدَا طَبَقٌ

فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَرْحَمُ اللّٰهُ حَسَّانَ" فَقَالَ عَلِیُّ بْنُ

أَبِی طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : وَجَبَتِ الْجَنَّةُ لِحَسَّانَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ ،

قال الحافظ ابن عساكر : هذا حديث غريب جداً المحفوظ ان هذه الأبيات للعباس رضی اللّٰه عنه ۔ اه

وقد ذكر رواية العباس مع الأبيات القاضی عياض اليحصبی المالكی فی كتابه النافع "الشفاء بتعريف حقوق المصطفی" صلی اللّٰه عليه واله وسلم (ص ۱۶۷ ۔ ۱۶۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں عرض کی حضور میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں جب آدم علیہ السلام جنت میں تھے تو آپ اُس وقت کہاں تھے؟

ابن عباس کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ثنایا (آگے کے دندان) ظاہر ہو گئے پھر فرمایا:

''میں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا، اور مجھے کشتی پر بٹھایا گیا جب کہ میں حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں تھا، اور مجھے آگ میں ڈالا گیا جب کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں تھا، اور میرے آباؤ اجداد میں سے کسی مرد و زن نے سفاح (بدکاری) کے راستے سے تعلق نہیں جوڑا (یعنی سب نے نکاح کیا) ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے نیک پشتوں سے پاک اَرحام کی طرف منتقل فرماتا رہا، میری صفت مہدی (خود ہدایت پر اور دوسروں کو ہدایت کا راستہ بتانیوالا) ہے دو خاندانوں نے جہاں بھی (اپنی شاخ کو بڑی قوم سے الگ کیا ہے) اللہ تعالیٰ نے دونوں میں سے بہتر خاندان میں سے مجھے

گرداناہے، یقیناً اللہ تعالیٰ نے (دوسرے انبیاء کرام سے) میری نبوت کا وعدہ لیا، اور (ان سے) مجھ پر ایمان لانے کا عہد لیا اور اللہ نے تورات اور انجیل میں میری (آمد کی) بشارت کردی۔

اور ہر نبی نے میری تعریف بیان کی، زمین میری ضیا پاشیوں سے روشن ہوگئی، اور بادلوں کو میرے چہرہ انور سے (سفیدی ملی) اور اللہ عزوجل نے مجھے اپنی کتاب کا علم بخشا اور میری برکت سے بادل کو برسنے والے پانی سے لبریز کیا، اور اللہ عزوجل نے میرا نام اپنے نام سے ہی لیا ہے تو عرش والا محمود ہے اور میں محمد ہوں اور مجھے حوض کوثر عطا کرنے کا وعدہ فرمایا، اور وعدہ کیا ہے کہ مجھے سب سے پہلے شفاعت کرنے والا بنائیگا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی، پھر میری امت کی ہدایت کیلئے مجھے اللہ تعالیٰ نے بہترین زمانے میں مبعوث فرمایا میری امت اللہ جل جلالہ کی ثناء کرنے والی ہے میرے امتی لوگوں کو بھلائی کا حکم دینگے اور برائی سے منع کریں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تو مجھے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یوں فرمایا:

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِي الظِّلَالِ وَفِيْ مُسْتَوْدَعٍ يَوْمَ يُخْصَفُ الْوَرَقُ
ثُمَّ سَكَنْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ أَنْتَ وَلَا نُطْفَةٌ وَلَا عَلَقٌ
مطهر تَرْكَبُ السَّفِيْنَ وَقَدْ أَلْجَمَ أَهْلَ الضَّلَالَةِ الْغَرَقُ
تَنَقَّلُ مِنْ اَصْلَابٍ إِلٰى رَحِمٍ إِذَا مَضٰى عَالَمٌ بَدَا طَبَقٌ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل حسان پر مہربانی فرمائے

۔(اس پر)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم جنت حسان کے لئے واجب ہوگئی۔حافظ ابن عساکر فرماتے ہیں: یہ حدیث شریف نہایت ہی غریب (نا آشنا) ہے، صحیح یہی کہ یہ اشعار حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہیں۔اھ

حضرت امام قاضی عیاض یحصبی مالکی علیہ الرحمتہ نے اپنی مفید کتاب "الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام" (صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸) میں تیسرے باب میں جو کہ ان صحیح احادیث اور مشہور اخبار پر مشتمل ہے جو حضور کی اللہ عزوجل کی بارگاہ میں قدر ومنزلت اور خصوصیات وکرامات مصطفیٰ علیہ السلام پر دلالت کرتی ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کو ان اشعار کیساتھ ذکر کیا اور شفاء شریف کے شارحین نے بھی اس میں ان کا ساتھ دیا ہے۔

اسی طرح حافظ ذھبی نے "تاریخ الإسلام" (قسم السیرۃ ۱/ ٤٣/ ٤٤) میں اسی روایت کو ذکر کیا ہے اور اس پر خاموش رہے ہیں بلکہ اس پر اضافہ یہ کہ انہوں نے مندرجہ بالا اشعار کے غریب الفاظ کی بہترین تشریح بھی کی ہے، اور بیشک شیخ

ابن قیم نے اپنی کتاب "زادالمعاد" غزوہ تبوک کی فصل (۳/ ۵۵۱) میں پر بھی اس پورے قصیدے کو ذکر کیا ہے اور اس کی نسبت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف کی ہے اور پھر خاموشی اختیار کی ہے اور کوئی تعقیب نہیں کی ہے۔

الغرض:

خلاصہ یہ ہے کہ یہ اشعار جنہیں ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جان ہمارے آقا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے نظم کیا ہے اسکی نسبت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف صحیح اور ثابت ہے جیسا کہ مذکورہ دلائل اور روایات سے معلوم ہوا، اور ان تک پہنچنے والی سند روایت درجہ "حدیث حسن" سے کم نہیں ہمارے اس قول کی تائید درج ذیل وجوہ سے ہوتی ہے۔

۱۔ امام حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے صاف طور پر کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ اشعار حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ہیں نہ کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جیسا کہ اوپر گذرا۔ اور امام ابن عساکر جلیل القدر حافظ حدیث ہیں اس بابت آپ کا قول حجت ہے۔

۲۔ یقیناً حفاظ حدیث، مؤرخین محدثین، اہل سیر اور علماء لغت نے اشعار کی نسبت کو درج کیا ہے اور گواہی دی ہے کہ یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں اور اس پر جمع ہو گئے ہیں اور ان کے مشکل الفاظ کی تشریح کی ہے جن میں سے چند کو ہم نے ذکر کیا ہے

۳۔ بیشک محدثین کرام ان روایات و اخبار کے متعلق جو سیرت، مناقب و فضائل اور شمائل شریفہ کے متعلق ہوں نرم گوشہ رکھتے ہیں اور شدت سے کام نہیں لیتے۔

الف۔ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: زھد اور یاد آخرت کے

متعلق احادیث شریفہ میں اس تک آسانی اور تساہل (چشم پوشی) سے کام لینے کی گنجائش رہتی ہے جب تک احکام (کی نفی یا کسی حکم کے ثبوت) کی روایت نہ ہو (یا ان پر بالکل موضوع کا حکم نہ لگے)

ب۔حافظ الحدیث امام عبدالرحمٰن بن مہدی علیہ الرحمہ کا قول ہے: جب ہم فضائل اور

ثواب وعقاب کے حوالے سے احادیث روایت کرتے ہیں تو اسناد حدیث میں نرمی سے کام لیتے ہیں اور رجالِ حدیث سے تسامح کرتے ہیں

ج: امام حافظ ابوعمرو بن عبدالبر مالکی علیہ الرحمہ کا کہنا ہے: فضائل کی احادیث میں کسی ایسے راوی شخصیت کی ضرورت نہیں ہوتی جو قابلِ احتجاج ہو۔(۱)

(۱)۔دیکھئے" فتح المغیث شرح ألفیة الحدیث"(۳۳۲/۱)

بہرحال ہم جس سے بحث کرنا چاہتے ہیں وہ اسی باب کا موضوع ہے لیکن اس کے باوجود بھی ان اشعار کی نسبت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف ثابت ہے۔

ہم نے جو دلائل ذکر کر دیئے اس کے بعد کسی مخالف کو اس بات سے انکار کی گنجائش نہیں رہتی کہ یہ اشعار حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے نہیں۔ اور مخالفین کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ کسی بھی مداحِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور نعت خواں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت باسعادت کی یادآوری میں زبانِ نظم یا قلم نثر سے کوئی کتاب لکھنے والے کو مبتدع (بدعتی) کہیں۔

حالانکہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ سیرت نبوی کا حصہ ہے اور حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہی کے ذریعے سے دین اسلام کا ظہور ہوا (یعنی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف آوری نہ فرماتے تو دین اسلام کون ہمیں سکھاتا اور دین اسلام کو دیگر ان ادیان پر غالب کرتا) اور یہ معصوم اور پاکیزہ پیغام ہمیں پہنچا اور یہ عظیم بھلائی رونما ہوئی۔

اور اس بابرکت نظم سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر اکٹھا ہو جانا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا معمول تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (منع کیے بغیر) اسی حالت پر رہنے دیا جیسا کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ: "اللہ تعالیٰ آپ کے دانتوں کو (ٹوٹنے سے) محفوظ رکھے" اسی جانب اشارہ کر رہا ہے۔ بلکہ اس عمل یا حال پر رہنے دینے کے علاوہ دعا بھی فرمائی اور اسی پاکیزہ مدح کو اچھا بھی سمجھا، اور یہاں پر دعا لفظ فمی سے وارد ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دانتوں کو گرنے سے بچائے، اور یقیناً امام ابوالفتح ابن سید الناس (متوفی ۷۳۴ھ) نے

ایک کتاب "منح المدح" کے نام سے تصنیف فرمائی ہے جسمیں انہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے اُن حضرات کا تذکرہ فرمایا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت گوئی کی ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کے وصال باکمال پر) مرثیے کہے اور آپ رحمہ اللہ نے اس کتاب میں حروف معجم کی ترتیب سے (۱۹۰) صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم اجمعین کا تذکرہ کیا ہے، اور اُن میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ اور

مذکورہ نظم کو بھی ذکر کیا ہے جس میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میلاد شریف کو بطور خلاصہ ایسے اشعار میں بیان کیا ہے جس کی آپ سے قبل کوئی نظیر نہیں ملتی۔ آپ پر اللہ جل جلالہ کی رحمت ہو اور اللہ تعالیٰ خیر الناس صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی برکت سے اُن کے انفاس شریفہ کو معطر فرمائے۔

اسکے علاوہ جو کتابیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد ولادت باسعادت میں لکھی ہوئی ہیں خواہ نظماً ہوں یا نثراً در حقیقت ان ہی امور کے ارد گرد گھومتی جنہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے، لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ کسی مصنف نے اس کیساتھ سیرت نبوی اور شمائل محمدیہ وغیرھا علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اضافہ کیا ہے کسی نے تفصیل زیادہ دی ہے کسی نے کم۔

(تمنا مختصری ہے مگر تمہید طولانی)

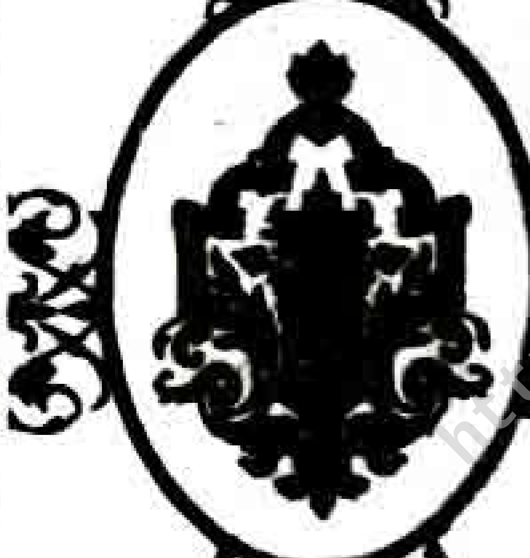
وصلی اللہ وسلم و بارک علی سیدنا محمد و الہٖ وأصحابہٖ والحمد للہ فی البدء والختام

محمد ذاکر اللہ النقشبندی الأفغانی کتبہ بین المنطقۃ التی تقع بین الرکن الشامی والرکن الیمانی بفاصلۃ ١٩ أقدام من الکعبۃ المشرفۃ المکرمۃ

لیلۃ الاثنین ٤ رجب الخیر ١٤٢٦ الھجری القمری المطابق

٢٠٠٥/٨/٨

محفل میلاد منانا جائز ہے



شیخ احمد عبدالعزیز المبارک

چیف جسٹس عدالت شرعیہ متحدہ عرب امارات

کا

فیصلہ کن فتویٰ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر جمع ہونے کے بارے میں مجھ سے مسئلہ پوچھا گیا ان اجتماعات کے موقع پر مساجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ، واقعات غزوات بیان کئے جاتے ہیں اور اکثر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں قصیدے پڑھتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے اجتماعات کو جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس خوشی اور مسرت کا اظہار ہوتا ہے نیز ان کی مبارک زندگی اور غزوات کے واقعات سے عبرت حاصل کرنے کیلئے ان کو بیان کیا جاتا ہے اور آپ کی سیرت واخلاق سے لوگوں کو رغبت دلانے کیلئے اور ہدایت حاصل کرنے کے لئے ان کا انعقاد عمل میں آتا ہے ایک مباح (جائز) عمل قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ (بعض کو) یہ مرغوب نہ ہو کیونکہ اس تقریب نے لوگوں کے کردار بنانے اور جذبات (محبت رسول) اُبھارنے میں بڑا تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ اگر وہ تقریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور صحابہ کے زمانے میں نہ منائی گئی ہو تو اس کو ناپسندیدہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ بدعت یا تو قابل مذمت ہے یا مستحسن یا جائز "بخاری" اور "موطا" میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو تراویح کے لئے جمع فرمایا اور فرمایا نعمت البدعۃ ھذہ۔ یہ بدعت اچھی ہے۔ فتح الباری میں اس کی شرح میں لکھا ہے کہ: "بدعت کی اصل یہ ہے کہ سابق میں اس کی مثال نہ ہو اور اگر اس کو سنت کے مقابل عمل قرار دیا جائے تو وہ قابل مذمت ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ اس عمل کو شرع میں اگر مستحسن قرار دیا جائے تو وہ اچھی ہے یعنی بدعت حسنہ ہے" اگر اس کو شرع میں برا عمل قرار دیا جائے تو وہ بری ہے ورنہ وہ مباح

ہے اور وہ احکام خمسہ میں ایک ہے" اور اسی میں ایک حدیث کہ" بیشک سب سے اچھا کلام اللہ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے اور کاموں میں برے کام وہ ہیں جو بعد میں نکالے گئے ہوں" کے ذیل میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ: بدعت دو قسم کی ہے۔ ایک محمود (اچھی) دوسری مذموم (بری)، جو سنت کے موافق ہو وہ محمود اور جو اس کے خلاف ہو وہ مذموم اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہی کا قول ہے جو بیہقی نے اپنے مناقب میں نقل کیا ہے کہ: بدعتیں دو قسم کی ہیں، ایک جو کتاب وسنت، اثر اور اجماع امت کے خلاف ہو وہ گمراہ بدعت ہے جو خیر کے لئے نکالی گئی ہو اور ان کے خلاف نہ ہو وہ قابل قبول بدعت ہے۔ بعض علماء نے بدعت کو احکام خمسہ میں شمار کیا ہے وہ واضح ہے۔

الباجی (مالکی) منتقٰی میں فرماتے ہیں کہ: "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے صراحت ہے کہ انہوں نے رمضان کے قیام کو ایک امام کے تابع کیا اور مساجد میں اس کو قائم کیا حالانکہ بدعت وہ ہے جس کی بدعت نکالنے والا ابتدا کرے اور اس سے قبل کسی نے ایسا نہ کیا تھا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بدعت کو جاری کیا اور صحابہ کرام نے اس کی اتباع کی اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت عمر کا یہ عمل صحت پر مبنی تھا"

شہاب الدین قرافی نے "کتاب الفروق" میں لکھا ہے کہ: بدعت احکام خمسہ میں شامل ہے یہ قسمیں شرع کی قسمیں ہیں۔ واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح انہوں نے اس کو طوالت سے فرق چالیس (۲۵۰) میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور یہ بات "فتح الباری" سے اوپر نقل کردہ تحریر کے مانند ہے۔

بعض مالکی فقہاء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے دن روزہ رکھنے کو عید کی مشابہت میں مکروہ قرار دیا ہے یعنی جیسے عید کے دن روزہ رکھنا درست نہیں ویسا ہی ولادت باسعادت کے دن بھی روزہ رکھنا درست نہیں کیونکہ وہ دن عید کے مانند ہے (مترجم) ان کی رائے میں اس دن خوشی اور فرحت کا اظہار شرع کے لحاظ سے درست ہے اس پر اعتراض نہ کرنا چاہیے۔

"مواہب جلیل علی مختصر خلیل" میں عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن المعروف بہ خطاب مالکی (متوفی ۹۵۴ھ) نے لکھا ہے کہ: شیخ زروق "شرح قرطبہ" میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے دن روزہ رکھنے کو ایسے لوگوں نے جو ان کے زمانے کے قرب اور تقویٰ میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے مکروہ قرار دیا ہے چونکہ وہ مسلمانوں کی عیدوں میں سے ایک عید کا دن ہے چاہیے کہ اس دن روزہ نہ رکھیں اور ہمارے شیخ قوری اس کا کثرت سے ذکر کیا کرتے اور اس کو اچھا سمجھتے۔ میں کہتا ہوں کہ ابن عباد نے اپنے "رسائل کبریٰ" میں بیان کیا ہے کہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن مسلمانوں کی عیدوں میں سے ایک عید ہے اور تقاریب میں سے ایک تقریب ہے اور وہ چیز جو فرحت وسرور کا باعث ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن مباح (جائز) ہے مثلاً روشنی کرنا، اچھا لباس پہننا، جانوروں کی سواری کرنا اس کا کسی نے انکار نہیں کیا۔ ان امور کے بدعت ہونے کا حکم اس وقت ہے جبکہ کفر وظلمات اور خرافات وغیرہ ظاہر ہونے کا خوف ہو اور یہ دعویٰ کرنا کہ عید میلاد اہلِ ایمان کی مشروع تقریبوں میں نہیں ہے مناسب نہیں اور اس کو "نوروز" و "مہرجان" سے ملانا ایک ایسا امر ہے جو سلیم الطبع انسان کو منحرف

کرنے کے برابر ہے۔ عرصہ قبل میں ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن سمندر کے ساحل کی طرف نکلا۔ وہاں میں نے الحاج ابن عاشر کو ان کے ساتھیوں کے ساتھ پایا۔ وہاں ان میں سے بعضوں نے کھانے کے لئے مختلف قسم کی چیزیں نکالیں اور مجھے بھی اس میں بلایا۔ میں اس روز روزہ سے تھا اس لئے میں نے کہا "میں روزہ سے ہوں" ابن عاشر نے میری طرف ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور کہا اس کا مطلب ہے۔ آج خوشی اور مسرت کا دن ہے اس میں روزہ رکھنا ایسا ہی ناپسندہ ہے جیسا کہ عید کے دن۔ میں نے ان کے کلام پر غور کیا اور میں نے اس کو حق پایا۔ گویا کہ میں سو رہا تھا پس انہوں نے بیدار کر دیا۔ "حاشیہ کنون" میں ابن عباد کے کلام "اور لیکن تاج الفاکہانی کا یہ ادعا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تقریب منانا مذموم بدعت ہے" یہاں تک کہ انہوں نے اس پر ایک رسالہ بھی لکھ دیا۔ صحیح نہیں ہے ان کے اس بیان پر زین العراقی اور علامہ سیوطی نے اعتراض کیا ہے اور لکھ دیا ہے کہ مالکی فقیہوں میں اکثر نے ابن عباد، ابن عاشر، زروق اور کنون کا مسلک اختیار کیا ہے۔ ان میں قابل ذکر محمد البانی نے "حاشیۂ زرقانی" پر اور الدسوقی نے "حاشیہ شرح الکبیر" مؤلفہ دردیر پر اور صاوی نے اپنے حاشیہ "شرح صغیر" پر اور محمد علیش نے اپنی "شرح خلیل" پر اور برہان الدین حلبی نے اپنی "سیرت حلبیہ" میں (ایسا ہی) بیان کیا ہے۔

ابن حجر الہیثمی نے لکھا ہے: جس کا حاصل یہ ہے کہ: بدعت حسنہ کے مستحب ہونے پر سب متفق ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تقریب منانا اور اس میں جمع ہونا ایسا ہی ہے یعنی بدعت حسنہ ہے۔ اسی وجہ سے

امام ابوشامہ فرماتے ہیں کہ: کیا ہی اچھا ہے وہ شخص جس نے ہمارے زمانے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن صدقات دینے، اچھے کام کرنے اور زینت اختیار کرنے اور مسرت کا اظہار کرنے کا طریقہ اپنایا۔ اس میں غریبوں کی مدد کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا بھی اظہار ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے رحمت اللعٰلمین بنا کر بھیجا۔

علامہ سخاوی نے فرمایا کہ: "عید میلاد" کو اسلاف میں سے کسی نے تین قرن (یعنی یہ زمانہ رسالت مآب وصحابہ وتابعین) میں نہیں منایا بلکہ اس کے بعد اس کا سلسلہ جاری ہوا۔ لیکن اس کے بعد برابر تمام ملکوں اور شہروں میں اہلِ اسلام عیدِ میلاد مناتے رہے ہیں۔ اس رات میں لوگ مختلف صدقات دیتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے واقعات سُناتے ہیں جس کے برکات عامہ ان پر ظاہر ہوتے آئے ہیں۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ: عید میلاد کی تقریب منانا سال بھر امان میں رکھتا ہے۔ اور بہت جلد مقصد حاصل ہونے اور اس میں کامیاب ہانے کی بشارت دیتا ہے اسی طرح ابن حجر الہیتمی کے "نوازل حدیثیہ" میں اس کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے انہوں نے اپنے مضمون میں جواباً کہا ہے کہ "عید میلاد کا اجتماع اگر خیر وشر پر مشتمل ہو تو اس کا چھوڑنا واجب ہے کیونکہ فساد کا روکنا اچھائیوں کے حاصل کرنے سے بہتر ہے خیر یہ ہے کہ صدقہ دیا جائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جائے اور برائی یہ ہے کہ عورتیں اور مرد باہم خلط ہو جائیں لیکن اگر یہ تقریب اس برائی سے پاک ہے اور وہ صرف

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر درود وسلام اور اسی قسم کی باتوں پر مشتمل ہے تو وہ سنت ہے پھر انہوں نے دو حدیثوں سے استدلال کیا ہے جس میں ایک انہوں نے "نوازل" میں بیان کی ہے کہ "جب قوم اللہ کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھتی ہے تو ملائکہ ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے دربار میں ان کا ذکر کرتا ہے" جیسا کہ "صحیح مسلم" میں ہے اور دوسری حدیث بھی اس کی مثل بیان کی ہے پھر فرمایا کہ: ان دونوں حدیثوں سے خیر کے لئے جمع ہونے اور بیٹھنے کی فضیلت ظاہر ہے۔

ہم نے حافظ ابن حجر کی کتاب "فتح" سے اور انہوں نے امام شافعی سے اور ابونعیم اور بیہقی کے طریقے سے نقل کیا ہے اور ہم نے باجی سے اور انہوں نے "فروق القرافی" سے نقل کیا ہے اس کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث ہم نے پیش کی ہے اس پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ بدعت کا مدار اس میں ہونے والے اچھے اور برے اُمور پر منحصر ہے اگر وہ اچھے ہیں تو وہ پسندیدہ ہیں اور اگر وہ بُرے ہیں تو قابلِ مذمت۔

اور ایسا ہی مالکی فقہاء اور شافعی فقہاء مثلاً زین العراقی، علامہ سیوطی، ابن حجر الہیتمی، علامہ سخاوی، پھر ابن جوزی، حنبلیوں میں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تقریب منانے اور اس میں جمع ہونے کو بہتر عمل قرار دیتے ہیں لیکن جو لوگ اس میں غلو کرتے ہیں اور اس کو نصرانیوں کی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی تقریب کے مشابہہ قرار دیتے ہیں۔ وہ قیاس مع الفارق کرتے ہیں (اور غلط مثال دیتے ہیں) کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا یوم (نعوذ باللہ) ان کے خدا ہونے یا خدا کا بیٹا ہونے یا تیسرا خدا ہونے کے لحاظ

سے منایا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "بیشک کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تین میں تیسرا ہے" اللہ تعالیٰ وہ جو کچھ کہتے ہیں اس سے اعلیٰ وارفع ہے۔ لیکن مسلمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی مناتے ہیں اور مسرّت کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اللہ کے بندے ہونے سے آپ کے لئے شرف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا "پاک ہے وہ پروردگار جو اپنے بندے کو رات کے تھوڑے حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں ہے، پس آپ ایسے بشر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی اور رسالت سے مشرف کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انسانوں میں افضل بنایا۔ اور آپ کو وہ سب کچھ عطا فرمایا جو کسی اور کو نہیں دیا گیا۔

"جامع ترمذی" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں تمام لوگوں میں قیامت میں سب سے پہلے اٹھایا جاؤں گا، میں ان کا قائد ہوں جب وہ جمع ہونگے، میں ان کا خطیب ہوں جب وہ خاموش رہیں گے، میں ان کا شفیع ہوں جب وہ گرفتار ہوں گے، اور میں ان کو خوشخبری سنانے والا ہوں جب وہ مایوس ہونگے۔ بزرگی اور (جنت) کنجیاں میرے ہاتھ میں ہونگی، اور لواء الحمد (حمد کا جھنڈا) میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور میں اللہ کے پاس تمام اولاد آدم میں سب سے زیادہ بزرگ ہوں مگر مجھے اس پر فخر نہیں"

دوسری حدیث جس کو ابن اسحاق نے اپنی "سیرت" میں دو فرشتوں کے شق صدر کرنے کے واقعہ میں بیان کیا ہے۔ کہ ان میں سے ایک نے اپنے

ساتھی سے کہا۔ ان کو وزن کرو ان کی امت کے دس (۱۰) آدمیوں سے پس انہوں نے میرا وزن کیا اور میں ان سب سے زیادہ وزنی نکلا۔ پھر کہا سو (۱۰۰) کے ساتھ وزن کرو۔ میرا وزن کیا گیا اور میں ان سب سے زیادہ وزنی ہوا۔ پھر کہا گیا ان کی امت کے ہزار آدمیوں سے وزن کرو۔ میرا وزن کیا گیا اور میں ان سے بھی زیادہ وزن دار رہا۔ پھر انہی فرشتوں نے کہا ان کو چھوڑ دے اگر ان کا وزن ساری امت سے بھی کیا جائے تو وہی زیادہ نکلیں گے۔" سیرت ابن ہشام" میں بھی ایسا ہی ہے۔ پس بے شک وہ بشر ہیں مگر سارے انسانوں میں افضل ترین۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام عالموں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے تا کہ لوگوں کو اللہ کے حکم سے اندھیروں سے نور کی طرف نکالیں اور عزت والے اور حمد کے قابل پروردگار کے راستے کی طرف بلائیں۔

مساجد میں درس کیلئے جمع ہونا جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے مسلمانوں میں کوئی جدید بات نہیں، ہے اس پر سینکڑوں سال سے علماء اور دیگر فقہا نے عمل کیا ہے۔ اور اس کے بارے میں کافی لکھا ہے اور ہم نے اس کے بارے میں دلیلیں بیان کی ہیں۔ لہذا اب اس مسئلے میں کوئی اعتراض باقی نہیں رہا خصوصاً جبکہ ہمارے شہروں (متحدہ عرب امارات) میں مسجدوں میں اجتماعات ہوتے ہیں اور وہاں عورتوں کو داخلے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

اگر چہ بعض مقامات پر اس خوشی میں کھیل کود کے مظاہرے بھی ہوتے ہیں۔ لیکن اگر اس میں حرام اور خلاف شرع امر نہ ہوں تو وہ مباح ہیں جیسا کہ حبشیوں نے مسجد نبوی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ جس کی "صحیح مسلم" وغیرہ میں تصریح موجود ہے۔ اگر ان کھیلوں میں حرام اور خلاف

شرع حرکتیں مل جائیں تو وہ ناجائز اور حرام ہیں۔ جیسا کہ ہمارے زمانے میں بعض مقامات پر ہوتا ہے۔ ایسا ہی ہیتمی نے ذکر کیا ہے۔

بہتر یہی ہے کہ اس اجتماعات کو مساجد تک ہی محدود رکھیں تا کہ منکرات کا دروازہ نہ کھلنے پائے۔ بعض جرائد واخبارات نے لکھا ہے کہ (عرب ممالک میں) بعض ہوٹل اس موقع پر استحصال کرتے ہیں اور ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی محفل منکرات کے ساتھ منانا مسلمانوں کی پیشانی پر کلنک کا داغ ہے۔ اور اس میں عجیب وغریب خرافات رقص وسرود کی محفلیں منعقد کرنا یہ سب فساد پر مشتمل ہے میں شدت کے ساتھ اس کو روکنے کی خواہش رکھتا ہوں۔ اور میں (تمام مسلمانوں سے) درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایسے عمل بند کر دیں اور ایسے لوگوں کا محاسبہ کریں جو کھلم کھلا منکرات پر عمل کر رہے ہیں اور ارض اسلام میں اسلام کے معاملات میں مکر سے کام لے رہے ہیں۔

ماہنامہ منار الاسلام جمادی الآخر ۱۴۰۱ھ اپریل مئی 1981 روزنامہ جنگ دسمبر 1981ء

مترجم: مولوی محمد حمید الدین حسامی عاقل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ

میلاد الرسول

مصنفہ

حضرت امام السالکین مولانا مولوی

صوفی ابوالفیض قلندر علی صاحب سہروردی مدظلہ العالی

ناشر:

فیضانِ مدینہ پبلی کیشنز جامع مسجد عمر روڈ کامونکے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللہ

ضروری گذارش

مسئلہ میلاد شریف آنحضرت ﷺ پر جس قدر کہنے والوں نے کچھ کہا اور لکھنے والوں نے لکھا' اہل ایمان کیلئے اس سے ہزار گنا لکھنا اور کہنا باقی رہتا ہے' کیونکہ حضور علیہ السلام کے جمالِ ظاہری و کمالِ باطنی پر کچھ بیان کرنے کیلئے اگر ساری دنیا بھی متفقہ طور پر بیان کرنا شروع کر دے اور غیر معین مدت تک حضور ﷺ کی کمالیت پر اظہار عقیدت و ایمان کرتی رہے تو وہ اوصاف حضور علیہ السلام سے ایک شمہ یا آپ ﷺ کے محاسن و فضائل کے سات سمندروں سے ایک قطرہ ہوگا' کیونکہ اس سے کماحقہٗ عہدہ برآ ہونا طاقتِ بشری سے خارج ہے۔ بنا بریں یہ چند اوراق بھی جو اپنے باماتگی و ہیچمدانی کے ماتحت ہدیہ قارئین کئے جا رہے ہیں' اُس یوسفِ لولاک کے حسن بے پناہ کی خریداری میں ایک سُوت کی اَنّی کی حیثیت میں ہی پیش کئے جا رہے ہیں' اور غرض یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے کمالات ظاہری و باطنی کا تصور دلایا جائے' جن کو پڑھنے اور سمجھنے سے پیشتر مندرجہ ذیل امور کی روشنی حاصل کر لینا بڑا ضروری ہے تا کہ اصل مقصد کے حصول میں مغالطہ نہ ہو۔

(۱) مسلمان کا عقیدہ ہونا چاہیئے کہ مولا کریم جل وعلا شانہٗ نے کمالِ خلق کی طرح کمالِ خلقت میں بھی کسی مخلوق کو حضور نبی کریم ﷺ کا مثل پیدا نہیں فرمایا اور نہ فرمائے گا۔ علامہ میری نے کیا خوب لکھا ہے:

لَمْ يَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ
اَبَدًا وَّ عِلْمِیْ اَنَّـهٗ لَا يَخْلُقُ

یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کا مثل کبھی بھی پیدا نہیں فرمایا' اور مجھے علم ہے کہ نہ پیدا فرمائے گا۔

رہی مماثلت کی توضیح اور کس میں اور کیونکر' سو یہ ایک بے معنی تخیل ہے' کسی بات میں بھی مماثلت ممکن نہیں اور امکانِ نظیر قطعاً محال ہے۔

(۲) جن بزرگوں نے حضور اقدس ﷺ کے جمالِ باطنی و فضائل ظاہری کا تذکرہ کیا ہے' انہوں نے اگرچہ حضور علیہ السلام کے فضل و شرف کے بیان میں حسب طاقتِ بشری انتہائی فصاحت و بلاغت سے کام لیا ہے مگر غایت جس پر وہ پہنچ سکے ہیں یہی ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی صفات کی صرف ایک جھلک کا ادراک کیا ہے اور حقیقت وصف کے ادراک سے عاجز رہ گئے ہیں' یعنی وہ صرف صورتِ وصف کو پیش کر سکے ہیں حقیقتِ وصف کی طاقت نہیں پا سکے' کیونکہ حقیقتِ وصف آنحضرت ﷺ کو خالقِ بے چوں کے سوا کوئی نہیں جانتا' چنانچہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیان کرنے والوں نے آپ ﷺ کے اوصاف کی صرف صورت پیش کی ہے جیسے کہ پانی ستاروں کی صورت دکھا دیتا ہے' حقیقت نہیں۔ اسی طرح امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''کتاب الصلوٰۃ'' میں کسی عارف کا کیا اچھا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کامل حسن ہمارے لئے ظاہر نہیں ہوا کیونکہ اگر ظاہر ہو جاتا تو ہماری آنکھیں آپ ﷺ کے دیدار کی تاب نہ لا سکتیں۔

(۳) حضور ﷺ کے اوصاف کے بیان میں جو تشبیہات وارد ہوئی ہیں وہ صرف لوگوں کے سمجھانے کیلئے حسب عرف و عادتِ شعراء استعمال ہوئی ہیں کیونکہ حقیقت میں مخلوقات میں سے کوئی چیز آپ کی صفاتِ خلقیہ و خلقیہ کی مماثلت نہیں رکھتی۔

(۴) اعضائے شریف کے اوصاف میں توسط و اعتدال جو حسن و جمال کا مدار اور فضل و کمال کا منبع ہے بطور کلیہ ہر جگہ ملحوظ ہے۔

(۵) رسالہ ہذا میں حسن صورت کی بجائے حسن سیرت کے چند مدارج و مراتب پیش کئے جا رہے ہیں۔ خدا کرے کہ یہ سب اہل اسلام اور عوام کیلئے کتاب عمل میں جگہ حاصل کر سکیں تا کہ مسلمان منشائے ایزدی کے مطابق مسلمان بن سکے۔ و باللہ التوفیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دین و دُنیا کا قوام

رسول کریم ﷺ ایک ایسے ملک، ایسے شہر اور ایسی فضا میں آباد تھے جہاں ہر طرف بادہ نوشی اور جوئے کا زور تھا۔ شاہد پرستی کا سیلاب اُمڈا ہوا اور جنگ و جدال کی گھٹائیں مسلّط تھیں۔ بُت پرستی اور بداخلاقی کی گندگیوں نے خدا کی مخلوق کو مخلوق کا بندہ بنا رکھا تھا۔ اللہ کے سامنے جھکنے والے سر بُتوں کے سامنے سجدہ ریز تھے۔ حسن و عشق اور فجور و فسق کا بازار گرم تھا، نہ کوئی آئین، نہ اصول، نہ تہذیب، نہ تمدن، نہ علم، نہ مذہب، جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ویسے کے ویسے ہی اجہل تھے۔ بے حیائی و بے غیرتی، بداخلاقی و بداطواری، بدوضعی و زنا شوئی، لواطت و میخواری، غیبت و بدگوئی، قمار بازی و ڈاکہ زنی، ان کے قابل فخر اعمال تھے۔ غرضیکہ وہ فرعونوں اور سیاہ کاروں کی وہ دنیا تھی جس میں کمزوروں اور مظلوموں کی کوئی فریاد سننے والا نہ تھا اور یہ ایک عرب ہی کیا دنیا بھر انہی امراض میں مبتلا تھی۔

اس وقت جہاں کہیں دُنیا میں یہودیت، عیسائیت، مجوسیت، بدھ مت، ہندو دھرم اور کنفیوشس جیسے مذاہب موجود بھی تھے، ان کی حیثیت بھی ایک نام نہاد اور مسخ شدہ حقیقت سے زیادہ نہ تھی۔ انہوں نے اپنے پیشواؤں اور قائدوں کی خدائی یہاں تک تسلیم کر رکھی تھی کہ فرعونیت و نمرودیت کو اس کی اساس کہہ دینا بے جا نہ ہوگا۔

مذکورہ بالا مذاہب کے علاوہ عرب میں دینِ ابراہیمی علیہ السلام بھی دین کے نام سے مشہور تھا، جس کی بنیاد خالص توحید پر تھی لیکن مرورِ زمانہ سے اس کی حالت بھی ایسی سقیم ہو چکی تھی کہ سارے ابراہیمی بھی بُت پرست نظر آتے تھے۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی امت بتوں کے سامنے برہنہ رقص کرتی اور ان سے حاجتیں طلب کرتی

دکھائی دیتی تھی اور ان میں سے جو موحد بت پرستی کو اچھا نہ سمجھتے تھے وہ رہبانیت کے علمبردار ہو جاتے تھے اور اسی طریق پر زندگی گزار نا دین ابراہیمی کا صحیح عمل اور اسی صحرا نشینی کی عبادت جو ترک لذات پر مبنی ہوتی مشیت ایزدی خیال کرتے جس کی اسلام نے نہایت موزوں پیرایہ میں تردید فرمائی اور ارشاد فرمایا:

وَرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۤءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ

(پارہ ۲۷، سورہ الحدید: ۲۷)

ترک دُنیا جو انہوں نے خدا کی خوشنودی کیلئے ایجاد کی تھی ہم نے ان پر اُسے فرض نہ کیا تھا یہی وجہ ہے کہ وہ اس کو پوری طرح نباہ نہ سکے پھر جو لوگ ان میں سے ایمان لائے ہم نے ان کو اُس کا صلہ دیا اور ان میں بہت سے تو نافرمان اور فاسق ہیں۔

اس ارشاد گرامی کے پچھلے الفاظ قابل غور ہیں جن میں آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے ایک ایسی گندی حقیقت اور پوشیدہ معصیت سے پردہ اُٹھایا گیا تھا جس کی تصدیق پوری طرح آج کلیساؤں اور گرجوں کی منہدم عمارتیں کر رہی ہیں۔

سرکار دو عالم نبی مکرم فخر بنی آدم ﷺ کا سب سے بڑا احسان نوع انسانی پر یہ ہے کہ حضور ﷺ نے گمراہ دُنیا کی اصلاح فرما کر اس کی غلط رَو مخلوق کو راہِ حقیقت سامنے کر دی اور انسانی زندگی کے تجربے میں اشارۂ خداوندی کے ماتحت صاف صاف سنا دیا کہ لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَام ۔ یعنی اسلام میں ترک دنیا نہیں ہے یہ صدائے عام مکہ کی پہاڑیوں طائف کی وادیوں اور حجاز کے ریگستانوں میں گونجتی ہوئی ساری دُنیا میں پہنچی۔ جن لوگوں نے سنا اور ان کے کان کھڑے ہو گئے اور قلوب وارواح میں ایک بیداری پیدا ہو گئی۔ انسان کی سوئی ہوئی اور پردہ پوش فطرت جاگ اُٹھی جس کو دوسرے مذاہب نے

تھپک تھپک کر سُلا دیا تھا۔ خدائے واحد کے ڈھونڈنے والوں کے سینوں میں طلب و جستجو کی برنگِ دیگر ایک ایسی ہوا دی کہ متلاشیانِ حق جنگلوں' پہاڑوں' غاروں اور چلّوں سے نکل کر مکہ کی طرف دوڑے اور اس راز کے پانے میں کامیاب ہو گئے۔ جس کے حصول میں ان کی جانکاہ ریاضتیں اور بے پناہ محنتیں ان کو مطلوب کی دہلیز سے شناسا نہ کرا سکیں۔

؎ جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

یعنی حضور علیہ السلام نے خدا طلبی کیلئے دُنیا نہیں چھڑوائی بلکہ اپنے غلاموں کیلئے ان کی دُنیا کو بھی دین کا رنگ دے کر فرمایا:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

اے ہمارے پروردگار! ہماری دُنیا بھی سنوار دے اور ہمارا دین بھی یا یوم آخرت بھی سنوار دے۔

اس آیت مبارک میں دو باتیں قابلِ غور ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو کسی خاص طبقہ کیلئے مخصوص نہیں فرمایا۔ دوم یہ کہ دین یا عقبیٰ سے دُنیا کا تقدم فرمایا ہے' کیونکہ یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ اسلام کی بہت سی عبادات' مثلاً جہاد' زکوٰۃ' خیرات' حج' اشاعت دین' بال بچوں کی پرورش' بیواؤں' یتیموں محتاجوں کی امداد وغیرہ سینکڑوں قسم کی نیکیاں ہیں جو بغیر مادی اشیاء کے ممکن نہیں لیکن یہ سب کچھ عین دین ہیں۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے:

الدنیا مزرعة الاخرة

یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

اب کون نہیں جانتا کہ کھیتی میں بغیر کاشت کئے کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر ایک

دُنیادار دُنیا کی مادی اشیاء سے نفع نہ اُٹھائے تو وہ آخرت میں حسرت وارمان کے سوا کیا حاصل کرے گا۔ خدا کی زمین پر رہ کر اس کی چیزوں سے فائدہ نہ اُٹھانا بہت بڑی نادانی بلکہ نعوذ باللہ قدرت کو بے وقوف بنانا ہے۔ دوسرے معنوں میں گویا ایک عبدِ کامل کی زندگی بنتی ہی اس دنیا سے مفاد حاصل کرنے سے ہے۔ کوئی طالبِ مولا دُنیا سے جدا ہو کر دین کا مالک نہیں بن سکتا۔

غارِ حرا کا مجاہدہ:

بعض لوگ رہبانیت کی تردید سے بدکتے ہوئے تعجب میں آ کر سرکارِ دو عالم ﷺ کے مجاہدۂ حرا کو رہبانیت کے ثبوت میں پیش کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یا تو وہ مجاہدۂ غارِ حرا سے شناسا نہیں، یا رہبانیت کی تعریف سے ناواقف ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ تکمیلِ نفس، تادیبِ نفس اور کسبِ سعادت کیلئے لازمی ہے کہ نفسِ سرکش کے منہ میں تقویٰ اور پرہیزگاری کی لگام دی جائے اور جذباتِ بہیمیہ کے پُر آشوب تلاطم کے سامنے ایک فولادی دیوار کھینچ کر اس کو بے راہ رَو ہونے سے روکا جائے۔ غارِ حرا کا طریق کار (جس کو ہم نے کسی دوسری جگہ بھی اسی رسالہ میں واضح طور پر لکھ دیا ہے) اسی مقصد کا علاج تھا، جس میں بقدرِ ضرورت خورد و نوش اور خانگی تعلقات کا الحاق بھی ایسا واضح نظر آتا ہے، جس پر رہبانیت کا شبہ کرنا ایک مخبوط الحواس انسان ہی کا شیوہ ہو سکتا ہے۔ غارِ حرا کا مجاہدہ شادابیٔ روح اور پختگیٔ ایمان کی وہ بے نظیر حقیقت ہے جس سے انسان اپنی بہیمیت کو انسانیت کا لباس پہنا کر اور وحشت و بربریت سے اپنے آپ کو دُور ہٹا کر آسمانِ روحانیت پر کھڑا ہو سکتا ہے۔ اور رہبانیت وہ طریق کار، جس پر اگر دنیا کے بسنے والے سارے انسان صرف ایک سال کیلئے عامل ہو جائیں تو یہ جہانِ آب و گِل ویرانہ ہو کر رہ جائے۔ نہ حکومت، نہ اسبابِ حکومت، نہ تاج، نہ تاج والے، نہ

زندگی، نہ موت کا فلسفہ، نہ مادیات سے نفع اُٹھانا، ہوائی جہاز، اسلحہ حرب وضرب، بجلی، مشینیں، کارخانے، سڑکیں، غرضیکہ سب کچھ برباد ہو کر اُلووں کا رین بسیرا بن جائے۔

کاش کہ معترض عقل سے کام لے اور سمجھے کہ ریاضت اور نفس کشی سے روح قوی اور تروتازہ ہوتی ہے اور مادی خواہشات میں انہماک سے یہ طاقت کمزور ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء واولیاء کے علوم وادراکات اور مقامات عقولِ متوسط کے درجہ سے بالاتر ہوتے ہیں، کیونکہ جو چیز انسان میں علوم اور ادراکات کرنے والی اور عالم قدس تک پہنچانے والی ہے، وہ ایک لطیف چیز روح ہی ہے۔ پھر جس قدر جسم کی کثافت کو بذریعہ مجاہدات وریاضات کے زائل کیا جائے گا، اسی قدر روح کی لطافت میں ترقی ہوگی اور علوم وادراکات میں وسعت پیدا ہوتی جائے گی، جیسا کہ شیخ بوعلی سینا لکھتے ہیں:

خدا کی معرفت رکھنے والے پاک بندے، جس وقت اُن سے جسمانی تعلق کا بار ہلکا کر دیا جاتا ہے اور وہ کسی حد تک دنیوی مشاغل سے علیحدگی اختیار کر لیتے ہیں تو ان کی توجہ خاص طور پر عالمِ قدس کی جانب مبذول ہو جاتی ہے، اور وہ اعلیٰ درجہ کے کمال کے ساتھ موصوف اور بڑی لذت اُٹھانے والے ہوتے ہیں۔

مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ گھر بار سے قطعی انقطاع کر لیا جائے، کھانا پینا بالکل چھوڑ دیا جائے، دیگر اسبابِ راحت پر لات ماردی جائے، تجرد اور انتہائی ایسی اختیار ہو کہ انسان کا دُنیا میں عدم موجود برابر ہو جائے۔ برسوں لگاتار روزے رکھے جائیں، کھڑا ہو جائے تو ٹانگیں خشک کر دی جائیں، ہاتھ اُٹھایا جائے تو سکھا دیا جائے، ایک پاؤں پر کھڑے ہوئے تو اُسے سُن کر دیا، جس آسن پر چوکڑی جمائی برسوں پہلو نہ بدلا، مجاہدے اور ریاضت کا یہ طریق کار اور ترکِ دنیا و ترکِ لذات کا یہ عمل قانونِ قدرت اور انسانی فطرت کے سراسر خلاف ہے۔ بانیٔ اسلام علیہ السلام کا غارِ حرا کا مجاہدہ اس طرزِ عمل سے

کوسوں دُور ہے' کیونکہ اس سے عدم تعلقات خانگی و خورد و نوش' راحت و آرام سے علیحدگی اور انقطاع علائق دنیوی نظر نہیں آتا۔ بلکہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ خالق القوے والقدر نے انسانی تخلیق بیکار نہیں فرمائی کہ نہ وہ کسی کے کام آئے اور نہ کوئی اس کے کام آ سکے۔ جو راہبوں اور جوگیوں کی خانہ برباد زندگیوں کا نتیجہ ہے۔ اگر رب العالمین کی خوشنودی اسی میں تھی کہ ہم دُنیا کو ترک کر کے خود اپنے اجسام کو فنا کر لیں اور اس کی نعمتوں سے کوئی نفع نہ اُٹھائیں' تو یہ خدا کی تخلیق پر سخت ترین الزام اور بدنما دھبہ ہوگا اور یہ کہنا پڑے گا کہ اس نے اس دُنیا کو کیوں پیدا فرمایا' اور انسان کو اس میں کیوں بھیجا۔ الغرض غار حرا کا مجاہدہ وہ تعقل اور اس میں وہ اعتدال پیش فرماتا ہے جو مشیت ایزدی کو پورا کر کے دُنیا و دین کا قوام کر دے۔

پیکر نور

گو بادی النظر میں سرکار دو عالم' نبی محترم' نور مجسم ﷺ کی ذات گرامی گوشت و استخواں اور پوست و اعصاب کا مجموعہ نظر آتی تھی۔ انسان تھے' انسانوں کی طرح کھاتے پیتے اور انسانوں کی طرح رہتے سہتے اور چلتے پھرتے تھے لیکن تھے سراپائے ضیا' مجسمۂ جمال' اور پیکر نور ایک خاکی غلاف تھا' جو بشریت کے نام سے اُس نور یزدانی پر پڑا ہوا تھا۔ اہل نظر اُس کالبد خاکی میں اس ضیاء و نور کی تجلیات برابر مشاہدہ کرتے تھے' اور عوام بھی یہ دیکھتے تھے کہ عام انسانوں کی طرح حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا' اور آفتاب کی روشنی اور دھوپ میں آپ ﷺ کا کوئی عکس زمین پر نمایاں نظر نہ آتا تھا' اور آ بھی کیونکر سکتا تھا' اس لئے کہ نور کا سایہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ خود ایک لطیف شئے ہے۔

حدیث رسول: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ۔ مشہور ہے' جس کا عبدالرزاق نے بالاسناد لکھا ہے یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِیْ عَنْ اَوَّلِ شَیْءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی قَبْلَ الْاَشْیَاءِ۔

یارسول اللہ! مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے کون سی چیز پیدا فرمائی۔

قَالَ: یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ

حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے جابر! تحقیق اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے اپنے نور سے تیرے نبی کا نور پیدا فرمایا۔

اس حدیث شریف اور اسی مضمون کی دوسری احادیث سے یہ امر پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ ہمارے نبی مکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات انا نور من نور اللہ کے اشارات کے ساتھ کس نورانیت اعلیٰ کی حامل تھی۔

یہی نور تخلیق عالم سے پہلے ایک زمانہ ناتناہی تک عرشِ ربانی پر جگمگاتا رہا اور ملاءالاعلیٰ کی فضائیں اس سے بقعۂ نور بنی رہیں۔ ملائکہ مقربین اس کے گرد گھومتے اور اس پر پروانہ وار نثار ہوتے رہے۔ پھر عرش سے یہ نور حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا سبب بنا اور اُن کی پیشانی مقدس میں منتقل ہوا۔ یہی وہ نور تھا جس کی برکت سے حضرت آدم علیہ السلام کو لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ (پارہ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۰) کے خطاب سے سرفرازی و بلندی نصیب ہوئی اور مسجودِ ملائکہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ نیابتِ الٰہی، وراثتِ ربانی اور خلافتِ ایزدی کی جتنی نعمتیں سیدنا آدم علیہ السلام کو حاصل ہوئیں وہ سب کی سب اسی نورِ پاک کی بدولت ہوئیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت اماں حوا اور اُن سے حضرت شیث و حضرت نوح علیہما السلام کو منتقل ہوتا ہوا یہی نورِ مقدس حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہنچا

اوران کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح اللہ کا خطاب دلواتا اور حضرت عدنان تک چالیس پشتوں میں درجہ بدرجہ گزرتا ہوا عبد مناف کو ملا۔ پھر حضرت ہاشم کی پشت میں ان کی عظمت و جبروت کا باعث بنا۔ پھر حضرت ہاشم سے یہ نور کرم حضرت عبدالمطلب کو ملا اور ملتے ہی ان کی سرداری و سروری کا نشان بن گیا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ اس کی تجلیات کی تاب نہ لا کر عین عنفوانِ شباب میں یہ امانتِ کبریٰ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کو سونپ کر راہیٔ ملکِ بقاء ہوئے جس کی تشریح آگے آئے گی۔

یہاں یہ ذکر کر دینا بے جا نہ ہوگا کہ بعض حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لفظِ نور کی نسبت کو سن کر کچھ اس طرح بدکتے ہیں کہ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور تصور کرنا اور نور الٰہی کہنا' نعوذ باللہ ایک گناہِ عظیم ہے۔ بشریت کی رٹ لگانا' بشریت و مماثلت پر دھیان رکھنا' اپنے جیسا سمجھنا' ان کے ایمانی نشان اور اسلامی نکھار میں داخل ہے۔ بھلا رب العزت جل وعلا شانہٗ نے جسے نور فرمایا ہو' اس کی حقیقی نورانیت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟

نور اور کتاب مبین کے تذکار:

قرآن کریم کے انگنت اسرار کیا اسی حقیقت کے حامل نہیں کہ حضور شافع یوم النشور علیہ السلام کو نور سمجھا جائے۔ بشر کے ایک لفظ نے جو ایک خاص سبب کا حامل تھا' ان بشریت کے عاشقوں کا دماغ معطل کر دیا ہے' اور جب بھی یہ مسئلہ ان کے سامنے آتا ہے تبھی بشریت سدِ سکندری بن کر نورانیت کے آگے حائل ہو جاتی ہے اور فوراً کہنے لگتے ہیں کہ بشریت میں نورانیت کو کیا دخل' یہ تو ایک زیادہ سے زیادہ پاکیزگی کا استعارہ ہے' حقیقت میں نور نہیں' اور نہ ہی نورانیت خاکی جسم میں تبدیل ہو سکتی ہے' العیاذ باللہ۔ میں کہتا ہوں کہ بغض میں قرآن بھی یاد نہیں رہتا۔ کیا سیدنا ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے ہاں

ملائکہ نورانیہ کا لباس بشری میں آنا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ان کے سامنے انسان جان کر بھنا ہوا گوشت لا کے رکھ دینا یاد نہیں' پھر حضرت لوط علیہ السلام کے گھر جانا اور نوجوان لونڈوں کے روپ میں جانا' جس سے قومِ لوط پر عذاب کیلئے حجت قائم ہو سکے۔

قرآن میں نہیں پڑھا' اگر پڑھا ہے تو بتایئے۔ وہ ملائکہ نوری نہ تھے یا بشری لباس میں نہ تھے۔ حضرت ابراہیم اور لوط علیہما السلام نے کیا ان کو آدمی نہ سمجھا اور حقیقت سے واقف ہونے کے بعد ان کو نوری تسلیم کیا' اور کیا قومِ لوط کیلئے ان کے عمل کو عذاب کی صورت میں نہ دیکھا اور پھر جب واپس ہوئے تو کیا وہ ملائکہ نوری نہ تھے' اور یقیناً تھے تو سرکار انبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی نورانیت کو بشریت کے پردے میں آنے سے یا بشریت کو نورانیت کی حقیقت میں گم ہونے سے کون سا استحالہ لازم آتا ہے۔ (فافہم)

مبشرات

حق وصداقت میں کچھ ایسی مقناطیسی طاقت ودیعت ہوتی ہے کہ وہ اپنی تاثیر کے لحاظ سے قلوب وارواح کو خود بخود اپنی طرف کھینچ لیتی ہے' بشرطیکہ قلوب وارواح پر فطری حجابات نہ ہوں اور کسی خاص جذبے یا عقیدے نے ان پر تقلید آبائی اور تعصب کے سبب سے علوم اور حقائق تک رہنمائی کے دروازے بند نہ کر دیئے ہوں' کیونکہ فطرتِ صحیحہ کو جو چیز مسخ کرتی ہے اور قلب کے آئینہ جہاں نما کو زنگ آلود کر دیتی ہے وہ صرف تعصب ہے جیسا کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر ایک قلب باعتبار اپنی فطرت کے حقائق اشیاء کے دریافت کر لینے کی صلاحیت واستعداد رکھتا ہے کیونکہ وہ ایک امر ربی ہے۔ تمام جواہر عالم پر اپنی اس شرافت وخاصیت کی وجہ سے فوقیت رکھتا ہے اور اس کی اسی صلاحیت واستعداد کی طرف یہ آیت مبارکہ اشارہ بھی کرتی ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ الآخر۔ (پارہ ۲۲، سورہ الاحزاب، آیت ۷۲) یعنی یہ

استقرار نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں اور نہ پہاڑوں میں۔ مگر اس کا کیا علاج کہ تعصب کو فطرت صحیحہ کیلئے حجاب اور علوم و ادراک کے ادراک کی راہ میں روک بنا کر کسی دوسرے مذہب یا انسان کی کسی خوبی کے اعتراف اور کسی حقیقت کے تسلیم کرنے کی مطلق گنجائش ہی نہ سمجھی جائے۔

چونکہ تعصب اور تنگدستی کا اندھا جوش کسی حقیقت اور سچائی تک نہیں پہنچنے دیتا۔ بناء بریں اگر غیر مذاہب والوں سے اسلامی تعلیمات اور بانیٔ اسلام کی ذات و صفات کے متعلق اچھی رائے کا اظہار کرنا اور ان کی خوبیوں کا معترف ہونا ثابت ہو جائے تو یہ حضور علیہ السلام کی صداقت کا وہ روشن اور مہتم بالشان ثبوت ہے جو متلاشیان حق و صداقت کیلئے مشعلِ راہ کا کام دے سکتا ہے۔ درحقیقت سچائی وہی ہوتی ہے جس کا اعتراف دشمن بھی کرے۔

اس مختصر سی گذارش کے بعد فقیر سرورِ کائنات 'فخر موجودات' مختار شش جہات محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت دیگر مذاہب کے حضرات کی کتب سے مختصراً وہ افکار و آراء پیش کرتا ہے' جن سے حضور علیہ السلام کی وہ حقیقتِ اعلیٰ آشکار ہو جائے' جس کی بناء پر ایک سچا اور پکا مسلمان حضور کو سید الانبیاء' افضل الرسل اور خاتم النبیین مانتا ہے' چنانچہ:

﴿۱﴾ بھوتک اوتر پران کے مصنف بیاس جی جو ایک مشہور ہندو رشی ہیں' لکھتے ہیں کہ آئندہ زمانے میں مہامت پیدا ہوں گے' ان کا نشان یہ ہوگا کہ ان کے سر پر بدلی سایہ کرے گی اور ان کے جسم کا سایہ نہ ہوگا۔ وہ دنیا کیلئے کچھ تلاش نہ کریں گے' ان کی سب تلاش دین کیلئے ہوگی' جو کچھ پیدا کریں گے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں گے۔ تمام عمر کم کھائیں گے' عرب کے سرداران کے دشمن ہوں گے اور وہ اللہ کے دوست ہوں گے' وہ قادر و توانا ان کو میں ادھیا پران بھیجے گا۔

﴿۲﴾ کلنکی پران میں دس اوتاروں کا ذکر لکھا ہے جن میں ایک اوتار کا نام کلنکی ہے۔اس کے متعلق یوں وضاحت ہے کہ کلنکی اوتار ظاہر ہوں گے۔

(۱) جن کے باپ کا نام وشنو یس یعنی عبداللہ ہوگا۔

(۲) ان کی ماں کا نام سومتی یعنی امن امان والی' بھروسہ کی گئی یا آمنہ ہوگا۔

(۳) وہ نماز میں تپسیا کریں گے۔

(۴) پرش رام یعنی روح الامین سے وحی الٰہی پائیں گے۔

(۵) اپنے وطن سے ہجرت کریں گے۔

(۶) تمام نیک اور پاک لوگوں کی تصدیق کریں گے۔

﴿۳﴾ رگوید منتر میں آپ کا نام احمد اور یجر وید میں محمد ﷺ لکھا ہے اور لکھا ہے۔لا الہ ھرلی پاپن الا اللہ پرم پدم جنم بیکنٹھ پراپت ہوئی جپے نام محمرم۔یعنی لا الہ الا اللہ کہنے سے پرم پدم ملتے ہیں' جنم بیکنٹھ ہونا چاہو تو نام محمد ﷺ کا وظیفہ کرو۔

﴿۴﴾ اتھروید میں آیا ہے نہو ھما لن الامر الرسول محمد رہ کھ ہوشی یعنی پیدا کرنے والا اللہ ہے' رسول محمد زور آور کا' کون ہے اس کی برابر کا۔

﴿۵﴾ سام وید میں یوں لکھا ہے کہ مہودار تاو بھاوا گاؤ رانتی ہتیا بشنونا کک بھکھا ئیو سدا بید شاسترے شرتیا۔یعنی جس بزرگ کے نام کا پہلا حرف میم اور آخری حرف دال ہو گا اور اس کے پیرو گئو بھکھن (ذبیحہ گاؤ) کرتے ہوں گے وہی وید شاستر کی رُو سے بڑا رشی ہے۔

﴿۶﴾ اتھروید کانڈ ۱۹ میں ہے: بلابچہ محمد بھگت اجائیں یعنی محمد کے بغیر بندگی ضائع ہے۔

﴿۷﴾ گوسائیں تلسی داس لکھتے ہیں:

کاشی پربت یا دمشن تیرتھ بھی ناکام
مکتھ باس نہ پائی بناں محمد نام

﴿۸﴾ جنم ساکھی کلاں ص ۱۴۲ میں ہے:

پاک پڑھیو کلمہ ربا محمد نال ملائے
اوہ معشوق خدا ئیدہ ہویا قل الا ہے

﴿۹﴾ پوتھی راہ سنگھ رام چھٹی کا نڈ منتر نمبر ۲۱ میں گوسائیں تلسی داس جی فرماتے ہیں کہ

یہاں نہ کچھ بات میں راکھوں ۔۔۔۔۔ ویدپران ست مت بھاکھوں
برکھس دس سہنسر ہوئی ۔۔۔۔۔ یہہ کی بات نہ پائے کوئی
دیس عرب بھر کتا سہائی ۔۔۔۔۔ سو تھل بھوئیں گت سنو کھک رائی
سنبو ست تاکر ہوئے ۔۔۔۔۔ سہنسر اویس تھتھ سیوئی
ست بکرم کی دو داتا ۔۔۔۔۔ مہاکوک تس جھتیر ساتا
راج پنٹ بھوپریت دکھاوے ۔۔۔۔۔ اپن مت سب کو سمجھاوے
تب لگ بے سہنسر چہ کوئی ۔۔۔۔۔ بنا محمد پار نہ ہوئی

ترجمہ: طرفداری نہیں جو وید میں لکھا ہے صاف کہوں گا۔ دس ہزار برس میں رسالت تمام ہوگی، پھر کوئی نہ پا سکے گا۔ عرب میں ایک خوشنما ستارہ اور بابرکت زمین ہوگی۔ معجزے ظاہر ہوں گے اور نبی اللہ کو قاسم کہا جائے گا ست بکر ماجیت کی سمندروں کی تعداد کے برابر والی صدی میں پیدا ہوگا اور اولوالعزمانہ قاعدے پر اپنا مذہب سب کو سکھائے گا، اور اس کے دین کے جاری رہنے تک بغیر محمد کے کوئی پار نہ ہوگا۔

﴿۱۰﴾ بابا گرونانک لکھتے ہیں:

توریت، زبور، انجیل، ترے سن ڈٹھے وید
رہے قرآن کتاب کل جگ میں پروار

یعنی توریت، انجیل، زبور کو ہم نے بغور دیکھا ہے اور ویدوں کو بھی، مگر دنیا کیلئے جو کتاب ہدایت کامل کا موجب ہو سکتی ہے وہ قرآن ہے۔

پھر لکھا دربار صاحب ص ۵۲۳ میں:

جگ میں مورکھ بندہ کیا بوجھے ......اندھے کو دیپک کیا سوجھے
بن احمد کچھوے بھید نہ پائیو ......مورکھ اندھا گنوار کہلائیو
الف احمد سے احمد بھئیو ......ایسا بھید کچھو نہ لیو
احمد بھیو احد کے رنگا ......جیسی جوت چاند کی سنگا

﴿۱۱﴾ جنم ساکھی بھائی بالا ص ۲۰۶ میں آتا ہے کہ:

اوّل آدم مہیش ہوئے دو جابر ہا ہوئے
تیجا آدم مہا دیو محمد کہئے سب کوئے

﴿۱۲﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بشارتوں سے بعض اس طرح پائی گئی ہیں۔ مثلاً انجیل یوحنا باب ۱۴، آیت ۱۶ میں ہے:

آپ نے فرمایا: اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے یعنی سچائی کی وہ روح جس کو دنیا حاصل نہیں کر سکتی۔

پھر باب نمبر ۱۴، آیت ۳۰ میں فرمایا "اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تا کہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو۔ اس سے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ وہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ مددگار تمہارے

پاس نہ آئے گا لیکن اگر میں جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ جب وہ سچائی کی روح آئے گی تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گی۔"

﴿۳﴾ انجیل برنباس فصل ۹۶ میں لکھا ہے:

(مسیح علیہ السلام سے) کاہن نے جواب میں کہا کہ موسیٰ (علیہ السلام) کی کتاب میں لکھا ہے کہ ہمارا اللہ عنقریب ہمارے پاس ایک مسیحا بھیجے گا جو ہمیں خدا کے ارادے کی خبر دینے آئے گا جو دنیا کیلئے رحمت کو ساتھ لائے گا اس لئے تجھ سے کہتا ہوں کیا تو وہی مسیحا ہے؟ تو یسوع نے جواب دیا کہ حق یہی ہے کہ اللہ نے ایسا ہی وعدہ کیا ہے مگر میں وہ نہیں ہوں۔ وہ مجھ سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور میرے بعد آئے گا۔

پھر اسی انجیل برنباس کی فصل ۱۱۲ میں لکھا ہے:

(یسوع نے کہا) میری تعلیم نجس ہو جائے گی۔ قریب قریب تیس مومن بھی باقی نہ رہیں گے اس وقت اللہ دنیا پر رحم کرے گا اور اپنے رسول کو بھیجے گا جس کیلئے سب چیزیں پیدا کی گئی ہیں۔ جو اس پر ایمان لائے گا وہ مبارک ہوگا" (پھر فرمایا) باوجود اس کے کہ میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کا بھی مستحق نہیں ہوں میں نے خدا کی طرف سے نعمت اور رحمت کے طور پر یہ رتبہ پایا ہے کہ اس کو دیکھوں" اس وقت کاہن نے کہا مسیحا کا نام کیا رکھا جائے گا؟ تو یسوع نے جواب دیا کہ مسیحا کا نام عجیب ہے اس لئے کہ اللہ نے جس وقت اس کی ذات کو پیدا کیا تو اسے آسمانی روشنی میں رکھا اللہ نے کہا اے محمد! تو صبر کر میں تیرے ہی لئے جنت اور دنیا اور مخلوقات کی بڑی بھیڑ جو تجھے بخشوں گا پیدا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور جس وقت میں تجھے دنیا میں بھیجوں گا تجھے اپنا رسول بناؤں گا میرا کلام سچا ہوگا۔ زمین و آسمان کمزور ہو جائیں گے مگر تیرا ایمان کمزور نہ ہوگا اور اس کا نام مبارک محمد ہے۔

﴿۱۴﴾ زبور باب ۱۶، آیت ۳۵ میں ہے کہ میں تم کو پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن وہ جو میرے بعد آتا ہے مجھ سے قوی تر ہے۔ وہ تمہیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا' ایسے ہی انجیل متی باب ۳ میں ہے۔

﴿۱۵﴾ کعب احبار اپنے والد کی وفات اور تورات کے دو ورقوں کا قصہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان دو ورقوں میں لکھا تھا۔

محمد رسول اللہ خاتم النبیین لا نبی بعدہ

﴿۱۶﴾ حضرت ابوسعد خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ابو مالک ابن سنان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں ایک روز قبیلہ بنی عبد الاشہل میں گیا تو یوشع یہودی سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک نبی کے پیدا ہونے کا زمانہ قریب آ گیا ہے' جن کو احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا جائے گا جو حرم میں پیدا ہوں گے۔ پھر ابو مالک بن سنان کہتے ہیں کہ وہاں سے میں بنو قریظہ میں پہنچا تو ایک جماعت دیکھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر رہی تھی۔ اُن میں سے زبیر بن باطا نے کہا کہ کوکب احمر طلوع ہو چکا ہے اور یہ ستارہ جبھی طلوع ہوتا ہے جب کوئی نبی پیدا ہونا ہوا اور اب احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کسی کی پیدائش باقی نہیں رہی' اور یہ شہر ان کی ہجرت گاہ ہے۔

﴿۱۷﴾ خصائص کبریٰ میں امام سیوطی نے امام شعبی کی نسبت دے کر لکھا ہے کہ صحیفہ ابراہیم علیہ السلام میں لکھا ہوا تھا:

انہ کائن من ولدك شعوب و شعوب حتی یاتی النبی الامی الذی یکون خاتم الانبیاء

یعنی آپ کی اولاد میں قبائل در قبائل ہوتے رہیں گے' یہاں تک کہ نبی امی آ جائیں اور وہ خاتم الانبیاء ہوں گے۔

﴿۲۳﴾ سیدنا آدم علیہ السلام نے اللہ سے چاہا کہ شیث علیہ السلام کی وجہ سے قربانی کر کے تم ... سے نور محمدی علیہ السلام کی صحت کے ساتھ محمد ... کی روح کا ... ہوگی جس سے ... ہوئی محمدی محمد کیا ... حد

﴿۲۴﴾ امام قسطلانی ابن جریر طبری آیت کریمہ ... الالواح کے تحت ایک طویل حدیث نقل فرماتے ہیں جس سے حضرت ... کی ... ﷺ ... ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں عرض کیا کہ اے میرے رب میں الواح تورات میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو پیدائش میں سب سے آخری ہے اور جنت میں داخل ہونے میں سب سے مقدم ہوگی اے میرے رب ان کو میری امت بنا دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ محمد ﷺ کی امت ہے۔

ظہور نور

جب اللہ تعالیٰ نے نور محمدی کی حقیقت کو جسم و روح کے لحاظ سے ظاہر و باطن کے ساتھ ظاہر فرمانا چاہا تو اسے حضرت آمنہ کے صدف رحم میں اس کی جائے قرار پر منتقل فرمایا اور اس قرب عبدیت خاص نے حضرت آمنہ کو خاص کر دیا کہ وہ اس محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ماں ہو اور آسمانوں اور زمینوں میں منادی کر دی کہ آمنہ بی بی ذات محمدی کے انوار سے امیدوار ولادت ہو گئی ہیں۔ پھر ہر ایک عاشق اس کی خوشبو کے مہکنے سے مشتاق ہو گیا اور ظہور نور محمدی کا انتظار کرنے لگا۔ مدتوں کی مردہ زمین نے خشک سالی سے نجات پائی اور اس نور کی بارش سے سرسبزی کی حسین پوشاک پہنی۔

جس شب کو یہ نور حضرت آمنہ کے بطن مبارک میں منتقل ہوا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق اسی شب کائنات عالم میں ایک شور خوشی برپا ہو گیا۔ شجر و

حجر' آفتاب وماہتاب' سیارہ وثوابت' وحوش وطیور' برگ وبار' کائنات ارضی وفضائے آسمانی کا ذرہ ذرہ محوانتظار ہوا اور شوقِ دیدارِ نبوی میں اضطراب کے پہلو بدلنے لگا۔

ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے' انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت آمنہ کے حاملہ ہونے کی علامت یہ تھی کہ اس رات قریش کا ہر ایک چارپایہ گویا ہوا اور بول اُٹھا کہ نبی آخرالزمان (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ماں کے بیٹے میں آگئے ہیں۔ کعبہ کے رب کی قسم! وہ دُنیا کے امام اور علماء کے چراغ ہیں۔ اور دُنیا کے بادشاہوں میں سے کسی کا تخت نہ رہا کہ اوندھا نہ ہوا ہو۔ آپ کے حمل کے مہینوں میں سے ہر مہینے میں آواز آتی تھی کہ خوش ہو جاؤ کہ وہ وقت آپہنچا ہے کہ برکت والے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوں۔

ابتدائے حمل ہی میں حضرت آمنہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک پارۂ نور ہے جو ان کے جسم سے جدا ہو کر پوری ضیاء باریوں کے ساتھ جگمگا رہا ہے' اور اس کی روشنی میں ارضِ شام کی بستیاں صاف صاف نظر آرہی ہیں۔ ابونعیم سے روایت ہے کہ حمل شریف سے چھ ماہ کے بعد کوئی آنے والا حضرت آمنہ کے پاس خواب میں آیا اور کہا کہ اے آمنہ! بے شک تیرے پیٹ میں خیرالعالمین ہیں' جب وہ پیدا ہوں تو اُن کا نام محمد رکھنا۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ وضع حمل کے ساتھ آپ کا جسمِ اطہر بیدِ لرزاں کی طرح کانپنے لگا' ولادت کے وقت بام و در جگمگا اُٹھے اور اُسی روشنی میں میں نے دیکھا کہ ملائکہ کی ایک جماعت پرے باندھ کر کھڑی ہے۔ سب کے ہاتھوں میں عنبر و مشک کی فردوسی پیالیاں ہیں اور ان کے آگے حور پیکر نازنینوں کے جھرمٹ جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے' نور ہی نور پھیلا ہوا ہے اور اس نور کی ضیاپاشیوں میں حجابات آنکھ سے اوجھل ہو کر بالکلیہ عالمِ غیب کی پیشوائیوں کے مناظرِ جمیل سامنے نظر آرہے تھے۔ ولادت کے بعد پیہم و متصل ابر

کے ٹکڑے پیدا ہوئے اور فضاؤں کو منور کرنے لگے۔ خود حضرت عبدالمطلب آپ ﷺ کے دادا نے صحن مکان میں قدم رکھا تو مشاہدات عجیب و غریب دیکھ کر لرزنے لگے۔ انہوں نے اپنی آنکھوں اور کھلی آنکھوں دیکھا کہ دروازہ پر ایک مرغ سفید پر پھیلائے بیٹھا ہے جس کی روشنی سے مکہ کی تمام پہاڑیاں جگمگا رہی ہیں۔ فاطمہ ثقفیہ نے مکہ والوں بلکہ ساری دنیا والوں سے کہا کہ حضرت محمد ﷺ کے وضع حمل کے وقت میں موجود تھی۔ میں نے دیکھا کہ ایک پارۂ نور حضرت آمنہ کے جسم سے نکلا اور تمام فضائے بسیط کو منور کر گیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وضع حمل کے وقت اتنی تیز روشنی تھی کہ ہر طرف نور ہی نور نظر آتا تھا۔ عام لوگ نہ سمجھیں' نہ جانیں' نہ دیکھیں مگر روحانی آنکھیں ہمیشہ اس نور کو دیکھتی رہیں اور دیکھتی رہیں گی۔

فاطمہ ثقفیہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت آمنہ کو دردِ زہ شروع ہوئی تو اس وقت وہ اکیلی تھیں۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک سفید پرندہ نے ان کے دل پر مسح کیا' پس ان کا خوف و ہراس جاتا رہا۔ پھر ان کے پاس سفید شربت لایا گیا' جس کو پی لیا اور اس سے ایک بے پناہ نورانیت پیدا ہوئے۔ پھر ان کے پاس کھجور کی طرح لمبی چند عورتیں آئیں' جنہوں نے ان کو گھیر لیا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ان سے پوچھا: تم کون ہو' اور تم نے مجھے کہاں سے جان لیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم میں سے ایک حضرت حوا' دوسری حضرت مریم' تیسری حضرت آسیہ فرعون کی بیوی اور باقی حورانِ بہشتی ہیں۔ پھر عجیب ترین نور بھرے پرندوں کا ایک غول آیا' جس نے سارے مکان کو ڈھانپ لیا' اور اس نور کی بارش میں رحمۃ اللعالمین پیدا ہوئے۔

(وصلی اللہ علٰی حبیبہٖ محمد و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم)

پس دیکھا گیا کہ حضور تضرع و زاری کرنے والے شخص کی طرح سجدہ کر رہے ہے

تھے اور اپنی دونوں انگلیوں کو آسمان کی جانب اُٹھائے ہوئے تھے۔ پھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ ایک سفید بادل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھانپ لیا اور حضرت آمنہ سے آپ کو غائب کر دیا۔ پس حضرت آمنہ نے ایک کہنے والے کو یہ کہتے سنا کہ آپ کو زمین کے مشارق و مغارب میں گشت کراؤ اور سمندروں میں پھراؤ تا کہ وہ ان کی حیثیت و صورت سے جان لیں کہ کوئی شرک باقی نہ رہے گا جو ان کے زمانہ میں مٹایا نہ جائے گا۔ اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گندگی کی آلائشوں سے پاک، قدرتی طور پر ختنہ کئے ہوئے اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور شستہ و منور اور دونوں آنکھیں عنایتِ الٰہی سے سُرمگیں تھیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

حضور علیہ السلام کا بچپن اور رضاعت

سرورِ کائنات، مفخرِ موجودات، مختارِ شش جہات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عہدِ نوشیرواں عادل کہ اس آغاز عہد سے چالیس سال گزرے تھے۔ ماہ ربیع الاوّل بروز دو شنبہ بوقتِ صبح صادق طلوعِ آفتاب سے پہلے کتم غیب سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ پوری کی پوری کائنات نے اس ظہورِ قدسی پر ادب و احترام سے سر جھکا لیا۔ فضائے بسیط میں ایک شورِ مسرت و شادمانی بلند ہوا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کل کائنات کے نبی تھے۔ تاریخ پیدائش میں بعض علماءِ سیر نے اختلاف کیا ہے۔ کوئی ماہ ربیع الاوّل کی آٹھویں اور کوئی بارھویں بتاتا ہے، مگر صحیح یہی ہے کہ بارہ ہی ربیع الاوّل تھی اور بارہ ہی ماہ اپریل ۵۷۱ء تھی۔ جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا پر تشریف لائے وہ سال عام الفیل کہلاتا ہے، جس میں ابرہ بادشاہِ یمن نے خانہ کعبہ کو گرانے کیلئے حرمِ محترم کعبہ و مکہ معظمہ پر حملہ کیا تھا۔ چونکہ وہ بڑے بڑے کوہ پیکر ہاتھیوں سے حملہ آور ہوا اور ابابیلوں سے مروا کر اس کے شر کو دفع کر دیا گیا تھا، اور اس کے ہاتھیوں اور لشکر کی تباہی کی نسبت سے اس سال کا نام عام الفیل

(ہاتھیوں والا سال) رکھا گیا' جس کا مفصل ذکر سورہ فیل کے ماتحت مفسرین نے تفسیروں میں لکھا ہے۔ یہ عام الفیل والا واقعہ ذمانہ ہجرت سے ترپن (۵۳) سال قبل وقوع میں آیا تھا گو اس واقعہ سے پچپن روز بعد حضور پُرنور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

حضور ﷺ کے فضائے عالم میں تشریف لانے سے پہلے شفیق باپ کا سایۂ عاطفت اٹھارہ برس کی عمر میں ہی سر سے اٹھ گیا تھا' مگر دادا آپ کے زندہ تھے جو مرحوم بیٹے کی نشانی جان کر نہال ہو رہے تھے گو ماں بھی بے حد مسرور تھیں کہ مرنے والے کی یادگار سے گود بھری ہو گئی ہے۔ ساتویں روز حضرت عبدالمطلب آپ کے دادا نے بڑی دھوم دھام سے عقیقہ کیا اور تمام قریش کو ایک مکلف و شاندار دعوت دی۔ سب خوش ہوئے' مبارکباد کی صدائیں بلند ہوئیں۔ لوگوں نے پوچھا: برخوردار کا نام کیا تجویز ہوا ہے؟ فرمایا: محمدؐ تاکہ میرا بچہ دنیا بھر کی توصیف و ستائش کا مستحق ہو' مگر وہ نہ جانتے تھے کہ یہ نام میں نہیں رکھ رہا بلکہ مجھ سے خود قدرت خداوندی ایک حقیقت کا اعادہ کرا رہی ہے۔

رضاعت:

آپ نے یوم پیدائش سے سات روز تک اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ خاتون کا دودھ پیا۔ پھر کچھ دن ثویبہ ابولہب کی کنیز نے یہ خدمت انجام دی۔ یہاں یہ ذکر کر دینا بے جا نہ ہوگا کہ یہ ثویبہ وہی کنیز ہے جس نے آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت کی خبر آپ کے چچا ابولہب کو پہنچائی تھی' اور اس نے فرط خوشی سے اس کو آزاد کر کے حضور علیہ السلام کے دودھ پلانے کا حکم دیا تھا' جس کے باعث رب العزت جل جلالہ نے روز دوشنبہ کو کہ روز ولادت باسعادت حضور علیہ السلام ہے' ابولہب سے عذاب قبر موقوف کیا۔ نیز یہ بھی کتب معتبرہ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بر عایت حق رضاعت ثویبہ کا خاص اکرام فرماتے تھے اور مدینہ طیبہ سے اس کیلئے تحائف و انعام

ارسال فرمایا کرتے تھے۔ ثویبہ کے اسلام لانے میں شک ہے' بعض محدثین تو اس کو صحابیات میں شمار کرتے ہیں اور بعض اس کے مشرف بہ اسلام ہونے کے قائل نہیں۔

ثویبہ کے دودھ پلانے کے بعد حسب قاعدہ عرب کے شہروں کے رئیس اپنے بچوں کو پرورش کیلئے دیہات و قریات میں بھیج دیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کو حضرت حلیمہ سعدیہ بنت ابی ذویب زوجہ حارث بن عبدالعزیٰ کے سپرد کر دیا گیا' جو علاقہ طائف سے قبیلہ بنی ہوازن کی چند عورتوں کے ساتھ اسی غرض کیلئے مکہ میں آئی تھیں۔ حضرت حلیمہ سعدیہ غریب اور نادار تھیں مگر جس روز سے وہ حضور علیہ السلام کو ساتھ لے کر واپس ہوئیں' انہوں نے معلوم کیا کہ میں قریش کا ایک یتیم بچہ نہیں لائی بلکہ دولتِ کونین لے آئی ہوں۔ روز بروز حالت بہتر سے بہتر ہوتی گئی اور بکریوں کے ریوڑ کے ریوڑ بڑھنے لگے۔ دودھ میں کبھی کمی نہ آئی' اور مال و دولت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ حضرت حلیمہ اور اس کے بچوں کی محبت آنحضرت ﷺ سے ہر لحظہ بڑھتی رہی۔ حضرت حلیمہ کی بیٹی حضرت شیما آپ کو بہلایا اور دن بھر کھلایا کرتی تھیں۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے چھ سال تک حضرت حلیمہ سعدیہ کی آغوش میں پرورش پائی مگر حضرت حلیمہ کہتی ہیں کہ آپ ﷺ اور بچوں کی طرح نہ بے وقت روتے' نہ پریشان کرتے' اور یہ تو کبھی نہیں ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنی کھلانے والی پر کبھی پیشاب کیا ہو۔ بول و براز وقت پر کرتے' دودھ وقت پر پیتے اور دن بھر آرام گاہ یا حضرت شیما کی گود میں مسکرایا کرتے۔ سب سے قابلِ ذکر یہ بات ہے کہ دودھ پیتے وقت ہمیشہ آپ نے میری داہنی چھاتی کا دودھ پیا اور بائیں طرف کا دودھ ہمیشہ اپنے بھائی (میرے بیٹے) کیلئے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ کے چار رضاعی بہن بھائی تھے۔ ایک حضرت شیما بہن تھی اور تین عبداللہ' انیسہ اور حذیفہ بھائی تھے۔ حضرت شیما کے متعلق یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ وہ مشرف بہ اسلام ہوئیں' مگر اوروں کے متعلق پتہ نہیں چلتا۔

البتہ آپ کے رضاعی باپ حارث بن عبدالعزیٰ کی تصدیق ہوتی ہے کہ وہ اعلانِ نبوت سن کر فوراً مکہ معظمہ تشریف لائے اور آپ کو بڑی محبت سے مل کر اسلام قبول کر گئے۔

جب عمر مبارک چھ برس کی ہوئی اور آپ حضرت حلیمہ سعدیہ سے واپس آئے تو آپ کی والدہ ماجدہ اپنے عزیزوں سے ملنے کی غرض سے آپ کو مدینہ طیبہ لے گئیں۔ آپ ایک ماہ تک وہیں مقیم رہے۔ واپسی پر مقام ابواء میں آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ بیمار ہو گئیں اور وہیں ۳۰ برس سال انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئیں۔ وہاں سے آپ ﷺ کو آپ کی خادمہ (برکہ) جن کو اُمِ ایمن بھی کہتے ہیں، آپ ﷺ کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب کے پاس لائیں، جو جان و دل سے آپ کی پرورش میں مصروف ہو گئے۔ چنانچہ جب عمر مبارک حضور ﷺ کی آٹھ برس دو مہینے اور دس روز کی ہوئی تو آپ کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب نے بھی بروایت بیاسی (۸۲) برس اور بقول ایک سو پچیس (۱۲۵) برس کی عمر میں وفات پائی۔ جب حضرت عبدالمطلب کا جنازہ چلا تو اس کے ساتھ حضور ﷺ بھی چشمانِ مبارک میں آنسو بھرے ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔ حضور ﷺ کیلئے دادا کی موت اس اعتبار سے اور زیادہ صدمہ انگیز ثابت ہوئی کہ اس موت سے اقتدارِ ہاشمی پر وہ چوٹ پڑی کہ بنوامیہ بنوہاشم پر غالب آ گئے۔ جدِ امجد کی موت کے بعد آپ کی کفالت آپ کے عم مکرم ابوطالب نے کی اور نہایت محبت اور ہمدردی سے پدری محبت کے حقوق ادا فرمائے۔ عرب کی اخلاقی حالت جتنی خراب تھی، اتنا ہی حضور ﷺ کو خرابات سے علیحدہ رکھا۔ مذموم صحبتوں سے بچایا اور کاروبار میں چلانے کیلئے کوشاں رہے، اور عرب کے قاعدہ کے مطابق جب بھی کبھی خود کاروباری سفر اختیار فرماتے، حضور ﷺ کو بربنائے واقفیت اپنے ہمراہ رکھتے۔ غرضیکہ آپ کا بچپن ہر لحاظ سے سلامت روی، ہوشمندی اور شرافت کا پورا مظہر تھا۔

آپ ﷺ کی عالی نسبی

یہ ایک مشہور بات ہے کہ نسبی وجاہت کو ہر زمانہ میں اہمیت دی جاتی ہے اور اسے شرافت و وقار کا معیار سمجھا جاتا ہے' کیونکہ اعلیٰ خاندان میں عادات عالیہ پرورش پاتی ہیں اور ادنیٰ خاندان میں کمینگی اور ذمائت کی افراط ہوتی ہے۔ اعلیٰ نسب کے لوگوں میں جہاں اخلاق کی پاکیزگی' تہذیب' سلیقہ' شعاری' عقلمندی اور شرم وحیاء کی بہتات و فراوانی ہوتی ہے' وہاں مقابلتہً ادنیٰ خاندان کے لوگوں میں ذلیل معاشرت' بے غیرتی' بے شرمی' بداطواری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی نظر آتی ہے۔ اُونچے خاندانی گھرانون میں بعض خصائل ومحاسن ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کی وجہ سے دُنیا اس خاندان کے افراد کی عزت کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے' برخلاف ادنیٰ نسب لوگوں کے جن کیلئے ذلت ونکبت اہل زمانہ کی نگاہوں میں مہر ہو چکی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ میں نسبی بلندی کو ترجیح دی جاتی ہے اور اسے بڑائی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

عرب میں نسبی بلندی پر خصوصیت کے ساتھ فخر کیا جاتا تھا' اور انسان تو انسان رہے' اونٹوں اور گھوڑوں تک کے نسب نامے محفوظ رکھے جاتے تھے۔ ہر طبقہ کے بلند نسب لوگ اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں کو جن کے نسب میں ذرا پستی پائی جاتی' یوں سمجھتے کہ گویا وہ انسان ہی نہیں۔ یہ ایک وہ تباہ کن برائی تھی' جن کے ذریعے اعلیٰ خاندان ہر مقام پر اُونچی نشست کو اپنی جاگیر سمجھتے اور پست خاندان پستی کی جانب آتے آتے انتہائی گہرائیوں میں گر جاتے۔ اسلام نے اس مرض کا علاج کیا اور تیر بہدف نسخہ سے کیا کہ تم ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کئے گئے ہو۔ تفاخر نسبی کوئی شے نہیں' تمہارے شعوب وقبائل' کنبے اور قبیلے' گوتیں اور برنیں' تمہاری پہچان کے لئے ہیں' تم میں سے زیادہ قابلِ تکریم اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص ہے جو زیادہ متقی اور اللہ تعالیٰ کا زیادہ

اطاعت گزار ہو۔ مگر اس نسخہ کا فوری اثر نہ ہوا کیونکہ وہ رعونت بھری شرافت اور خود پسندیت کا زمانہ تھا۔ البتہ آہستہ آہستہ اصلاح نے گھر کر لیا اور دُنیا اس سطح پر آ گئی جہاں منشائے ایزدی تھی اور انسان پر حقیقت واضح ہو سکی تھی۔

ایسی ہمچو ما دیگرے نیست کی مدعی دُنیا میں اگر نور محمدی ﷺ بھی کسی ادنیٰ یا متوسط درجہ کے خاندان میں منتقل ہوتا تو یقیناً جو شرافت پرست لوگ خاص اور بے عیب نورِ خداوندی پر اعتراض کرنے سے باز نہیں آئے وہ ضرور اس وقت بھی زبانِ طعن دراز کرتے' اس لئے سرکار انبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کو مولا کریم نے اس خاندان' اس قبیلہ اور اس گھر میں پیدا فرمایا جو عرب میں سب سے بلند و بالا حیثیت کا حامل تھا۔ چنانچہ حضرت جبریل امین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے مشارق و مغارب کی سیاحت میں کسی انسان کو محمد ﷺ سے افضل اور کسی خاندان کو بنو ہاشم سے بلند درجہ نہیں پایا۔ اور اسی کے مطابق خود حضور علیہ السلام نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ رب اکبر جل و علا شانہٗ نے مجھے ذاتی عظمت و سعادت کے علاوہ خاندانی عظمت و شرافت سے بھی ایسی سرفرازی عطا کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک میرا تمام خاندان بدکاری' بداخلاقی اور بے احتیاطی سے منزہ ہے۔

مواہب لدنیہ اور دیگر کتب میں بروایت حاکم و طبرانی و دیگر محدثین مروی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو اول مسجد میں نشست اختیار کی اور ایک اجلاس عام فرمایا' جس کی نسبت حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے صحیح میں روایت کی ہے' پھر حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اجازت چاہی کہ وہ کچھ کہیں۔ آپ نے دعائے خیر دے کر ان کو اجازت بخشی تو انہوں نے چند اشعار پڑھے' جن کا ترجمہ یہ ہے کہ قبل ولادت شریف آپ ﷺ صلب آدم علیہ السلام میں ایک عمدہ حالت

میں تھے' جہاں پیوند لگائے جاتے تھے یعنی جنت میں' پھر آپ صلب آدم علیہ السلام میں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ زمین پر اُترے۔ اس وقت آپ بشر تھے' نہ گوشت' نہ خون جما ہوا' بلکہ کشتی پر سوار صُلب سام بن نوح علیہما السلام میں ایک نطفہ تھے۔ درانحالیکہ آپ نے بت نسر کو ڈبویا اور اس کے پوجنے والوں کو طوفان میں غرق کیا۔ آپ اسی طرح ایک عالم کے گزرنے پر دوسرے طبقہ میں ایک پشت سے ایک رحم میں تشریف فرما ہوتے رہے' پھر آپ نے صلب خلیل علیہ السلام میں نزول فرمایا تا کہ وہ آگ میں نہ جلیں۔ اور آپ اس وقت تک اصلاب کریمہ اور ارحامِ طاہرہ میں منتقل ہوتے رہے جب تک کہ آپ کا شرف نسب اولاد وصدف بلند نسب میں شامل ہوا۔ درانحالیکہ اس میں اور طبقات بھی تھے۔ پھر حضور ﷺ کی ولادتِ باسعادت سے زمین چمک گئی۔ اطراف شام روشن ہو گئے اور اب ہم اُسی آپ کے نور کی روشنی میں ہدایت کے راستوں پر چل رہے ہیں۔ اور اسی طرح حدیث واثلہ بن الاسقع میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیم علیہ السلام سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چُن لیا' پھر اولادِ اسماعیل علیہ السلام سے بنی کنانہ کو چُنا' پھر بنی کنانہ سے قریش کو خاص کیا' اور قریش سے بنی ہاشم کو چُن لیا' اور تمام بنی ہاشم سے فضیلت میں مجھے سرفراز فرمایا۔ سنن بیہقی میں ایک حدیث بروایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ یوں آئی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: میں ہوں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف' یوں ہی اکیس پشت تک نسب نامہ مبارک بیان کر کے فرمایا کہ کبھی لوگ دو گروہ نہ ہوتے مگر یوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہتر گروہ میں پیدا فرماتا' اس لحاظ سے میں اپنے ماں باپ سے ایسا پیدا ہوا ہوں کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہیں پہنچی' اور میں آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے والدین تک خاص نکاح سے پیدا ہوا ہوں۔ میرا نفس کریم تم سب سے افضل اور میرے باپ تم سب کے آبا سے بہتر ہیں۔

الغرض سرکار دو عالم ﷺ کی خاندانی عظمت پر جو کچھ بھی لکھنا مقصود ہو لکھا جا سکتا ہے مگر اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ کیا یا یک نا فراموش حقیقت نہیں کہ حضور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب انہی تک پہنچتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے جن میں سے ایک کا نام قیدار تھا پھر اسی قیدار کی اولاد میں عدنان تھے جن کی اولاد تمام حجاز پر پھیلی ہوئی تھی اور اس تمام اولاد عدنان میں بھی خاندان نبوی کو ہمیشہ اور ہر زمانے میں ایک امتیازی حیثیت حاصل رہی۔ اس اولاد عدنان میں وہ پہلا شخص جس نے سب سے پہلے اس خاندان کو قریش کے لقب سے ملقب کیا' وہ نضر بن کنانہ تھا۔ پھر نضر کے بعد قصی بن کلاب کو اس عہد میں بڑا شکوہ و اقتدار حاصل ہوا اور اسی شاخ مقتدر کے ایک ثمر حضور علیہ السلام بھی ہیں' جن کی اس حقیقت کو کسی طرح بھی جھٹلانا ممکن نہیں۔ سر ولیم میور جیسے متعصب یورپین مؤرخ کو بھی اس امر کا اعتراف ہے کہ حضور ﷺ نسل ابراہیمی علیہ السلام سے ہیں' گو وہ اپنے عناد کے ماتحت آپ کی بلندیٔ نسب کے ساتھ آپ کے خاندان کو غریب اور مفلوک الحال کہہ کر اپنا دل ٹھنڈا کرتا ہے' مگر خاندانِ ابراہیمی سے ہونے کا انکار نہیں کر سکا۔ کفار عرب نے بھی آپ کو غربت و عسرت' افلاس اور جادوگری کے طعنے تو دیے مگر تمام کے تمام آپ کی نسبی شرافت پر حملہ نہیں کر سکے' اور کر بھی کیونکر سکتے جبکہ آپ انبیاء کی اولاد' جدِ انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل' ہاشم کے خاندان اور قریش کے ممتاز قبیلہ کے روشن چراغ تھے۔ مثل مشہور ہے کہ دشمن بات کہے انہونی' خاندانی عظمت پر حملے کا ہاتھ نہیں پہنچا تو کہہ دیا کہ بلند نسب تو تھے مگر ذرا غریب تھے۔ ان محققین سے کوئی پوچھے کہ خاندانی عظمت کا اور غریبی اور امیری کا آپس میں کتنا جوڑ ہے؟ کیا یہ ضرور ہے کہ جو اعلیٰ خاندان کا ہو وہ ابدی طور پر امیر بھی ہو۔

ع ...... بریں عقل و دانش بباید گریست

حضور علیہ السلام کا شباب

مثل مشہور ہے کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے' اگر موسلے پر بھی آ جائے تو متلاطم سمندر بن کر آتی ہے۔ جذبات کا وہ بے پناہ طوفان ہوتا ہے کہ انسان مدہوش ہو جاتا ہے' نیکی بدی کی تمام تمیزیں اُٹھ جاتی ہیں پھر پناہ بخدا اگر فضا اور ماحول بھی اس کے ساتھ سازگار ہے' جس میں بادہ نوشی و میخواری' زنا و فحش کاری' مستی و سرشاری' قمار بازی و جنگجوئی قوم کے پسندیدہ و قابلِ فخر مشاغل ہوں' ہر معصیت کی کثرت اور ہر گناہ کی فراوانی ہو' کسی سیاسی و اخلاقی قانون کی حکمرانی نہ ہو تو ایسی جوانی کا کیا کہنا جو کچھ بھی کر گزرے جائز۔ جو گناہ ہوتا ہے اسی عالم میں' اور جو نافرمانی ہوتی ہے اسی عمر میں' خدا ترسی و خدا خوفی کا وہم بھی نہیں ہوتا۔ معاصی و مناہی کے سمندر اُمنڈتے ہیں اور ہر جوان انہی میں غوطے لگاتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا مزے کی بات کہی ہے:

؎ ندامت ہوئی حشر میں جن کے بدلے
جوانی کی دو چار نادانیاں ہیں

ایسے ہی متوالوں کی بستی میں جو اپنی جوانیوں کی تباہی کیلئے کوئی رکاوٹ نہ رکھتے تھے اور جن کا ماحول برباد' صحبت خراب' فضا مکدر' زمانہ انتہائی پُر آشوب تھا' ایک قریشی نوجوان جس پر ہر رعنائی' ہر خوبصورتی' ہر تنومندی اور ہر وجاہت قربان ہو رہی ہوتی ہے' پیدا ہوتا ہے' جس کی نگاہ بے اختیارانہ طور پر بھی کسی نامحرم کی طرف نہیں اُٹھتی' اور شباب و جوانی کا پورا زمانہ تنہائی میں گزار دیتا ہے۔ شراب کے چھلکتے ہوئے جام اس کیلئے کوئی جاذبیت نہیں رکھتے۔ قمار بازی پر وہ لعنت بھیجتا ہے۔ مسخری اور استہزاء سے پورا پرہیز ہے' اور شاعری و افسانہ گوئی تک سے متنفر رہ کر یہ ثابت کر دیتا ہے کہ فطرت سلیم لے کر آنے والے یوں اپنے دامن کو ناپاک باتوں سے بچایا کرتے ہیں۔ یہ جوان محمد بن عبداللہ اور

عبدالمطلب کا پوتا ہے' جس کی جوانی تمام خرافات و لغویات سے پاک' شرافت و پاکبازی کا پیکر اور تمام صفات محمودہ و محاسن ستودہ کا مجسمہ تھی۔ سبحان اللہ

عرب جیسے ایک تباہ اخلاق خطہ میں رہ کر جہاں انسانی اخلاق مفقود ہوں' اپنے دامن کو بغیر کسی تعلیم و تعلم کے آلودگی' ذمائم سے بچانا ایک وہ خوبی ہے' جس پر اس وقت سے لے کر آج تک دنیا محو حیرت ہے کہ کیا وہ تھا' جس کا دل اس وقت بھی ذمائم کی بجائے انسانی جذبات کا پھوڑا تھا۔ درد کسی کو ہو تکلیف اسے ہوتی تھی' کسی کی کراہ سنتے ہی دل سے آہ نکلتی تھی' یتیموں کی امداد' مصیبت زدوں کی دستگیری' بے کسوں کی خدمت اُس کا شعار تھا' جس سے ملتا خوش ہو کر ملتا' اور جس سے مخاطب ہوتا اس کو مسرور فرما دیتا' کوئی مصافحہ کرنے والا اگر مصافحہ کرتا تو وہ اپنا دست مبارک اس وقت تک نہ پیچھے ہٹاتا جب تک وہ خود نہ چھڑا لیتا۔

ظاہر ہے کہ انسان ایک حالت پر کبھی قائم نہیں رہتا' یا تو وہ محاسن اخلاق میں ترقی کرتا رہتا ہے یا ذمائم اخلاق کی جانب قدم بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ یہی حالت اس مقدس نوجوان کی تھی جس کے دل میں ہمدردی کے جذبات بھرے تھے' کسی کی تکلیف دیکھنی گوارا نہ تھی' سارے جہاں کا درد ایک اپنے جگر میں سنبھالے ہوئے تھا۔ دلجوئی و ہمدردی' عفو و درگزر' مروت و سیر چشمی' فیاضی و بخشش' دریا دلی و کرم نوازی اس کی سرشت میں داخل تھے۔ یہی وجہ تھی کہ عیب کو عیب اور ثواب کو ثواب سمجھنے والی دُنیا نے جب دیکھا کہ یہ جوان واقعی تمام بداخلاقیوں سے منزہ اور کذب و فریب سے مبرّہ ہے تو ان کے قلوب قاسیہ بھی متاثر ہوئے اور انہوں نے متفقہ طور پر اس کا "الامین" کا خطاب عطا کر دیا' اور سب اس کو عزت کی نظر سے دیکھنے لگے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ

عرب میں دوسری بداخلاقیوں کے علاوہ ایک مصیبت یہ بھی تھی کہ وہاں کے رہنے والے ہر وقت جنگ و جدال اور قتل و غارت کے عادی ہو چکے تھے۔ ہر خاندان میں بدامنی اور شورشوں کے طوفان اُٹھتے اور جھگڑے جھمیلے ان کیلئے وبالِ جان بنے رہتے۔ کوئی فرد واحد بھی ایسا نہ تھا جو اس سلب و نہب سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھے یا سراسیمہ و پریشان نہ ہو۔ بات بات پر تلواریں بے نیام ہو جاتیں اور خون کی ندیاں بہنے لگتیں مگر اس کا کوئی علاج نہ تھا اور نہ ہی کوئی یہ سوچ سکتا تھا کہ آخر یہ بد راہ قوم کیونکر راہ راست پر آئے گی اور کیونکر اس کی یہ خرابیاں دُور ہوں گی۔ سوچنے والا سوچتا بھی کیا؟ کسی کو ہدایت وہ کر سکتا ہے جو خود ہدایت کی راہ پر گامزن ہو۔ اوروں کو نصیحت اور خود میاں فضیحت کے مقولہ پر اصلاح ہمیشہ غیر ممکن ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا کریم نے مخلوق کی راہنمائی کیلئے کتب سماوی کے ساتھ ساتھ عملی نمونے روانہ فرمائے جو ان کتب سماوی کے بولتے چالتے ترجمے اور عملی تفسیریں بن کر کام کرتے رہے' کیونکہ محض علم انسانی اصلاح کیلئے بیکار ہے' جب تک اس کے ساتھ عملی نمونے نہ ہوں۔ کتاب کسی کو ہدایت پیش کر سکتی ہے مگر ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتی۔ قانون کسی جرم کے عوض پر مجرم کو بیڑیاں ڈال سکتا ہے مگر جرم سے باز نہیں رکھ سکتا۔ آخر عرب کی اس حالتِ زار کو دیکھ کر نہ رہا گیا اور مکہ کا یہی امین آگے بڑھا (اس لئے کہ اس کی اپنی کتابِ عمل اتنی پاک تھی کہ وہ دوسروں کو ہدایت پیش کرنے کا حقدار تھا) اس نے لوگوں کو جمع کیا' بڑے بوڑھوں کو بلایا' اکابرین کو دعوت دی اور ان کے سامنے ملک و قوم کی بدامنی' بربادی' زبوں حالی کا کچھ ایسا خوفناک' موثر اور بھیانک نقشہ پیش کیا کہ سب کے دل ہل گئے اور مان گئے کہ حقیقتاً جو کہا گیا ہے سو فیصدی صحیح ہے۔ پھر کیا تھا' احساس نقص ہو تو علاج بھی ہو جاتا ہے۔

اسی جلسہ اور اسی صحبت میں نگرانی حقوق اور قیام امن کیلئے ایک بااقتدار

انجمن قائم ہو گئی۔ جب کوئی ملک و قوم کیلئے اہم صورت پیش آجاتی' کوئی انتظام کرنا ہوتا یا جنگ و صلح کی کوئی گفتگو ہونی ہوتی تو پہلے یہاں ہی زیر بحث آتی اور اسی میں بعد مشورہ کے انجام پذیر ہوتی۔ اس انجمن میں بنو اسد' بنو زہرہ' بنو مطلب' بنو ہاشم' بنو تمیم سب قبائل شامل تھے' اور اس مجلس کے ہر ممبر سے عہد لیا جاتا کہ وہ بدامنی' ملک کے ارتفاع کیلئے ہر امکانی سعی سے کام لے گا' اور مسافروں' مہمانوں' راہگیروں کی حفاظت میں مستعد رہے گا' غرباء و ضعفا کی دستگیری کرے گا' ظالموں سے مظلوموں کے بچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھے گا۔ اس انجمن نے نہ صرف مکہ بلکہ تمام عرب میں بہ سلسلہ قیام امن گرانقدر خدمات انجام دیں' جن کا اہل عرب تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ یہ سب کچھ اسی جوان کے ذہن خداداد کا کرشمہ تھا' جس کا ذکر اظہار نبوت کے بعد بھی کبھی کبھی شوق سے فرمایا جاتا تھا۔

آپ نے معلوم کر لیا ہے کہ اس جوان ہاشمی کی جوانی اور بہار کا زمانہ کیسا گزرا۔ گویا اظہار نبوت سے پیشتر ہی اس میں تمام قائدانہ جوہر موجود تھے۔ ملک کی سیاست' قوم کے معاملات اور معاشرت کی اصلاح میں پورا پورا انہماک تھا۔ پچیس سال تجرد و تنہائی میں پاک زندگی گزارنے کے بعد شادی خانہ آبادی کا سلسلہ کیا' جس کے حقوق کو پوری ذمہ دارانہ سعی سے ایسا نبھایا جو تمام دنیا کے واسطے ایک قابل تقلید چیز ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی

تمام مخلوق کی ترکیب پر گہری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس ترکیب میں اعتدال ہے تو ہر چیز اپنی حالت پر قائم ہے' اور اگر اعتدال نہیں تو وہ آج بھی اور کل بھی قریب بہ زوال سمجھنی چاہیئے۔ گویا ہر چیز کی ترکیب کا اعتدال ہی اس کی جان ہے۔ اگر کروں بحکم کی کشش اپنے طبعی اعتدال سے ذرا منحرف ہو جائے تو سارا جہاں تہ و بالا

ہو جائے گا۔ آفتاب و ماہتاب ٹکرانے لگیں گے اور کوہ و دریا ذرّے بن بن کر اُڑ جائیں گے۔ جس طرح فطرت کی جان فطرتی اعتدال ہے' ایسے ہی مذہب کی جان مذہبی اعتدال ہے۔ اور مذہب ہی پر کیا موقوف ہے' ہر کام چاہے دنیوی ہو یا دینی سب میں اعتدال ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے' ورنہ حقیقی کامیابی محال ہو گی۔

بنا بریں حضور علیہ السلام نے عورت اور مرد کے حقوق کی جو تقسیم توضیح فرمائی ہے وہ سراسر اعتدال ہی پر مبنی ہے' اور صعفِ قوی اور صعفِ نازک کے باہمی تعلقات درست رکھنے کیلئے جو قانون لائے ہیں' وہ دماغ و فطرت دونوں کے عین مطابق ہے۔ خواہ اس قانون کو گرم ملکوں میں استعمال کیا جائے یا سرد علاقوں میں' وہ ہر جگہ اور ہر وقت دونوں صنفوں کیلئے یکساں مفید ہے۔ زمانہ ہزاروں پلٹے کھائے' لاکھوں اُلٹ پھیر بنائے مگر یہ قانونِ قدرت فطرت کے مطابق' مزاج کے موافق اور صعفِ انسانی کے مناسب ہی رہتا ہے۔ اس لئے کہ قانونِ اسلام اسی وقت غیر مؤثر ہو سکتا ہے' جس وقت فطرتِ کائنات بدل جائے۔ چونکہ فطرت بدلنے والی چیز نہیں' اس لئے قانونِ اسلام بھی نہیں بدل سکتا۔

یہاں پر بتانا یہ مقصود ہے کہ اسلامی قانون میں ہر دو صنف کے حقوق کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ مرد و عورت دونوں کو آزاد کیا گیا ہے' نہ مرد عورت کا غلام ہے' نہ عورت مرد کی باندی ہے' بلکہ بحیثیت انسانیت دونوں برابر ہیں۔ ایک کو دوسرے پر کوئی فوقیت و برتری نہیں' لیکن خلقت جسمانی اور لوازم وجدانیات کے اعتبار سے دونوں کے فرائض جدا جدا ہیں۔ مرد کی بدنی ساخت' اعضاء کے اُتار چڑھاؤ' قوت کا کمال' عقل کی روشنی' قویٰ کی بیداری' مردانہ رعب و داب اور جاہ و جلال اس بات کا مقتضی ہے کہ بیرونی دُنیا میں میل جول اور تعلقات پیدا کر کے حوائج ضروریہ کے اہتمام کیلئے روپیہ بہم پہنچائے۔

دنیا میں وہ وہ چیزیں ایجاد کرے جن سے ترقی، رفعت اور عزت حاصل ہو۔ اہل وعیال، عزیز واقرباء، ہمسائیوں، محلہ داروں، دوستوں، شہر والوں اور ملک والوں کی بہبود وفلاح کے اسباب پیدا کرے تاکہ سارے ابنائے وطن اس سے کچھ نفع حاصل کر سکیں، مگر یہ کام اسی وقت ہو سکے گا جب مرد کو اندرونی سکون اور خانگی اطمینان حاصل ہو گا کیونکہ جب تک ضمیر کو آسائش اور قلب کو راحت میسر نہ آئے اور دن بھر کی تھکی ہوئی روح اور کوفت یافتہ ماندہ حواس میں تازگی پیدا نہ ہو، اس وقت تک ان اسباب کی فراہمی دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ عورت، اور وہ عورت جو باعتبار خلقت کے نازک اندام، جاد وچشم، بصیرت نواز اور بصر افروز واقع ہوئی ہے، جس کے ہر ہر حصۂ بدن انسانی دل کو اطمینان بخش اور مسرت وسکون حاصل کرانے میں کوشاں رہتا ہے، جس کے جسم میں راحت نفسی میں شگفتگی، رفتار میں کشیدگی اور سکون میں کشش ہوتی ہے۔ انسان کے ضمیر کو، روح کو، جو اس کے دل کو خانگی بکھیڑوں سے خلاصی اور اندرونی پریشانیوں سے نجات دلاتی ہے۔ اس کی خلقت کمزور ہے۔ اعضاء نازک وضعیف ہیں۔ بیرونی دنیا کی مشقتیں برداشت کرنے کے قابل نہیں۔ لہٰذا وہ اپنی ساخت، جسمانی اور فطری نزاکتوں کی وجہ سے اس بات کی مستحق ہے کہ وہ ہمیشہ آرام وآسائش میں رہے۔ چنانچہ انہی امور کے پیش نظر کتاب اللہ ہم کو حکم دیتی ہے کہ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (پارہ ۴، سورہ النساء، آیت ۱۹) یعنی عورتوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ مصابیح میں ایک صحیح حدیث بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگو! عورتوں سے بھلائی کرنے کے متعلق میری نصیحت مانو۔ ایک دوسری حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور علیہ السلام نے حجۃ الوداع میں فرمایا کہ عورتوں کے حق میں خدا سے ڈرو کیونکہ تم نے ان کو بعہد امانت لیا ہے، اور باذن خدا ان کو اپنے لئے حلال کیا ہے۔

یعنی عورتوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ' ان کو ناحق نہ ستاؤ' وہ تمہارے قبضے میں ہیں اور تم نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ ہم عورتوں کے ساتھ نرمی اور خوش خلقی کا برتاؤ کریں گے۔ اب اگر نرمی اور شفقت نہ کرو گے تو معاہدۂ خداوندی کو توڑو گے۔ نظام زندگی درہم برہم ہو جائے گا اور روح اجتماع فناہ ہو جائے گی۔

وہ کج فہم مرد جو عورت کو گھر کی ملکہ کی بجائے ایک ذلیل باندی اور ایک سکون قلب کے سامان کی بجائے زر خرید لونڈی سمجھتے ہیں' جن کو یہ پتہ نہیں کہ اس بے کس' نحیف اور جاذبیت کی دیوی کی کیا قدر ہے؟ آئیں اور حضور علیہ السلام کی مقدس زندگی سے یہ سبق سیکھیں' کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ کی حیات ازدواجی بھی اپنے اندر وہ کشش رکھتی ہے' اور اس کا یہ پہلو بھی اتنا روشن ہے کہ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کسی کو تو ایک دو یا چار بیویوں کے ساتھ معاملہ پڑا ہوگا لیکن آپ ﷺ کے حرم سرا میں بیک وقت متعدد بیویاں تھیں' اور بیویاں بھی وہ جن کی عمر' حیثیت' علم اور مزاج کے گونا گوں فرق موجود تھے۔ اُن میں صاحب جمال بھی تھیں بڑی عمر کی بھی' امراء کی جگر گوشہ بھی اور عام حیثیت کے افراد کی نور چشم بھی' مکہ مکرمہ کی رہنے والیاں بھی اور مدینہ منورہ کی بھی' کفو کی اور غیر کفو کی بھی' ایسی بھی تھیں جو بڑھاپے کی عمر میں قدم رکھ چکی تھیں اور کم سن بھی' جو ابھی دائرۂ صغر سنی سے باہر نہ نکلی تھیں۔ عربوں کی صاحبزادیاں بھی تھیں اور یہود کی رشتہ دار بھی' آرام پسند بھی جو راحت کی زندگی بسر کرنے کی دلدادہ تھیں اور وہ بھی جو سادگی چاہتی تھیں' وہ بھی جن کی عادات میں حلیمی اور گفتار میں نرمی تھی اور وہ بھی جن کی طبیعتیں تیز اور تلخ تھیں' پھر اس کے باوجود کہ یہ ملکوتی صفات کی حامل تھیں۔ کبھی کبھی ان میں خانگی معاملات پر چپقلش بھی ہو جاتی تھی' رشک بھی پیدا ہوتا تھا' اور کبھی نوک جھونک تک بھی نوبت پہنچ جاتی تھی' اور شکوے شکایتوں کے علاوہ سب سے زیادہ نازک صورت یہ تھی کہ

حضور علیہ السلام کے گھر میں زرو جواہر کے ڈھیر نہ تھے۔ سیم وطلا کی تھیلیاں نہ تھیں' خوشحالی اور کشائش کی بجائے فقروفاقہ میں بسر ہوتی تھی۔ مگر کیا یہ کمال نہیں کہ ان مختلف الخیال و مختلف المزاج اور مختلف الطبائع بیویوں کے ساتھ وقت گزارنا اور ایسا کہ دنیا بھر کے انسانوں کیلئے نمونہ ہو۔

پچیس برس کی عمر میں حضور ﷺ نے اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے شادی کی جو کہ مکہ کے ایک ممتاز متمول خاندان کی چشم و چراغ تھیں۔ ان کی اس سے پیشتر دو شوہروں کا انتقال ہو چکا تھا اور اس شادی کے وقت عمر شریف چالیس برس کی تھی۔ بہت بڑی تاجرہ تھیں۔ آنحضرت ﷺ کی نیک مزاجی اور شرافت سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ شادی کا پیغام بھیج دیا اور نکاح کر لیا۔ مکہ والوں میں سے کسی کو بھی یہ امید نہ تھی کہ یہ بے جوڑ شادی دونوں زندگیوں کیلئے بعنوانِ سعادت و مسرت ثابت ہو گی۔ شوہر غریب اور بیوی دولت مند' شوہر کی عمر پچیس سال اور بیوی کی چالیس سال' لیکن کیا کہنا ہے آپ ﷺ تو آپ ہی تھے' جن کی کسی بات میں مماثلت ممکن نہیں' مگر اُس وقت دولت مند اور شریف خاتون نے بھی وہ فداکاری دکھائی' جس کی نظیر آج تو کیا کسی وقت میں بھی نہیں مل سکتی۔ ان حالات میں کہ حضور علیہ السلام کی زندگی لاکھوں مصائب میں گھری ہوئی تھی اور ملکی' ملی' قومی' تمدنی' معاشرتی اور دوسری ہزاروں ذمے داریاں آپ کے دوش مبارک پر تھیں۔ اس خاتون نے وہ ساتھ دیا کہ زمانہ متحیر ہو گیا۔ وصال کے بعد آنحضرت ﷺ کو جب کبھی یاد آ جاتی تھیں تو آپ ﷺ کی آنکھیں ڈبڈبا جایا کرتی تھیں۔ کبھی کبھی زیادہ یاد فرماتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چڑ جایا کرتیں کہ آپ کیوں ایک بوڑھی عورت کو یاد کر کے پریشان ہوتے ہیں۔ سو آپ فرماتے: عائشہ! تم نہیں جانتیں' (حضرت) خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے اس وقت میرا ساتھ دیا جب کوئی دُنیا میں میرا نہ تھا۔ اس

نے اس وقت میرا ساتھ دیا جب کائناتِ ارضی کا ذرہ ذرہ بر سر پرخاش تھا۔ اس سے ہر ذی فہم اندازہ کر سکتا ہے کہ حضور ﷺ کو اپنی بیویوں سے کس قدر محبت اور پیار تھا اور کیونکر آپ ہر معاملہ میں تمام بیویوں سے یکساں سلوک فرماتے اور ہر ایک کی دلجوئی کا ایک سا خیال رکھتے۔ ہر ایک کیلئے لباس و طعام بھی برابر ہوتا اور آمد و رفت میں بھی کامل یکسانیت پائی جاتی۔

سرورِ عالم ﷺ باپ کی حیثیت میں

انسانی فطرت میں جہاں بہت سے جذبات قدرت کی طرف سے ودیعت کئے گئے ہیں، اولاد محبت کا جذبہ بھی قریباً تمام جذبات سے زیادہ نمایاں اور زیادہ شدت سے اس میں مرکوز کیا گیا ہے۔ انسان اپنے بچوں کی خاطر دن کی دھوپ، رات کی بے خوابی، جسم کی مشقت، روح کی تشویش سب کچھ برداشت کر سکتا ہے مگر یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اولاد پر آنچ آئے۔ باپ کی شفقت اور ماں کی ممتا دُنیا میں ضرب المثل ہیں۔ اگر یہ دو جذبے دونوں میں نہ پائے جائیں تو یہ معمورۂ کائنات ایک اُجڑی ہوئی بستی نظر آئے اور باغ عالم میں انسانی وجود کا پودا مفقود ہو۔ ساری کائنات کی اشیاء موجود ہوں مگر ان کا استعمال کرنے والا کوئی نہ ہو، کیونکہ یہ سب کچھ اشرف المخلوقات کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اگر خود اشرف المخلوقات کی عنقا ہو تو اس سب کچھ کا منشاء کیا رہ جائے، یعنی اسی جذبے سے ہر بچہ پرورش اور تربیت پاتا ہے۔ نہ ممتا ہو، نہ ماں اُس کا بوجھ اُٹھائے، نہ پرورش کرے، نہ باپ متوجہ ہو اور نہ یہ پروان چڑھے۔ ایک یہ جذبہ ہی تو ہے کہ نو مہینے کے حمل میں باوجود ہزاروں تکلیفوں کے ماں بچے کو اُٹھائے پھرتی ہے۔ غذا چھوٹ جاتی ہے، عادات بدل جاتی ہیں، چلنا پھرنا، اُٹھنا بیٹھنا دوبھر ہو جاتا ہے۔ دردِ زہ کی تکلیفوں سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، مگر یہ بجائے حمل ضائع کرنے کے اُس کو

اُٹھائے پھرتی ہے' اس کی حفاظت کرتی ہے۔ پھر جب وہ پیدا ہوتا ہے تو اس کو سینے سے چمٹاتی اور کندھے پر لٹکائے پھرتی ہے۔ خود جاگتی ہے' اُسے سلاتی ہے' خود بھوکی رہتی ہے اُسے کھلاتی ہے۔ پھر ایک دن نہیں' دو دن نہیں پورے دو دو برس اس کو اپنا خون پلا پلا کر پرورش کرتی ہے' اور بچے کے جوان ہونے تک اس کی خدمت کیلئے کمر بستہ رہتی ہے۔ اسی طرح باپ دیس بدیس پھرتا ہے' اپنا خون پسینہ ایک کر دیتا ہے' راتوں کو جاگتا ہے' نیند حرام کرتا ہے' اپنا آرام چھوڑتا ہے' سمندر چیرتا ہے' پہاڑ کاٹتا ہے' جدائی سہتا ہے' دُکھ درد میں رہتا ہے' بلکہ بابر کی طرح بعض اوقات جان بھی قربان کر دیتا ہے' اس لئے کہ بچوں کا پیٹ پلے' ان کی تعلیم مکمل ہو' ان کی شادیاں باقاعدہ ہوں' اور یہ مجھ سے زیادہ آرام کی زندگیاں گزاریں' میں تکلیف اُٹھا جاؤں مگر اپنے بچوں کیلئے وہ صورت بناؤں کہ میرے بعد اور میری موجودگی میں تکلیف نہ اُٹھائیں' اور یہ سب کچھ کسی لالچ' کسی منفعت یا کسی حرص کی وجہ سے نہیں کرتا بلکہ فطری جذبہ سے مجبور ہو کر کرتا ہے۔

پس دُنیا چلانے کیلئے دُنیا میں ایک مکلف' ذی اختیار اور ذی عقل مخلوق کی ضرورت تھی' اور وہ انسان تھا۔ پھر انسانی تربیت کیلئے نہایت ضروری تھا کہ ماں باپ کے دل میں بچوں کی محبت کا وہ جذبہ پیدا ہو جو سب جذبوں سے ایک امتیازی حیثیت رکھے۔ اسی جذبے کے ماتحت خود حضور علیہ السلام نے بچوں کی تربیت کیلئے امت کو جو تعلیم دی ہے' وہ ایسی ہے کہ بچے کے پیدا ہونے سے قبل ہی اُس کیلئے اس جذبہ کا یوں اظہار فرماتے ہیں کہ جب بیوی کے پاس جایا جائے تو بارگاہ ایزدی میں عرض کیا جائے۔ الٰہی! اگر اس فعل مباشرت سے تیرے علم میں ہمیں کوئی بچہ عطا ہونے والا ہے تو ہمیں اس وقت گندے جذبات سے بچا اور تمام بُرے خیالات سے ہمارے دل اور دماغ کو محفوظ فرما تاکہ ہمارے اس وقت کے بُرے خیال کا اثر ہونے والے بچے کے دل و دماغ پر نہ

پڑے۔ بچے کی محبت میں حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد کس خوبی کا حامل ہے کہ بچہ ابھی باپ کی صلب سے ماں کے رحم میں بھی نہیں پہنچا اور حضور ﷺ اس کی پاکیزگی کی تمنا فرما رہے ہیں' کیونکہ ماں باپ کے جذبات و خیالات کا اثر بچے پر ماں کے پیٹ میں ہی پڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر جب بچہ پیدا ہو جائے تو ارشاد ہوتا ہے کہ بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہو' اور یہ محض ایک رسم نہیں بلکہ باوجود اس وقت اذان اور تکبیر کے الفاظ نہ سمجھنے کے بچہ ان کلمات طیبات کی پاکیزگی سے متاثر ہوتا ہے اور اس کے دماغ پر ان کلمات کے پاکیزہ مفہوم کا اثر ساری عمر باقی رہتا ہے۔ پھر حضور ﷺ گھٹی دیتے وقت دعا بھی فرمانے کا عمل فرماتے ہیں' کیونکہ رب العزت کی مدد کے بغیر ہماری اصلاح کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ پھر ساتویں دن عقیقہ اور حجامت اور اس کے سر کے بالوں کے برابر چاندی تول کر خیرات کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تا کہ اس کی حفاظت ہو' اور یہ ثابت کر دیا جائے کہ اس کو اللہ کا بندہ بنانا مطلوب ہے۔

حیوانیت اور سونا چاندی ایسی چیزیں نہیں جو بچے سے عزیز رکھی جائیں بلکہ بچے کے مقابلے میں یہ اُس کے بالوں کی بھی حیثیت نہیں رکھتیں' اور بچے کو انسانیت سکھانے کیلئے یہ سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے۔ اور ختنہ بھی اُسی نوعیت کی چیز ہے' جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جیسے بچے کی باطنی پاکیزگی اور طہارت کا خیال رکھا جاتا ہے اسی طرح اس کے جسم کی درستی اور صحت کا خیال بھی کرنا ماں باپ کا فرض ہے۔ پھر ایام رضاعت میں لوگ بچوں کی صفائی کا خیال نہیں رکھتے حالانکہ ظاہر کا اثر باطن پر اور جسم کا اثر روح پر لازماً پڑتا ہے۔ خود سرکار دو عالم ﷺ ایام رضاعت میں اپنے بچوں کی صفائی کا نہایت اہتمام سے خیال فرماتے۔

بخاری شریف میں ہے کہ آپ اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کو دیکھنے کیلئے

اس کی دایہ کے گھر تشریف لے جاتے اور بچہ کو منگوا کر اُسے پیار فرماتے تو اس کے لباس اور جسم کو سُونگھتے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بچے کو وقتی طور پر ستھرا لباس پہنا دیا جائے مگر جسم صاف نہ ہو۔ حضور علیہ السلام کے بچے کو سُونگھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ سُونگھنے سے کیا مطلب تھا یہی کہ پتہ چل جائے کہ لباس کے ساتھ بچے کا جسم بھی صاف ستھرا ہے یا نہیں۔ الغرض یہ سب کچھ اسی ایک فطری جذبہ کی برکات ہیں جو قدرت نے والدین میں ودیعت فرما رکھا ہے اور باپ کی حیثیت سے حضور علیہ السلام کی زندگی نہایت شاندار حیثیت رکھتی ہے۔

حضور علیہ السلام کے آٹھ بچے ہوئے۔ قاسم' ابراہیم' طیب اور طاہر چار صاحبزادے اور فاطمہ' زینب' اُم کلثوم اور رقیہ چار صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادے تو شیر خواری ہی کے عالم میں داغِ مفارقت دے گئے' اس لئے کہ حضور علیہ السلام کے بعد نبوت ختم تھی۔ اگر مردوں کی حیثیت میں ہو کر زندہ رہتے اور نبی نہ ہوتے تو پہلے انبیاء علیہم السلام کی اُن اولادوں کے مقابلہ میں جنہوں نے منصب نبوت پایا' ان کی توہین تھی۔ اور اگر زندہ رہ کر نبی ہوتے تو ختم نبوت کا مسئلہ قائم نہ رہتا۔ اس لئے رب العزت جل وعلا شانہٗ نے فرمایا کہ محمد ﷺ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ البتہ صاحبزادیاں پلیں' بڑھیں' جوان ہوئیں اور بیاہی گئیں۔ صاحبزادے حضرت ابراہیم کے سوا جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے' باقی تمام بچے حضرت اُم المومنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ پہلے شادی کے بعد پانچ سال تک کوئی اولاد نہیں ہوئی' اتنے عرصہ کے بعد صاحبزادی زینب پیدا ہوئیں' جن کی شادی حضرت ابوالعاص سے ہوئی' اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی عتبہ بن ابو جہل سے اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی عتیبہ بن ابولہب سے' اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب سے ہوا۔ گویا چاروں صاحبزادیاں اپنے کنبہ ہی میں بیاہی گئیں کیونکہ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ

بھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد عزیز ہی تھے۔ حضرت رقیہ اور حضرت اُم کلثوم کو رخصتی سے پہلے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے بعد طلاق ہو گئی جو کچھ وقفہ کے بعد یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آ ئیں۔

الغرض سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تمام اولاد سے بے حد محبت تھی اور اس میں صغیرو کبیر کی کوئی تمیز نہ تھی۔ حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تو بہت خوشی ہوئی اور خوشخبری سنانے والے ابورافع کو ایک غلام عطا فرمایا جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحبزادے ابراہیم کی دایہ کے ہاں صاحبزادے کو دیکھنے جاتے اور پیار فرماتے تھے۔ ایک دن اچانک صاحبزادے کی بیماری کی خبر ملی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو ساتھ لیا اور وہاں تشریف لے گئے۔ صاحبزادے کی حالت خراب دیکھ کر تشویش ہوئی' عالمِ نزع تھا' آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے استفسار پر فرمایا: عبدالرحمٰن یہ محبت کے آنسو ہیں' دل پر کس کو قابو ہوتا ہے۔ مدینے چلے آنے پر صاحبزادی زینب کی طرف سے برابر تشویش رہی کیونکہ ان کے خاوند غیر مسلم تھے' جب وہ جنگ بدر میں مقابلہ پر آئے تو پکڑے گئے اور اس شرط پر رہا کر دیئے کہ وہ جاتے ہی زینب کو مدینہ بھیج دیں گے اور اس نے بھیج بھی دیا۔ پھر بعد کو حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد محبت تھی۔ ان کی ذرا سی تکلیف بھی سنتے تو بے تاب ہو جاتے تھے۔ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے کہ بیٹی آرام میں رہے اور زوجین کے تعلقات میں کوئی ناخوش گواری پیدا نہ ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو اپنے اقارب سے محبت کرنے والا نہیں پایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر ہوتیں تو آپ محبت سے کھڑے ہو جاتے۔ پیشانی پر بوسہ دیتے اور اپنی جگہ بٹھا لیتے۔ حضرت حسن'

حضرت حسینؓ اور حضرت امامہ سے بھی بہت پیار فرماتے اور دوش مبارک پر سوار فرمالیا کرتے۔ حضور ﷺ کی مقدس زندگی پر نظرِ ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ ایک وہ مکمل اور اکمل رہنما تھے جن کی مثال دُنیا آج تک نہ پیش کر سکی ہے اور نہ کر سکے گی۔

آنحضرت ﷺ کے تجارتی مشاغل

کسب معیشت اور حصول معاش کا سب سے زیادہ ہوشمندانہ اور نفع بخش ذریعہ تجارت اور صرف تجارت ہے۔ اس لئے رب العزت جل وعلا شانہٗ نے اسی پیشہ کو آپ کیلئے منتخب فرمایا' اور اس طرح مسلمانوں کیلئے تجارت کو سنت قرار دے دیا تاکہ فرزندان اسلام دنیا میں عزت و آسائش کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔ حضور ﷺ کے خاندان میں ایک عرصہ سے تجارت ہوتی چلی آرہی تھی اور آپ کے تمام پہلے بزرگوں کا بھی ذریعہ معاش تھا۔ باپ' چچا' دادا' پردادا سب تاجر تھے' اور آپ کے پردادا ہاشم تو اتنے اولوالعزم تاجر ہوئے ہیں کہ ملکِ عرب اور ہمسایہ ممالک میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ ان کی تجارت کی وسعت سے صرف ان کو ہی نفع نہیں پہنچا بلکہ تمام قریش کی تجارت چمک گئی۔ گو عربوں میں پہلے بھی تجارت ہوئی تھی مگر وہ نمود و شکوہ سے کی جاتی تھی۔ حضرت ہاشم نے میدانِ تجارت میں قدم رکھتے ہی تجارت کا نقشہ بدل دیا۔ پہلے تو انہوں نے قیصر روم' شاہِ حبش اور فرمانروانِ یمن سے خط و کتابت کی' اور اس رنگ میں کی کہ ان سے عربوں کے مالِ تجارت پر محصول وغیرہ نہ لگنے کے فرمان حاصل کر لئے۔ پھر کیا تھا' کھلے بندوں تجارت ہونے لگی اور محصول کی عدم ادائگی سے کاروبار کو زیادہ ترقی ہوگئی۔

حضور ﷺ نے بھی جوان ہو کر اسی معزز پیشہ کو اختیار فرمایا' بلکہ یوں سمجھئے کہ بچپن ہی میں آپ ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ کئی تجارتی سفر کئے' اور ان کی مرضی بھی یہی تھی کہ آپ ﷺ کاروبار سیکھ لیں۔ اور آپ کو بھی اس پیشہ کی سودمندیوں کا

احساس ہو چکا تھا' اس لئے آپ ﷺ نے ہوش سنبھالتے ہی تجارت شروع کر دی۔ آپ کے دو چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ابو طالب رضی اللہ عنہ بڑے تاجر تھے لیکن ابو طالب کا کاروبار کوئی بہت بڑا نہ تھا۔ آپ ﷺ کے والد صاحب نے بھی کوئی اثاثہ نہ چھوڑا تھا اور نہ ہی کام میں لگانے کو کچھ سرمایہ پاس تھا۔ اور اختیار بھی تجارت ہی کرنا چاہتے تھے' اس لئے آپ نے اس کا بہتر ذریعہ یہ سوچا کہ نصف منافع کی شرط پر دوسرے لوگوں سے مل کر تجارت شروع کر دی' کیونکہ مکہ کے تاجروں میں یہ دستور تھا کہ معین منافع کی شرط پر دوسرے کام کرنے والوں کو اپنا مال فروخت کیلئے دیا کرتے تھے۔

آپ کے پاس کو سرمایہ نہ تھا مگر آپ کے صدق و دیانت کی اتنی شہرت تھی کہ کاروباری لوگ آپ کو تجارت کیلئے اپنا مال بخوشی دینے پر رضامند ہو جاتے تھے' اور وہ جانتے تھے کہ تجارت کی کامیابی کیلئے جتنے اوصاف ایک کام کرنے والے کیلئے ضروری ہیں وہ سب آپ میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ آپ کی مستعدی' دیانتداری' ہوشمندی' بااعتباری اور خوش خلقی سب پر اظہر من الشمس تھی' اور اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ کے ارادہ فرماتے ہی تجار نے آپ کو منتخب کر لیا' اور اپنی توجہ آپ کی جانب مبذول کر لی' اور آپ نصف منافع کی شرط پر لوگوں کا مال لے کر خرید و فروخت کیلئے دور دور کے سفر اختیار فرمانے لگے۔ آپ کی متانت و دانائی سے جوں جوں کامیابی ہوتی گئی' لوگوں نے آپ کو اپنے مالوں کے ذخیرے سپرد کرنے شروع کر دیئے۔ آپ کا دورۂ تجارت شام' بصرہ' بحرین اور یمن تک ہوتا تھا۔ آپ کی ایفاء عہد اور پاکیزگی اخلاق سے تاجر اس قدر متاثر ہوئے کہ ہر لحظہ مال دینے میں آپ کے منتظر رہتے تھے۔ جس سے ایک دفعہ سابقہ پڑا' وہ ہمیشہ کیلئے آپ کا گرویدہ ہو گیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانہ ماقبل نبوت میں مَیں نے حضور علیہ السلام سے خرید و فروخت کے متعلق ایک معاملہ کیا

تھا۔ تمام ضروری مسائل و مراحل طے ہو گئے۔ صرف دو چار باتیں باقی تصفیہ طلب رہ گئی تھیں تو میں یہ کہہ کر چلا گیا کہ آپ انتظار فرمائیں میں آتا ہوں۔ اتفاق سے مجھے ایک ضروری کام پڑ گیا اور میں اس میں مشغول ہو کر آپ سے کیا ہوا وعدہ بالکل بھول گیا۔ تین روز کے بعد تکمیلِ معاملہ کیلئے گیا تو آپ کو جہاں چھوڑ گیا تھا وہیں پایا۔ آپ کی پیشانی پر بل تک نہ دیکھا اور آپ صرف اتنا فرما کر مجھ سے پھر مخاطب ہو گئے کہ آپ نے مجھے بڑی زحمت دی میں تین روز سے آپ کے انتظار میں یہیں کھڑا ہوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ کی اس پابندیٔ وعدہ اور طرزِ عمل سے بہت متاثر ہوا۔

ایک صاحب سائب نامی بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ لوگوں نے ان کی بہت تعریف کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ان سے ناواقف نہیں ہوں اور ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ اس کے جواب میں سائب بولے کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ تو میرے شریکِ تجارت رہ چکے ہیں اور آپ کا معاملہ ہمیشہ نہایت صاف اور پاکیزہ رہا ہے۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ بن سائب کا بیان ہے کہ شریکِ کار تاجروں کے ساتھ ہمیشہ آپ کا معاملہ صاف رہا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی سے کوئی جھگڑا یا مناقشت پیدا ہوئی ہو۔ ۔ظاہر ہے کہ معاملہ کی صفائی عہد کی پابندی سچائی اور راستبازی کاروبار تجارت کیلئے کتنی اہم اور بنیادی چیزیں ہیں۔ انہی سے ساکھ قائم ہوتی ہے اور ساکھ ہی سے تجارت میں ہوا بندھتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ بیرونِ مکہ کے تاجر بھی آپ سے معاملہ کرنا اور لین دین موجبِ منافعت سمجھتے اور آپ سے شرکت کرنے کے متمنی رہتے۔

کتبِ سیر میں ہمیں صرف عبداللہ بن ابی حضرت قیس بن سائب مخزومی اور حضرت بی بی خدیجہ ہی کے اسماء گرامی ملتے ہیں جن سے حضور علیہ السلام نے تجارت

میں شرکت کی' مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ان کے علاوہ بھی اور لوگوں سے شرکت کی ہے۔ بقول قیس کہ آپ مدت تک میرے ساتھ کام کرتے رہے اور آپ کا لین دین نہایت دیانتدارانہ رہا۔ جس جس نے آپ سے مشارکت کی' وہی آپ کی دیانت کا معترف تھا۔ چنانچہ آپ کی دیانت اور کاروباری لیاقت ہی کا یہ کرشمہ تھا کہ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو از خود پیغام بھیجا کہ اگر آپ اوروں کا کام چھوڑ کر صرف میرا ہی کام کرنے پر رضا مند ہوں تو میں جو کچھ اوروں کو دیتی ہوں' آپ کو اس سے دُگنا دوں گی۔ یہ یاد رہے کہ اُس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نہ صرف مکہ بلکہ تمام عرب میں ایک مشہور تاجرہ تھیں۔ لاکھوں روپے کا کاروبار تھا' مکہ سے جب قافلہ تجارت کا روانہ ہوتا تو ایک تنہا اُن کا مالِ تجارت تمام فریقوں کے مال تجارت کے برابر ہوتا تھا۔ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارتی قابلیت اور تاجرانہ بصیرت کا اعتراف تمام تاجروں کو تھا' اور وہ ذاتی حیثیت سے بھی نہایت معاملہ فہم' نیک نفس' ستودہ صفات اور پاک طینت بی بی تھیں۔

اس وقت حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کام کرنا اور تجارتی مشارکت بڑی عزت وشان کا کام تھا۔ عم مکرم نے اس پیغام حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کو سن کر زور دیا کہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے معاہدہ کر کے کام شروع کر دیں' جس پر آپ بھی رضا مند ہو گئے' کیونکہ ظاہری حیثیت میں حضرت خدیجہ کے کام کو سنبھالنا ایک امتیازی شان کا موجب تھا اور نفع کی بھی پوری توقع تھی۔ چنانچہ معاہدہ ہو گیا اور آپ مال لے کر بصرہ کو روانہ ہو گئے۔ پہلے ہی سفر میں آپ کو اتنا منافع ہوا کہ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا خوش ہو گئیں۔ تین ماہ تک آپ نے نہایت محنت اور عرق ریزی سے کام کیا۔ اب بھی بی بی خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے سامنے دو اُمور تھے' ایک کاروباری منافع اور وسعت۔ دوسرے اتنے صفات ومحاسن اور سفر کے بابرکت وتعجب انگیز حالات کا گوش گزار ہونا' جو آپ کی جانب

حضرت بی بی خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کو پوری طرح متوجہ کر گئے' اور بی بی خدیجہ نے خود درخواست عقد کر کے حضور ﷺ سے نکاح کر لیا۔ پھر کیا تھا' پہلے بطور ایجنسی کے کام ہو رہا تھا' اب بفضل خدا مالکانہ حیثیت حاصل ہو گئی' کام اپنا ہو گیا' تجارت اپنی ہو گئی' اور سارا معاملہ ہی اپنا ہو گیا۔ اب آپ ﷺ نے اپنی تمام تر توجہ کاروبار کی طرف مبذول فرما دی۔ ایک موسم میں شام' بصرہ اور ایشیائے کوچک تک اور دوسرے موسم میں کویت' یمن' بحرین کی جانب مالِ تجارت لے جاتے اور خرید و فروخت فرماتے۔ اس دور میں جبکہ وسائلِ نقل و حمل اور ذرائع آمد و رفت کی سہولتیں مفقود تھیں' اور دور دراز ملکوں اور علاقوں میں مالِ تجارت لے کر جاتے اور مشہور منڈیوں' تجارتی مرکزوں' بڑے بڑے شہروں اور قریبی سواحلوں پر اپنا مال لگاتے۔ اس سے آپ ﷺ کی مستعدی اور اولوالعزمی پر کتنی تیز روشنی پڑتی ہے' اور کس قدر ان تھک کوششوں کا پتہ چلتا ہے۔

ممکن تھا کہ یہ کوششیں آپ کو ملک التجار سے کچھ اوپر کے درجہ میں بھی لے جائیں' مگر ایسا نہ ہوا کیونکہ قدرت کو آپ سے دوسرا کام لینا مقصود تھا' اور یہ تمام تجارتی حوصلہ مندیاں یہیں ختم ہو کر رہ گئیں اور اب آپ پر دوسری حالت طاری رہنے لگی' یعنی اعلان ہونے کے بعد آپ ﷺ کی اس ساری جدوجہد کا زوال شروع ہو گیا' اور آہستہ آہستہ یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا' لیکن منصب نبوت پر بھی حضور ﷺ نے معاش اور محنت' تجارت و کاروبار کو فراموش نہیں فرمایا اور اپنے غلاموں کو ہدایت فرماتے رہے کہ:

اَلْعِبَادَۃُ سَبْعُوْنَ جُزْءًا وَّ اَفْضَلُهَا طَلَبُ الْحَلَالِ

یعنی عبادت کے تیرہ جز ہیں' جن میں افضل ترین جز کسبِ حلال ہے۔

حضور علیہ السلام سے پہلے جتنے راہنما دنیا میں تشریف لائے' کسی نے بھی معاش کو اتنی اہمیت نہیں دی' جتنی آپ نے اس پر توجہ فرمائی ہے۔ گویا طلب حلال کو اس

قدر موکد فرمایا کہ عبادت کا درجہ دے دیا' اور فریضۂ الٰہی کے بعد حلال روزی کا طلب کرنا سب سے اہم فریضہ ذکر کیا' چونکہ معاش و معیشت میں سب سے اہم چیز تجارت ہے۔ اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ دیانتدار تاجر قیامت کے دن شہداء' صدیقین اور انبیاء کے ساتھ اُٹھے گا۔ تجارت ضرور کرو کہ رزق کے دس حصوں میں سے نو حصے رزق اسی میں ہے۔

آہ! مسلمانوں کیلئے کس قدر شاندار تعلیم ہے' اگر سمجھیں (باللہ التوفیق)

آپ کا منصب رسالت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات پیدا فرمایا ہے۔ چونکہ اس سے اس کارخانۂ عالم میں بے شمار کام لینے مقصود تھے' اس لئے اسے عام جانوروں کی طرح فطری ضروریات کا مناسب و محدود علم ہی نہیں دیا بلکہ اس کیلئے علم کے سمندر پھیلا دیئے۔ کیونکہ تمام مخلوقات کے سردار کیلئے تمام مخلوقات کے متعلق علم رکھنا اعلیٰ مرتبہ بڑا ضروری تھا' اور اس کی تکمیل یہ پیدا فرمائی کہ از راہِ بندہ نوازی انہی میں سے اپنے ایک برگزیدہ و اشرف ترین بندہ کو فرائض رسالت کی انجام دہی کیلئے منتخب فرمایا' تا کہ وہ تمام مخلوقات تک اس کی مرضی و منشا کا علم پہنچا دے۔

کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی بجائے کسی اور طریق پر یا کسی اور مخلوق کے ذریعے بھی یہ کام کر سکتا تھا۔ فرشتوں کے سپرد یہ خدمت کی جا سکتی تھی یا براہ راست یا بلا توسط تورات و زبور و انجیل و قرآن نازل کئے جا سکتے تھے۔ ہاں اس میں یہ قدرت ضرور ہے مگر وہ نا قابل فہم' عسیر العمل اور غیر مفید طریقے اختیار نہیں فرماتا' اور اس کا ہر کام بطریق احسن ہوتا ہے۔ کتابیں آج بھی موجود ہیں مگر بغیر معلم و استاد کے کس کو علم آتا ہے' ہر علم کے ساتھ معلم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر وہ معلم استاد کی بجائے فرشتہ ہوتا تو تعلیم تو ضرور سامنے آجاتی مگر تعلیم کا عملی نمونہ سامنے نہ آتا۔ فرشتہ فرشتہ ہی ہوتا اور کفرد

عدوان کی خوگر طبائع بہ آسانی یہ کہہ کر جدا ہو جاتیں کہ پیدا اہما تو فرشتہ ہے۔ کھانے' پینے' سونے' جاگنے' بیوی بچوں اور تمام لوازمات بشری سے پاک ہے' اس کی تعلیم کی پابندیاں انسانوں سے کیونکر انجام ہو سکتی ہیں۔

چونکہ مولا کریم کو بندوں کی خوبو اور خصائل اور افتاد طبائع سے پوری واقفیت تھی' اس لئے اُس نے عذرات وتسویف کے سارے دروازے بند کرنے کیلئے ایک انسان ہی کو اپنے بندوں کی اصلاح وتعلیم کے واسطے اس منصب جلیل پر فائز فرمایا جو محاسن انسانی کا پیکر اور فطری امین تھا۔ ساغر و مینا کے دَور چل رہے ہیں' حلال وحرام کا سوال ہی نہیں' اعیان واشرف کی زندگیاں مجسم میکدے بنی ہوئی ہیں' مگر وہ قریب سے بھی نہیں گزرتا۔ عربی مستورات حسن وجمال کی سمتیوں سے چور ہو کر چھیڑ خانی کی دعوتوں میں مصروف ہیں مگر وہ پاکباز ان صحبتوں سے بالکل الگ تھلگ رہتا ہے۔ اور ہر ایک جانتا ہے کہ اس کو ہر بھلائی سے محبت اور ہر برائی سے نفرت ہے۔ اُس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا' کبھی برائیوں اور پھیلے ہوئے قبائح کی جانب قدم نہیں اُٹھایا تا کہ جو تعلیم اس پر نازل ہونے والی ہے' وہ خدا کی مخلوق کو اس کی طرف خود اس کا نمونہ بن کر دعوت دے سکے۔ اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جتنا آدمی تعلیم کے نمونہ سے متاثر ہوتا ہے اتنا محض تعلیم سے متاثر نہیں ہوتا۔ بندوں ہی میں کا ایک بندہ انہی کی طرح کھاتا' پیتا' رہتا' سہتا' چلتا پھرتا اور تعلیم الٰہی کا نمونہ بن کر دکھاتا ہے۔ پھر جب وہ تعلیم پیش کرتا ہے تو دوسرے لوگ اس تعلیم سے روگردانی کیلئے کوئی معقول عذر نہ لا سکتے تھے' اور نہ ہی غیر ممکن یا محال بتا سکتے تھے کیونکہ جب انہی میں کا ایک ایسا وجود جو خود کو بھی بندہ فرما رہا ہے' خود اس پر عمل کر رہا ہے اور ان کی آنکھوں کے سامنے کر رہا ہے تو پھر ان کے انکار کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے۔ بہ الفاظ دیگر رسالت یہی نہیں ہے کہ جو پیغام ملا وہ پہنچا دیا بلکہ وہ معلّمی بھی ہے

جو تعلیم دے۔ اور وہ نمونہ بھی ہے جو اس پر عمل کر کے دکھائے کہ حکم کی تعمیل یوں ہوتی ہے اور اس طرح اس کے نتائج مترتب ہوتے ہیں' کیونکہ اگر ایک انسان خود خائن یا دروغ گو ہو اور دوسروں کو خیانت اور دروغ بافی کے خلاف وعظ کرے تو عوام الناس کے پاس اس کے جواب میں ایک دلدوز قہقہہ اور طعن آمیز خندیدگی کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔ برخلاف اس کے کہ جس انسان کی اپنی زندگی وفائے عہد کا مرقع ہو' وہ جس بات کی تلقین کرے گا اس کا ضرور اثر ہو گا۔ یہی وہ حکمت تھی جس کی بناء پر ایک بندے ہی کو منصب رسالت تفویض کیا گیا۔

نبوت و رسالت خدا کا عطا کردہ ایک منصب ہے۔ مولا کریم جسے چاہتا ہے' عطا فرماتا ہے' یہ کسبی چیز نہیں' اور اس کی غرض و غایت یہ ہوتی ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کو شکوک و شبہات سے نکالنے' ایک نئی یا مخفی بات بتانے' اپنی مرضی پر مطلع کرتے' کسی خوف سے مامون فرماتے' کسی امید پر اطمینان بخشنے اور کسی خوشخبری کے پہنچانے کیلئے اپنے بندوں میں سے جس کو پسند فرماتا ہے اس منصب کیلئے منتخب فرما لیتا ہے۔
نبوت کے متعلق امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس قدر ہر شخص تسلیم کرتا ہے کہ صفات انسانی تمام آدمیوں میں یکساں پیدا نہیں کی گئیں۔ ذہن و ذکاوت' فہم و فراست اور عقل و ذہانت مختلف افرادِ انسانی میں کسی قدر مختلف المراتب ہی ہوتے ہیں۔ ایک شخص ذہین ہے' دوسرا اُس سے زیادہ ذہین' اور تیسرا اس سے زیادہ ذہین ہے۔ غرضیکہ بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ ایک شخص سے وہ افعال سرزد ہوتے ہیں جو بظاہر قدرتِ انسانی کی حد سے باہر نظر آتے ہیں۔ جو لوگ شاعری میں' قوت تقریر میں' مناعی میں اور ایجاد میں تمام زمانے سے ممتاز گزرے ہیں' وہ اسی درجہ کی مثالیں ہیں۔ اور یہ درجہ فطری ہوتا ہے' پڑھنے سیکھنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ ابتداء ہی سے ان لوگوں میں وہ

قوت مرکوز ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ دوسرے لوگ کتنی ہی محنت اور کوشش کریں ان کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے۔ ان ہی قویٰ میں حقائق اشیاء کے ادراک کی ایک قوت ہے۔ یہ قوت کسی میں کم' کسی میں زیادہ اور کسی میں زیادہ تر ہوتی ہے' اور ترقی کرتے کرتے بعض انسانوں میں اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ کسب و تعلیم کے بغیر ان کو حقائق اشیاء کا ادراک ہوتا ہے۔ اُن کو کسی قسم کا بیرونی علم نہیں ہوتا۔ اسی قوت کا نام نبوت ہے اور اس علم کو الہام اور وحی کہتے ہیں۔

امام صاحب بھی یہی فرماتے ہیں کہ عقل فطری کا کم و بیش ہونے کا انکار کیونکر کیا جا سکتا ہے۔ عقول میں اگر اختلاف مراتب نہ ہوتا تو تمام لوگ علوم کے سمجھنے میں یکساں ہوتے۔ اور یہ حالت کہ انسانوں میں کوئی اس قدر غبی ہے کہ سمجھانے پر بھی بڑی مشکل سے سمجھتا ہے' اور کوئی اس قدر ذہین ہے کہ ذرا سے اشارے میں سمجھ جاتا ہے۔ کوئی اس قدر کامل کہ بغیر سکھلائے تمام باتیں اس کی طبیعت سے پیدا ہوتی ہے' اور انبیاء علیہم السلام کی یہی مثال ہے کیونکہ ان پر باریک سے باریک باتیں خود بخود کھل جاتی ہیں' بغیر اس کے کہ کسی سے سنیں یا سیکھیں۔ حکماء کا قول ہے کہ نبی میں تین خواص پائے جاتے ہیں۔

(۱) اپنے جوہر نفسی کی صفائی اور شدت اتصال بالمبادی العالیہ اور بغیر کسی بیرونی علم اور سابقہ کسب و تعلم کے غیب کی خبروں سے اطلاع دے۔

(۲) اس کے ہیولیٰ عنصری میں حقائق اشیاء کے ادراک اور صور الٰہیہ کے انکشاف کی قابلیت اور صلاحیت ہو۔

(۳) ملائکہ کی صور متخیلہ کو مشاہدہ کرے اور بذریعہ وحی کے کلام الٰہی سنے۔

سرکار دو عالم' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں بھی جب ان کوائف کا ظہور

ہوا تو رفتہ رفتہ آپ پر بے خودی طاری ہونے لگی' محویت اور استغراق دن بدن زیادہ ہوتا گیا۔ آخرکار دل کی اداسی نے یہاں تک پہنچا دیا کہ آپ کسی گوشۂ تنہائی کی تلاش فرمانے لگے۔ کبھی کبھار گھر میں ہی مراقبانہ صورت بنا کر آنکھیں بند کر کے کونے میں بیٹھ جاتے' اور کبھی جب گھر میں بھی سکون نہ ملتا تو جنگل میں تشریف لے جاتے۔ آخر ایک دن جنگل کی خاموشی میں بھی جب قلبِ اطہر کو سکون حاصل نہ ہوا تو پہاڑ پر چڑھ گئے' جہاں ایک غار نظر آیا' جس کو اپنی صفائی کیلئے موزوں سمجھ کر اندر تشریف لے گئے۔ دیکھا تو صاف ستھرا ہے' مدھم سی روشنی بھی پڑ رہی ہے۔ آپ خوش ہو گئے اور واپسی پر گھر تشریف لا کر اپنی رفیقۂ حیات سے فرمایا کہ یہاں تین میل کے فاصلہ پر پہاڑ کی چوٹی پر ایک غار ہے' دل چاہتا ہے کہ وہاں بیٹھ کر کچھ دن مجاہدہ و عبادت کروں۔ رفیقۂ حیات بھی آخر اسی پاکیزگی کی حامل تھیں کہ خدا کے محبوب و رسول کا ساتھ دے سکیں' کیا عذر کرتیں۔ آپ کے ارشاد کے ساتھ ہاں ملائی اور حضور ﷺ وہاں تشریف لے گئے۔ کبھی کھانے پینے کی اشیاء گھر سے پہنچ جاتیں اور کبھی حضور ﷺ خود تیسرے چوتھے روز گھر میں تشریف لاتے اور لے جاتے۔ غار کی دل پسند خاموشی اور گوشۂ عزلت میں آپ غور و فکر اور مراقبے فرمانے لگے۔ درآنحالیکہ آپ کے سامنے کسی مذہب کی تعلیم نہ تھی اور نہ ہی کسی استاد کی ہدایت' نہ وہاں پر کوئی شیخ تھا' نہ نمونہ' محض ایک قلبی جوش روح کی بے قراری اور غیبی رہبری تھی' جو کسی محبوب کی جستجو کے روحانی مجاہدوں اور عرفانی مشاہدوں کی بسم اللہ کرا رہی تھی۔ آپ نے سب سے پہلے غار میں تزکیۂ باطن کیا اور اسی میں آپ پر انوارِ الٰہیہ کا نزول شروع ہو گیا۔ آپ کو آنے والی منازل کا خوگر بنانے کیلئے اچھی اچھی خوابیں اور بیداری میں تجلیاتِ الٰہی نظر آنے لگیں۔ ایک دن اسی غارِ حرا میں آپ مصروفِ مراقبہ تھے کہ اچانک غار منور ہو گئی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ظہور ہوا۔ انہوں نے یہ آیت

پڑھی اور آپ کو پڑھنے کیلئے ارشاد فرمایا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ (پارہ ۳۰، سورۃ العلق، آیت ۱)

حضور علیہ السلام نے فرمایا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ پھر حضرت جبرائیل امین نے آغوش میں لے کر زور سے بھینچا اور کہا: اب پڑھئے۔ آپ نے وہی جواب دیا۔ پھر حضرت جبرائیل امین نے بھینچ کر وہی آیت تلاوت فرمائی اور کہا: اب پڑھئے۔ اس وقت حضور ﷺ کی زبان مبارک پر وہ الفاظ جاری ہو گئے۔ فرشتۂ غیب تو غائب ہو گیا اور آپ وحی کے اثرات سے کانپنے لگے' جسم پسینے میں شرابور تھا' سانس نہایت تیزی سے چل رہا تھا۔ آپ اُٹھے اور گھر تشریف لے آئے۔ طبیعت میں وحی الٰہی کی عظمت سے ایک دہشت تھی۔ رفیقہ حیات سے فرمایا: مجھے سخت سردی لگ رہی ہے' مجھے جلد کمبل اُڑھاؤ۔ انہوں نے کمبل تو اُڑھا دیا مگر سردی ہو تو جائے' وہ تو عظمت الٰہی کا اثر تھا۔ مشکل سے کچھ دیر کے بعد جب سکون ہوا تو رفیقہ حیات نے ازراہ محبت و ہمدردی حال پوچھا کہ یہ کیا اور کیونکر ہوا؟ تو حضور علیہ السلام نے حالات بیان کرنے شروع کر دیئے۔ ابھی بات کی تکمیل نہ ہوئی تھی کہ پھر وہی کیفیت طاری ہو گئی۔ حضور ﷺ نے اس کیفیت کی شدت سے متاثر ہو کر فرمایا: مجھے تو اپنا بچنا محال نظر آتا ہے۔ غمگسار بیوی بولیں' آپ گھبرایئے نہیں' اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز ضائع نہ فرمائے گا۔ آپ تو وہ ہیں جو غریبوں اور محتاجوں کی دستگیری فرماتے ہیں' اقرباء نواز ہیں' دردمندوں سے محبت فرماتے ہیں' مظلوموں کی خبر گیری کرتے ہیں اور سب سے بااخلاق پیش آتے ہیں۔ آپ تسلی فرمائیں' مجھے تو آپ کی یہ حالت کسی فوز عظیم کا عنوان نظر آتی ہے۔ آپ ذرا سنبھلیں تو میں آپ کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے چلوں گی جو انجیل کا بڑا عالم اور معمر و مسعود آدمی ہے۔ چنانچہ جب ذرا طبیعت سنبھلی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو

ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور سارا حال کہہ سنایا۔ ورقہ بن نوفل نہایت غور سے سنتے رہے' پھر بولے: اے محمد ﷺ! یہ وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا' آپ کو مبارک ہو' آپ نہایت شاندار اور اولوالعزمانہ مستقبل پانے والے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں بہت بوڑھا ہوں اور یہ توقع نہیں رکھتا کہ آپ ﷺ کا زمانہ نبوت پاؤں' اگر زندہ رہا تو آپ ﷺ کا ساتھ دوں گا۔ آپ یاد رکھئے کہ آپ کو اپنی قوم سے بہت سی تکلیفیں پہنچیں گی' آپ کو وطن سے نکال دیا جائے گا مگر آپ کیلئے یہ کوئی نئی بات نہ ہوگی کیونکہ جس قدر انبیاء علیہم السلام دنیا پر تشریف لائے ہیں' سب کے ساتھ ان کی اقوام نے یہی سلوک کیا ہے۔ اس خوشخبری کو سن کر حضرت خدیجہ ؓ بہت خوش ہوئیں اور کہنے لگیں: میں تو پہلے ہی یہ کہتی تھی کہ یہ عجیب ترین واقعہ ضرور کسی مرام جلیل کا دیباچہ ہے۔

غرضیکہ حضور علیہ السلام مع اپنی رفیقۂ حیات کے ورقہ بن نوفل سے وہ مژدۂ حق شناس سن کر واپس تشریف لے آئے جو صرف حضور ﷺ ہی کا حصہ تھا۔ یہ انبیاء سابقین کی طرح اس نبوت کا پہلا راز تھا جو غار حرا میں آپ پر کھولا گیا' جس کے تدریجی ترقی کے تمام دور ختم ہو کر ایک انتہائی نقطے پر پہنچ چکے تھے۔ آخر سید الانبیاء ﷺ نے ظہور فرما کر اس سارے سلسلے کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام تک پہنچا ہوا تھا' کیونکہ یہی وہ رسالت ہے جو سب سے پہلی بھی ہے تاکہ تمام نبیوں کے ظہور کا باعث بنے اور سب سے آخری بھی تاکہ اس سلسلہ کی خاتم ہو' اور یہی وہ نبوت نبوی علیہ السلام ہے جس کیلئے روز اوّل تمام انبیاء علیہم السلام سے معاہدۂ ایمان اعانت لیا گیا تھا۔

آغازِ دعوت و تبلیغ

حضور علیہ السلام نے ورقہ بن نوفل سے جو سنا وہ اپنی ہی ایک وارد کیفیت اور کھلی حقیقت کا ترجمہ تھا۔ طبیعت میں ایک گونہ ڈھارس تھی مگر وہ غارِ حرا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ناسوتی ظہور کا نقشہ اور اس کی حقیقت کے اثرات بھی قلبِ اطہر میں موجود تھے' تاہم یہ خوف کسی انسان یا درندہ کا خوف نہ تھا' جس سے تنفر پیدا ہوتا بلکہ یہ خوف نورِ ربانی کا تھا جس میں ہلکی سی دہشت اور پھر پانے کا خیال اور شوق بھی موجود تھا جو آپ کو کشاں کشاں پھر غارِ حرا کی جانب دعوت دے رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور پھر وہیں پہنچے جہاں پہلے ایک بار عکسِ جمالِ یار سے دوچار ہو چکے تھے' مگر اب وہاں کیا تھا' وہی غار اور وہی غار کی تاریکی۔ کئی دن پھر اسی انتظار میں گزر گئے کہ اب کیا ظاہر ہوتا ہے۔ حدّت شوق نے پہلے مضطرب' پھر مایوس کر دیا۔ خیال شریف میں آیا کہ شاید وہ نظارا اب نہیں ہوگا۔ پہاڑ پر چڑھ گئے اور زندہ رہنے سے اپنے آپ کو گرا کر ختم کر دینے کو ترجیح دی' مگر یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ اپنے رسول حتمیٔ جمال کو مایوسِ جمال رکھا جائے۔ جونہی پہاڑ کی چوٹی تک پہنچے' حضرت جبرئیل علیہ السلام سامنے کھڑے تھے۔ فرمانے لگے: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم واقعی اللہ کے رسول ہو' ایسا نہ کرو۔ یہ سن کر اور وہاں ان کو دیکھ کر دل نے ایک گونہ تسکین پکڑی' مسرت محسوس ہوئی اور آپ پھر غار میں تشریف لے آئے' مگر وہ سرشاری' وہ لذت اور سرور ناپید تھا جو پہلے غارِ حرا میں پرتوِ جمال کے عکس افگن ہونے کے وقت طاری ہوا تھا۔ ایک اپنے ہم جنس کی محبت ہی انسان کو کچھ کا کچھ بنا دیتی ہے' یہ تو محبتِ الٰہی تھی' اس کے اضطراب و اشتیاق کا کہنا ہی کیا ہے۔ اس لئے حضرت جبریل علیہ السلام کی ملاقات نے وقتی اور ہنگامی طور پر تو تسکین کر دی مگر دیدارِ یار کی تشنگی نہ بجھی' اور طبیعت وحی کی پہلی کیفیت کیلئے بار بار مضطرب ہوتی رہی۔

آپ کا اشتیاق بھی بجا تھا اور وحی الٰہی کے تسلسل میں رکاوٹ بھی بے معنی نہ تھی۔ جب پہلے ہی بار کی وحی پر آپ کی دہشت کا یہ عالم تھا تو اس کے مسلسل وُرُود پر کیا کیفیت ہوتی۔ نورِ ربانی اور نزولِ وحی ایسی چیز تو ہے نہیں' انسان جس کا ایک ہی بار میں متحمل ہو سکے۔ وہ عظمت وجلال والی حقیقت ہے جس کو کچھ اہلِ نظر ہی سمجھ سکتے ہیں' اس لئے استعداد دیکھ کر ہی اس کا اجرا ہوتا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ کسی درویش پر لطائف ستہ سے کسی ایک لطیفے کا بھی ظہور ہو جائے تو اس کی حالت بعض اوقات دگرگوں ہو جاتی ہے' اور بیک وقت تمام لطائف کا ورود وظہور تو انسان کا دماغی توازن صحیح نہیں رہنے دیتا۔ یہ زندگی اور زندگی کی تمام ظاہری آسائشیں پُر کیف ہو جاتی ہیں اور یہ اس نور کی جلالت کا اثر ہوتا ہے جو ہزاروں سینوں سے چھن کر اور تقسیم ہو کر آتا ہے' پھر اس نورِ الٰہی کی بے پناہی کا کیا اندازہ ہو جو براہِ راست آئے اور کسی کی کشتِ حیات پر شعلہ زن ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ یاد ہے جو ایک ہی جھلک میں باوجود دیدارِ الٰہی خود طلب کرنے کے بے ہوش ہو گئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس تحمل وضبط کی حق دار صرف نبوت ہی ہوتی ہے' اور یہ صرف انبیاء علیہم السلام ہی کا ظرف ہوتا ہے جو ان بے پناہ تجلیات و انوار کے وار سہتے اور متحمل ہوتے ہیں' جس کے اثر سے پتھر اور پہاڑ پگھل کر پانی ہو جائیں' اسے قلبِ انسانی کا برداشت کر لینا کتنا بڑا کام ہے۔

وحی کی تعریف وحقیقت:

وحی لغتِ عرب میں اشارات یا خفیہ حالت میں مطلع کرنے یا دل میں کسی بات کے ڈالنے کو کہتے ہیں' اور شریعت میں عند الضرورت حضرت خدا کی طرف سے اطلاع پانے کا نام وحی ہے۔ بعض حضرات علماء کرام نے یہ بھی تعریف فرمائی ہے کہ شرع میں وحی کلامِ الٰہی کو کہتے ہیں جو وہ اپنے کسی نبی پر نازل فرماتا ہے' اور کبھی مجرد دل میں کسی

بات کے ڈالنے کو بھی کہتے ہیں۔ کتاب الاسلام میں بحوالہ حاشیہ بخاری شریف لکھا ہے کہ وحی اصل میں خفیہ حالت میں مطلع کرنے کو کہتے ہیں' اور جوہری نے کہا ہے کہ وحی کتاب کو بھی کہتے ہیں۔ نیز اشارت' کتابت' رسالت' الہام' خفیہ کلام اور جو کچھ غیر کے دل میں ڈالا جائے' ان سب اُمور کو بھی وحی سے تعبیر کرتے ہیں' اور اصطلاح شرع میں انبیاء علیہم السلام پر خدا کا کلام نازل ہونے کو کہتے ہیں۔

حقیقی وحی کی تین قسمیں ہیں:

اوّل' خداوند عالم جل مجدہٗ اپنے تصرف کے ساتھ کسی انسان کی روح سے کوئی بات کہلوائے یعنی دل میں براہ راست کوئی بات ڈال دے۔

دوسرے' اللہ تعالیٰ جل شانہٗ مناسب موصل کے ذریعہ سے خود اپنا کلام سنائے۔

تیسرے یہ کہ اپنا فرشتہ یا نبی بھیج کر لوگوں کو اپنا کلام فرمائے' اور یہی تقسیم قرآن پاک کی ہے۔

پھر علماء کرام نے وحی کے متعدد طریقے اور صورتیں احادیث سے استخراج کی ہیں۔ مثلاً:

(۱) حق تعالیٰ جل مجدہٗ خواب میں کلام فرمائے۔

(۲) فرشتہ وحی لے کر آئے اور اس کی آواز مثل گھنٹی کے معلوم ہو۔ یہ وحی حضور علیہ السلام پر سب سے زیادہ سخت اور شاق تھی اور آپ کو بے حد تکلیف ہوتی تھی۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب کبھی ایسی وحی آتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ زندگی ختم ہو جائے گی اور اس وحی کے سخت ہونے کی وجہ یہ تھی کہ گھنٹی کی آواز کا سمجھنا بشر کے کلام سے زیادہ مشکل اور دشوار ہے' اور یہ ایک غیر مادی امر ہے۔

(۳) فرشتہ کوئی بات دل میں ڈال دے۔

(۴) فرشتہ آدمی کی صورت آ کر ہم کلام ہو۔

(۵) اللہ تعالیٰ بیداری میں نبی کریم ﷺ سے کلام فرمائے جیسا کہ شبِ معراج میں ہوا۔

(۶) اللہ تعالیٰ خواب میں کلام فرمائے جیسا کہ ترمذی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے۔

الغرض حضور علیہ السلام کو پہلے خواب میں مشاہدے ہوتے رہے' پھر روشنی نمودار ہوئی اور اس روشنی کے بعد حضرت جبریل امین علیہ السلام نمودار ہوئے اور ہوتے رہے۔ پہلی اور دوسری بار وحی میں کافی فصل اور وقفہ ہو گیا تھا' اس کے بعد یہ حالت بدل گئی۔

اس کیفیت کے کچھ عرصہ بعد آپ کو دعوت و تبلیغ کا حکم مل گیا اور آپ نے بحکم الٰہی تبلیغ شروع کر دی' اور اس کی ابتداء نہایت مخفی اور پردہ دارانہ طریق پر کی۔ سب سے پہلے آپ نے گھر ہی میں اپنی رفیقۂ حیات حضرت ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے سامنے اسلام پیش کیا اور ایمان لانے کی دعوت دی' جس کو سن کر وہ اسی وقت مشرف بہ اسلام ہو گئیں۔ اس کے بعد آپ نے اپنے پروردۂ آغوش حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ اور اپنے محبِ خاص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اپنے بندہ خاص زید کو دعوت اسلام دی۔ ان تینوں حضرات کی فطرتیں سلیم اور قلوب آئینہ تھے۔ شمع ایمان فوراً فروزاں ہو گئی اور یہ تینوں بزرگ بھی ایمان لے آئے۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ یہ سلسلہ اندر ہی اندر چلتا رہا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ اور توجہ سے حضرت زبیر' حضرت طلحہ' حضرت عثمان غنی' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہم) جیسے باثر و اقتدار افراد نے دربارِ نبوت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ اب اسلام خفیہ طور پر پھیلنے اور فروغ پانے لگا۔ مسلمانوں کی تعداد دن بدن زیادہ ہوتی جارہی تھی۔ تعلیم اسلام اس وقت گو چند عقائد پر مبنی تھی مگر اس میں کچھ ایسی جاذبیت اور کشش تھی کہ جس

کے کانوں میں آواز پڑتی پائے رفتن کی طاقت نہ رہتی اور حلقہ بگوش اسلام ہو جاتا۔ سابقین اولین میں مندرجہ بالا حضرات کے علاوہ حضرت عمار' حضرت خباب ابن الارت' حضرت ارقم' حضرت سعید بن زید' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عثمان بن مظعون' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت ابوعبیدہ' حضرت صہیب' حضرت بلال (رضی اللہ عنہم) جیسے بھی ممتاز حضرات شامل دربار نظر آتے ہیں۔ یہ تمام حضرات باوقار' فطرتاً نیک مزاج' شریف النفس اور صائب الرائے تھے اور اپنی پاکیزگی' اخلاق کی مسلمہ شہرت کے حامل تھے۔

تین برس تک اس خفیہ تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا اور اس تمام مدت میں قریباً سوا سو (۱۲۵) افراد نے اسلام قبول کر لیا۔ جب رحمت کاملہ نیک نہاد افراد کو آغوشِ اسلام میں لے چکی تو پھر اعلانیہ تبلیغ کا حکم صادر ہوا۔ آپ نے عوام الناس کو جمع فرمایا اور کوہ صفا پر چڑھ کر ارشاد کیا۔

اے گروہ قریش! اے قوم غالب! اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے عقب میں ایک لشکرِ جرار ہے' جو تم پر شبخون مارے گا تو تم مجھے سچا سمجھو گے یا جھوٹا' اور یقین کرو گے یا نہیں۔ تمام مجمع سے آوازیں آئیں کہ ہم یقین کریں گے کہ جو آپ نے فرمایا سچ ہے۔ اس لئے کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ آپ نے فرمایا' تو میں کہتا ہوں کہ ایمان لاؤ اور اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے بچالو' اگر ایمان نہ لاؤ گے تو عذابِ الیم میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ یہ سن کر لوگ بڑے برہم اور برانگیختہ ہوئے اور اپنی اپنی سمجھ کے ماتحت بڑ بڑاتے ہوئے چلے گئے۔ اس کے بعد ایک دن آپ نے حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہٗ کو ارشاد فرمایا کہ تمام خاندان عبدالمطلب کو دعوت دو کہ وہ آج یہاں حاضر ہوں۔ چنانچہ ایسا ہوا' جب وہ سب خاندان جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ دیکھو میں ایک ایسا دین

لے کر آیا ہوں جو تم لوگوں کو دین و دنیا میں فلاح یافتہ بنا دے گا اور ابدی سعادت بخشے گا۔ بتاؤ اس کی تبلیغ میں کون کون میرا ساتھ دے گا۔ اس آواز پر سوائے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ' کے اور کسی نے حامی نہ بھری اور سناٹا سا مجلس پر چھا گیا۔ آپ نے اس سکوت کا حل یہ سوچا کہ حرم شریف میں پہنچ کر اعلان توحید کو عام فرمایا' جس پر ہر طرف تلواریں بے نیام ہو گئیں اور حملہ کے وار شروع ہو گئے' اور آپ کے ربیب حارث جو چھڑانے آئے تھے اسی وقت شہید کر دیئے گئے۔

سرکار دو عالم ﷺ کی جانب سے تو علانیہ تبلیغ شروع ہو ہی چکی تھی' جس کے ختم ہونے یا خاموش کرانے کی کوئی صورت نہ تھی' لیکن دوسری جانب سے بھی ظلم و ستم کا جو آغاز ہوا اور اہل اسلام پر گوناگوں سختیوں کے دروازے کھولے گئے ان کی بھی بند ہونے کا قطعی امکان نہ رہا۔ ہر لحظہ حضرات بڑھتے گئے اور کفار کی چیرہ دستیاں سے نیا رنگ پیدا کرنے لگیں۔

ایک دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو جو حضور علیہ السلام کو جو حضور علیہ السلام کے چچا تھے' ان کی کنیز نے اطلاع دی کہ ابوجہل نے محمد ﷺ کے ساتھ نہایت ظالمانہ سلوک کیا ہے۔ آخر چچا تھے' خون ایک تھا' خاندانی عزت نے جوش مارا اور ابوجہل سے جا کر فرمایا کہ لے میں بھی مسلمان ہو گیا ہوں' تم اس حق کی صدا کو کیونکر روک سکتے ہو' آؤ غیرت ہے تو تلوار کے جوہر دکھاؤ۔ مگر ابوجہل جانتا تھا کہ حضرت حمزہ ایک وہ غیور اور جری انسان ہے جس کے سامنے بولنے سے رہی سہی ساکھ بھی بگڑ جائے گی۔ آپ کے کلمات سنے اور خاموش ہو گیا پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اعلانِ ایمان کے بعد اسلام کی صداقت نے عرب کے ایک نبرد آزما اور غصہ ور بہادر پر پنجہ مارا اور اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی' یعنی ایمان حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کچھ دن بعد حضرت عمر بن الخطاب حالات سے مشتعل ہوتے ہیں اور شمشیر برہنہ لے کر چراغ مصطفوی کو بجھانے کیلئے نکلتے ہیں۔ تیور بدلے ہوئے

دیکھ کر حضرت نعیم بن عبداللہ نے جو آپ کے خاندانی تھے' پوچھا' عمر کہاں کی تیاری ہے؟ عمر نے مافی الضمیر کو بڑے کرخت لہجے میں ادا کیا اور آگے بڑھنے لگے۔ سائل نے کہا: شمع نبوت کے گل کرنے سے قبل اپنے بہن بہنوئی کا پتہ لو' دونوں ہی اسلام لا چکے ہیں پھر وہاں کا ارادہ کرنا۔ بس پھر کیا تھا' تن بدن سرخ ہو گیا۔ غصہ کی حالت میں وہاں پہنچے' ہمشیرہ پر بہت سختی کی۔ آخر قرآن کریم کی چند آیات سن کر مشرف بہ اسلام ہو گئے اور در بار رسالت میں حاضری دی۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے اسی دن حرم کعبہ میں جا کر نماز پڑھی۔ انگریز مؤرخ سر ولیم میور لکھتا ہے کہ اس چھبیس سالہ نوجوان کے ایمان لے آنے سے اسلام اور مسلمانوں کو اتنی تقویت پہنچی کہ اسی دن سے فرائضِ اسلام اعلانیہ ادا کئے جانے لگے۔ اب کفار نے بھی اپنی ایذا رسانی کا پہلو بدلا اور صورت یہ پیدا کی کہ باحیثیت مسلمانوں سے تو نہ اُلجھتے مگر کمزوروں اور غریبوں پر ظلم کی بجلیاں گرانے سے باز نہ آتے' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غریب مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد حبشہ کی جانب ہجرت کر گئی' جس کے تعاقب میں بھی کفار نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ سب کو گرفتار کر کے باہر ہی قتل کر دیں مگر کامیاب نہ ہوئے' بلکہ جہاں وہ اللہ والوں کی جماعت پہنچی وہاں بھی نورِ اسلام اپنی ضوفشانی کرنے لگا۔ کفارِ قریش نے جب دیکھا کہ اسلام ایک خوفناک صورت میں بڑھتا چلا جا رہا ہے' عرب اور حبشہ کے اکثر معززز اور اہل علم اس کی لپیٹ میں آ گئے ہیں' تو گھبرائے اور اس کی روک تھام کیلئے ایک جلسۂ عام منعقد کیا اور اُس میں عتبہ بن ربیع کو اپنا نمائندہ معین کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ آپ سے اس رنگ میں گفتگو کرے جو اُس مجلس کا حقیقی منشا تھا۔ چنانچہ عتبہ بن ربیع حاضر خدمتِ حضور علیہ السلام ہوا اور عرض کرنے لگا:

اے بھتیجے! تو اور نہیں ہم اور نہیں اپنا ہی گوشت پوست ہے۔ اس تحریک اسلام سے اگر تیری منشا زر و جواہر حاصل کرنا ہے تو ہم اس کے انبار تیرے قدموں میں لگا دیتے ہیں اور اگر عزت و جاہ کا آرزو مند ہے تو ہم تجھے اپنا سردار تسلیم کر لیتے ہیں اور اگر حکومت کی تمنا ہے تو عرب کا تاج حاضر ہے اور ماہر دیان عرب کی خواہش ہے تو جتنی ماہ پیکر و گل فام دوشیزہ لڑکیاں ہیں ہم انہیں تیرے عقد میں دے سکتے ہیں اور اس کے عوض میں سوائے اس کے ہم کچھ نہیں چاہتے کہ تو اس تحریک کو روک دے اور بس۔

عتبہ بن ربیع نے مادی دنیا کے تمام وہ مادی اسباب جن سے ایک دنیا کا حتمی دنیادار کامل طور پر خریدا جا سکتا ہے حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کئے اور جس حد تک ایک انسانی تصور کام کر سکتا ہے عتبہ نے وہ سب کچھ آپ کے سامنے رکھ دیا جس سے زیادہ انسانی آرزوؤں کا طول و عرض نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی غرض مند لیڈری کا حتمی انسان ہوتا تو اس کی لیڈری کی تمام حدود یہاں ختم ہو جاتیں مگر یہاں تو دنیا پرستی اور زر پسندی کا جھگڑا ہی نہ تھا۔ خدائے قدوس کا کام تھا جس کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے۔ حضور ﷺ نے عتبہ کے سامنے قرآن کریم کی چند آیتیں پڑھیں اور ان کی تمام کی تمام پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ عتبہ وہ قرآن سننے کے بعد اس قدر متاثر ہوا کہ اپنی مجلس مشاورت کے ممبروں کو جواب دیئے بغیر گھر میں جا کر خاموش بیٹھ گیا۔

ابو جہل جواب کا انتظار کر کے اس کے گھر گیا کہ عتبہ سے حقیقت حال معلوم کرے۔ آخر مایوسانہ جواب سن کر حیران ہوا اور چلا آیا۔ پھر ایک مجلس مشاورت قائم ہوئی اور اس میں اپنی مؤثر پیشکش کے ٹھکرائے جانے کا ذکر لا کر پھر یہ سوال پیدا کیا گیا کہ ایک انسانی طاقت جو کچھ دے سکتی ہے ہم نے دینے سے دریغ نہیں کیا مگر محمد ﷺ کسی طرح بھی رضامند ہوتے نظر نہیں آتے اب بتاؤ کیا کیا جائے۔ کامل غور و خوض

کے بعد یہ قرار پایا کہ معززین و روؤسا شہر کا ایک وفد ابوطالب کے پاس جائے اور یہ کہے کہ ہمارے صبر کی انتہا ہو چکی ہے اور ہم اب زیادہ عرصہ اپنے بتوں اور معبودوں کی توہین نہیں سن سکتے' لہٰذا آپ اپنے بھتیجے کو سمجھا لیجئے کہ وہ اس فعل و قول سے باز آ جائیں' ورنہ تمام روؤسا مکہ کے فیصلے کے ماتحت قتل کر دیئے جائیں گے' مگر آپ کس کس سے لڑیں گے اور کس کس سے دست و گریبان ہوں گے۔ چنانچہ وفد گیا اور اس نے اپنا مافی الضمیر ابوطالب پر واضح کر دیا۔ ابوطالب نے معلوم کیا کہ معاملہ زیادہ نزاکت اختیار کر گیا ہے۔ ان سے وعدہ کیا کہ میں سمجھاؤں گا۔ چنانچہ وہ وفد چلا گیا تو حضور علیہ السلام سے کہا: بیٹا کفار قریش اپنے جذبات کی انتہائی بھڑک دکھا گئے ہیں اور تیرے قتل پر آمادہ ہیں' اب میرے بس کی بات نہیں رہی' تم اپنا مستقبل خطرے میں نہ ڈالو اور سوچو کہ تم کو ایسے نازک وقت میں کیا کرنا چاہئے۔ حضور علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: اے چچا جان! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند بھی لا کر رکھ دیں تو میں اپنے فریضۂ تبلیغ سے باز نہیں آ سکتا' نہ مجھے جان کی پرواہ ہے اور نہ میں حق سے منہ موڑ سکتا ہوں۔ یہ جواب سن کر چچا خاموش ہو گئے' اور آپ اپنے کام میں بدستور مشغول رہے۔ آپ کا یہ جواب پیغمبرانہ استقلال اور بے نیازی کا وہ شاندار مظاہرہ ہے جس پر دنیا آج بھی عش عش کرتی ہے اور کہتی ہے کہ آپ کے یہ الفاظ آپ کے انتہائی جذبۂ عشق' للّٰہیت پرستی' عزم راسخ اور پختگی کا ایسا مظہر ہیں جن کو قوت انسانی کا ایک لاثانی پیکر خیال کرنا چاہئے۔

مکہ مکرمہ سے ہجرت

قریش مکہ اسلام کو فروغ پاتے اور حضور علیہ السلام کو سرگرمی کے ساتھ مصروف عمل دیکھتے تو انگاروں پر کروٹیں بدلتے۔ آپ ﷺ کے اور آپ کے پیروؤں کیلئے

عرصہ حیات تنگ کرنے کی ہزار کوششیں سوچتے اور ہر قسم کی امکانی رکاوٹیں پیدا کرتے۔ ہر درد و کرب کا ذریعہ عمل میں لاتے اور ہر پریشانی کے پہنچانے میں دریغ نہ کرتے' مگر یہاں رنج و راحت سے ایک بے نیازی ہے' جو یہ ثابت کرتی ہے کہ کفار کی تمام حیلہ سازیاں اور چارہ جوئیاں بیکار ہیں۔ باوجود اس کے کہ پیہم ناکامیوں سے سابقہ پڑ رہا ہے جو بڑے بڑے حوصلہ مندوں کی رگِ حیات کو بھی افسردہ بنا دیتی ہیں لیکن حضور ﷺ پر وہ خود رفتگی کا عالم ہے' عناد و عقوبت کے انتقام سے بے پرواہ ہو کر پورے والہانہ جوش سے اپنا کام کیا جا رہا ہے' جور و عدوان کی آندھیاں اور ظلم و مصائب کے ہوش ربا طوفان ہمت رسالت پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتے۔

جب قریش کا اشتعال انتہا پر پہنچ چکا اور وہ ہوں کی مذمت سن سن کر مشتعل ہو آتش ہو گئے تو پھر ایک اور مجلسِ مشاورت بلائی' جس میں فیصلہ کیا گیا کہ ایسی بہتر تجویز سوچیں جس سے بغیر مارے کے آپ کا چراغ حیات خود بخود ہی گل ہو جائے اور ہمیں بنو ہاشم کا انتقام دار نہ ہونا پڑے۔ چنانچہ اس مجلسِ مشاورت میں تمام قبائل قریش نے متفقہ طور پر ایک معاہدہ کیا جس میں مندرجہ ذیل امور پاس کئے گئے۔

(۱) کوئی شخص خاندانِ نبوت سے کسی قسم کا کوئی تعلق' کسی حالت میں بھی قائم نہ رکھے گا' اور سب سے ملنا جلنا قطعی طور پر ترک کر دے گا۔

(۲) ہر شخص اس امر کی امکانی سعی کرے گا کہ ان تک خورد و نوش کی کوئی چیز نہ پہنچنے پائے

(۳) سارے خاندان نبوت کو قید کر کے اس وقت تک اس پر شدید نگرانی قائم رکھی جائے جب تک وہ اس قید سے تنگ آ کر محمد (ﷺ) کو قتل کیلئے خود بخود قوم کے حوالے نہ کر دیں۔ منصور بن عکرمہ نے اس معاہدہ کی کتابت کی اور سب سے دستخط کرا کے بڑی اہمیت کے ساتھ در کعبہ پر لٹکا دیا۔

اس معاہدہ کے بعد ابوطالب اپنے تمام خاندان کو ساتھ لے کر شعب ابوطالب میں پناہ گزین ہو گئے جو پہاڑ کے دامن میں ایک کافی کھلا میدان تھا۔ قریش نے اس کے فوراً بعد محاصرہ کر کے پہریدار مقرر کر دیے اور اس شدت کے ساتھ محاصرہ کیا کہ دانہ بھی اناج کا اندر نہ جا سکتا تھا۔ آپ کے اور آپ کے خاندان کیلئے یہ مصیبت کوئی ہنگامی یا وقتی نہ تھی بلکہ پورے تین سال تک رہی؛ جس کی کوئی مثال اس بھری دنیا میں نہیں مل سکتی۔ کسی ایک شخص کا قید و بند کی سختیوں میں گرفتار ہونا اور بات ہے اور خاندان کے خاندان کا مع زن و فرزند اور خورد و کلاں کے غیر معین مدت کیلئے پابند آلام ہونا اور ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے کہ یہ وقت ہم پر ایسا سخت اور قیامت خیز گزرا کہ ایک دفعہ رات کو کہیں سے سوکھا چمڑا ہاتھ آ گیا تو میں نے پہلے اس کو دھویا صاف کیا اس کے بعد خود اسے آگ پر بھونا اور اس کو پانی میں ملا کر کھایا اور اکثر اوقات تو سارے کے سارے افراد طلح کے پتے کھا کھا کر گزارہ کرتے رہے اور بعض اوقات وہ بھی میسر نہ ہوتے لیکن اس بے مثال ابتلا میں بھی حضور علیہ السلام کے پائے ثبات میں لغزش نہ تھی اور یہ سہ سالہ ہمت سوز میعاد پورے وقار سے گزار دی۔ آخر قدرت الٰہی سے وہ وقت آ گیا کہ ظالم خود مظلوم پر رحم کرنے اور شکار کی صعوبتوں کو دیکھ کر شکاری کی اپنی آنکھوں میں آنسو آ جائیں۔ دشمنوں سے دوست پیدا ہو گئے اور غیر معین مدت کی قید تین سال ہی میں ختم ہو کر رہ گئی۔

کفار اس خاموش مقابلہ میں گو تھک کر عاجز آ گئے تھے مگر اس بیچارگی نے آپ کو اور غضبناک بنا دیا تھا۔ حضور علیہ السلام شعب ابوطالب سے نکل کر پھر دعوت و تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ ہر خورد و کلاں تو پہلے ہی دشمن تھا اب انہوں نے اعلانیہ برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ ادھر یہ مصیبت کہ جدھر کو نکلتے کوڑے کرکٹ کی بارش ہوتی اور آوازے

کیے جاتے اور چند ہی دن کے بعد غمگسار بیوی اور محترم چچا کا انتقال ہو گیا جس کا آپ کو بے حد صدمہ ہوا۔

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ تین برس تک تبلیغ و دعوت کا خفیہ سلسلہ جاری رہا۔ پانچویں سال سیلاب عقوبت امنڈ آنے پر آپ نے تراسی (۸۳) فرزندان توحید کو ہجرت حبشہ کا حکم دیا' اور وہ محفوظ جا کر اپنے کام میں مشغول ہو گئے اور پُرامن زندگی گزارنے لگے۔ اس کے بعد وہاں کی اطلاعات بھی کفار قریش کیلئے دلسوزی آ گئیں۔ یہاں عرب میں تو اسلام پھیل ہی رہا تھا۔ آخر بوکھلا کر پھر ایک جلسہ کیا اور اپنے دلوں کے پھپھولے توڑ کر یہ رائے پاس کی کہ عرب کے مختلف قبائل میں اسلام زور پکڑ رہا ہے۔ مہاجرین کی طرف سے جو اطلاعات مل رہی ہیں وہ ان کی کامیاب مساعی کو واضح کرتی ہیں' اور سنا ہے کہ مدینہ میں پھر اسلام بڑی سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے' اگر چند روز یہی حالت رہی تو ہمارا تمام روایتی وقار خاک میں مل جائے گا' اور تعجب نہیں کہ یہ لوگ کامیاب ہو کر ہم سے انتقام لیں۔ اس لئے اب ایک آخری اور انتہائی دلیرانہ قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔ تم اگر ایسا نہ کرو گے تو ہماری آج کی کمزوری اور خاموشی کل کو ہمیں موت کی نیند سلا دے گی۔ اب یہی خیال ہے کہ اس آسمان کے نیچے محمد (ﷺ) کو مزید سانس لینے کا موقع ہی نہ دیا جائے اور اس مسئلہ کو یوں حل کرو کہ تمام قبائل سے ایک ایک بااثر آدمی منتخب کر لیا جائے اور وہ سارے مل کر محمد (ﷺ) پر یکبارگی حملہ کریں اور تلواروں سے محمد (ﷺ) کا خاتمہ کر دیں۔ اس سے اس کا خون بہا بھی تمام قبائل پر تقسیم ہو جائے گا اور بنو ہاشم (یعنی اس کے خاندان والے) کسی سے انتقام بھی نہ لے سکیں گے۔ چنانچہ اس مشورہ کے پیش نظر قاتلین کی ایک جماعت منتخب ہو گئی جس نے سپیدۂ صبح طلوع ہونے سے پیشتر کاشانۂ نبوت کا محاصرہ کر لیا اور اس معاملہ میں تہیہ کر کے

کھڑے ہو گئے کہ حضور ﷺ کے گھر سے باہر قدم رکھتے ہی آپ کا خاتمہ کر دیا جائے۔

لیکن جس کو خدا رکھے اُسے کون چکھے، وہاں تو نسبی اور کفر و شرک کی دشمنی تھی، اور قتل کیلئے قلوب قاسیہ کے معاندانہ ارادے، مگر یہاں ان کی خفیہ باتوں کی اطلاع دینے والی ذات عالم الغیب خدا اور محافظت کرنے والی مالک الملک کی ہستی۔ وہاں قتل کا مشورہ ہو رہا ہے، یہاں بذریعہ وحی مطلع فرما دیا گیا کہ ان کا یہ ارادہ ہے، لہٰذا آپ ہجرت کر جایئے۔ یہ حکم آتے ہی حضور ﷺ اوّل وقت میں بعد غروب آفتاب گھر سے نکل کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں عازم مدینہ طیبہ ہو گئے۔ کفار کو صبح پتہ چلا تو بدحواس ہو کر تعاقب کیا مگر بے سود نہ پا سکے۔ آخر نادم ہو کر اپنی جانوں پر قہر و غضب کے پتھر رکھ کر خاموش بیٹھ گئے۔ جب تک یہاں تلاش کی تلملاہٹ رہی حضور ﷺ مدینہ میں پہنچ چکے تھے۔

حضور علیہ السلام مدینہ طیبہ پہنچ کر ہر طرح محفوظ تو ہو گئے اور ایک گونہ اقتدار و وقار بھی حاصل ہو گیا مگر یہاں دوسری قسم کی مصائب و آفات سے دو چار ہونا پڑا اور دشمنوں نے یہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ باضابطہ طور پر جنگ و جدال شروع ہو گئے۔ تاہم مدینہ، مکہ نہ تھا، وہاں جو کلام تیرہ برس کی مسلسل تبلیغ میں نہ ہو سکا تھا، یہاں دو برس کے اندر راسانی کے ساتھ ہو گیا۔ مدینہ میں قبائل کے قبائل مسلمان ہوتے چلے گئے اور گھر گھر میں اسلام پھیل گیا۔ نور نبوت کی شعاعوں سے در و دیوار منور ہو گئے اور خاک مدینہ کے ذرّوں سے بھی یہ صدائیں آنے لگیں۔

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

ادارہ کی ایک اور اہم پیشکش

سیرتِ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

مرتبہ :
محمد نعیم اللہ خاں قادری
بی ایس سی بی ایڈ/ایم اے اردو۔ پنجابی۔ تاریخ

ناشر
فیضان مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کاموں کے ضلع گوجرانوالہ

رسالہ

احسن الموارد فی احتفال المولد

یعنی

اثباتِ استحسان

برائے

محفلِ میلادِ ذیشان

تالیف

حضرت علامہ زید ابو الحسن فاروقی قدس سرہٗ

(فاضل ازہر شریف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللہ

ابتدائیہ

یہ مبارک رسالہ "خیر المورود فی احتفال المولد" جدِ محترم حضرت علامہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی ازہری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۳ء میں کتاب سعید البیان کے ابتداء میں طبع کرایا تھا۔

اس رسالہ کی افادیتِ عامہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے عاجز نے ارادہ کیا کہ اس کو الگ سے طبع کرائے۔

حق تعالیٰ کا لطف و کرم ہے کہ اس نے ارادہ کی تکمیل کرائی۔ برائے سہولت اس میں فہرست و سُرخیوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ نیز سرورق پر مضمون کے مطابق اسکو "اثباتِ استحسان برائے محفلِ میلادِ ذیشان" سے موسوم کیا ہے۔

شنبہ ۱۵ر شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ
۵ر دسمبر ۱۹۹۸ء

انس ابوالنصر فاروقی
درگاہ حضرت شاہ ابوالخیرؒ،
شاہ ابوالخیر مارگ — دہلی ۱۱۰۰۰۶

رسالہ

خیر المورد

فی

احتفال المولد

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ. وعلی آلہ واصحابہ ومن والاہ وایدہ. وبعد بندہ عاجز زید ابوالحسن فاروقی عرض کرتا ہے جس وقت یہ ضعیف بحول اللہ وقوتہ رسالہ خیر البیان من حسنات سید البیان کی ترتیب اور تالیف سے فارغ ہوا. دل میں خیال آیا کہ ایک مختصر رسالہ محفل مبارک میلاد شریف کی مشروعیت اور اس کے جواز اور استحباب کے اثبات میں لکھ دیا جائے تاکہ اگر کسی وجہ سے کسی کے دل میں کوئی شک اس کار خیر میں پڑ گیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے مطالعہ سے اس کے شک کو دور کر دے اور وہ اچھی طرح سمجھ جائے کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا دن تمام عالم کے لئے اور بالخصوص امت محمدیہ کے لئے سب سے بڑی عید اور خوشی کا دن ہے۔ جہاں تک ہو سکے وہ اس دن اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے. خیرات و مبرات کرے، محفل مبارک میلاد شریف منعقد کرکے حبیب کبریا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کرے، اس کا مطمح نظر ورفعنا لک ذکرک کی تعمیل ہو اور اس کا مدعا آپ کی تعظیم اور تبجیل ہو، اس کا مقصد اظہار شکر رب جلیل ہو، اس مقصد سے یہ عجالہ لطیفہ اور رسالہ شریفہ تالیف کیا اور اس کا نام خیر المورد فی احتفال المولد رکھا۔ نفع اللہ بہا المسلمین وجعلہا وسیلۃ لنجاتی یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم ورحم اللہ عبدا قال امینا.

محفلِ میلاد شریف کی ابتداء

سات سو ستر سال سے یعنی ۶۰۴ ہجری سے محفلِ مبارک میلاد شریف کا انعقاد بڑے پیمانہ پر اطراف و اکنافِ عالم میں ہو رہا ہے۔ بڑے بڑے گرامی قدر ائمہ اور عالی مرتبت حفاظ اور جلیل الشان علماء مثلاً حافظ ابنِ دحیہ، حافظ ابو شامہ، حافظ ابنِ کثیر، حافظ ابنِ جزری، حافظ ابوالخیر سخاوی، حافظ شمس الدین محمد دمشقی، حافظ ابنِ حجر عسقلانی، حافظ جلال الدین سیوطی، علامہ ابن جوزی، علامہ ابنِ حجر مکی، علامہ علی قاری، علامہ ابن البطاح، علامہ مخلص کتانی، علامہ ظہیر الدین بن جعفر، علامہ محمد بن یوسف شامی، علامہ یوسف بن اسماعیل وغیرہم من العلماء الاعلام تصریحات و تصنیفات و تالیفات کرتے چلے آئے ہیں اور اس کارِ خیر کو اَفْضَلُ الْقُرُبَاتْ اور اَحْسَنُ الْمَثُوْبَاتْ کہتے چلے آئے ہیں اور چونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کا عام طبقہ عربی سے ناواقف ہے اس لئے اساطین علماءِ ہند نے فارسی اور اردو میں بڑی خوبی کے ساتھ اس موضوع شریف کو بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ اس فقیر کے جدِّ کلاں حضرت شاہ احمد سعید نے رسالہ اَلذِّکْرُ الشَّرِیْفُ فِیْ اِثْبَاتِ الْمَوْلِدِ الْمُنِیْف فارسی میں تالیف فرمایا ہے اور جناب مولوی سلامت اللہ صاحب بدایونی کانپوری نے رسالہ اِشْبَاعُ الْکَلَامِ فِیْ اِثْبَاتِ الْمَوْلِدِ وَالْقِیَامِ اور جناب مولوی عبدالحق صاحب الٰہ آبادی مہاجر مکی نے اَلدُّرُّ الْمُنَظَّمُ فِیْ بَیَانِ حُکْمِ مَوْلِدِ النَّبِیِّ الْاَعْظَمْ اور جناب مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری ضلع سہارنپور نے انوارِ ساطعہ دربیان مولود و فاتحہ اور جناب عم محترم حضرت شاہ محمد معصوم نے احسن الکلام فی اثبات المولد والقیام اردو میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے، انھوں نے مسئلہ کو پوری طرح واضح کر دیا ہے۔

جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ادنیٰ بصیرت عنایت کی ہے اور وہ قدرے خیال سے ان رسائل شریفہ کا مطالعہ کرے گا، اس کے واسطے یقیناً مسئلہ میں کوئی الجھن باقی نہیں ہے البتہ جو شخص سمجھنے کی کوشش ہی نہ کرے یا اپنی بات کے آگے کسی کی بات کو سننا گوارا ہی نہ کرے تو اس کا علاج دنیا میں کسی کے پاس نہیں ہے۔ حضرت مُصَرِّفُ الْقُلُوب جل شانہٗ و عظم برہانہٗ ہی اس کے دل کو پھیر دے تو یہ بات اور ہے۔ میں صرف ان لوگوں کے لئے جن کو مسئلہ معلوم نہیں ہے یا معلوم تو ہے لیکن مزید تسلی اور تشفی چاہتے ہیں مختصر طور پر کچھ تحریر کرتا ہوں۔

ائمہ کے اقوال

علامہ حافظ (حافظ سے مراد حافظ کلام اللہ شریف نہیں ہے بلکہ عالی مرتبت علماء کے ساتھ جب یہ لفظ آتا ہے تو اس سے مراد حافظِ احادیث شریفہ ہوتا ہے۔) امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جن کا انتقال ۱۹ر جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ ہجری کو ہوا ہے اپنے رسالہ حُسْنُ الْمَقْصِدِ فِیْ عَمَلِ الْمَوْلِدِ میں تحریر فرماتے ہیں، ان کی عبارت عربی میں ہے۔ میں اس کا ترجمہ کر کے لکھ رہا ہوں۔

امام ابنِ حجر عسقلانیؒ کا قول

لکھا ہے "شیخ الاسلام علامہ حافظ ابوالفضل احمد بن حجر عسقلانی (جن کی کتاب فتح الباری شرح صحیح امام بخاری مرجع علماء وفضلاء ہے) سے مولود شریف کے بارے میں دریافت کیا گیا، انھوں نے جواب دیا مولود شریف کی اصل تو بدعت ہے پہلی تین صدیوں میں سَلَفِ صالح سے منقول نہیں کہ انھوں نے مولود شریف کی محفل قائم کی ہو باوجود اس بات کے یہ ضرور ہے کہ مولود شریف کی محفل منعقد کرنے میں خوبیاں بھی ہیں اور خرابیاں بھی ہیں۔ جو شخص خوبیوں کو لیتے ہوئے اور خرابیوں سے بچتے ہوئے میلاد شریف کرے تو یہ بدعتِ حَسَنَہ ہے (اچھی جدت ہے) ورنہ نہیں ہے اور ابنِ حجر نے کہا ہے مجھ کو مولود شریف کے ثابت کرنے کے لئے ایک اَصْل ہاتھ لگی ہے جو کہ ایک صحیح حدیث ہے جس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے عاشورہ کے دن یہود کو روزہ رکھتے دیکھا۔ آپ نے ان سے روزہ رکھنے کا سبب دریافت فرمایا۔ وہ بولے: یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ڈبویا اور موسیٰ (علیہ السلام) کو نجات دی ہم اسی وجہ سے اللہ کے شکرانہ میں اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ (ابنِ حجر نے باقی حدیث کو ذکر نہیں کیا ہے جو اس طرح پر ہے: آپ نے سن کر فرمایا تمہاری بہ نسبت ہم موسیٰ کے زیادہ حقدار ہیں۔ چنانچہ آپ نے خود بھی اس دن کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کو فرمایا۔) اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کسی خاص دن اگر اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا

کرے یا کسی عذاب کو دور کرے تو اس کا شکر ادا کرنا چاہیے اور ہر سال اس دن کو اللہ تعالیٰ کے شکر کا اعادہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہر قسم کی عبادت سے حاصل ہوتا ہے مثلاً سجدہ (نماز) روزہ، صدقہ اور تلاوت۔ اس دن سے بڑھ کر کونسا دن بہتر ہے جس دن میں ایسے نبی کی ولادت ہوئی ہے جو کہ نبیِ رحمت ہے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ اسی دن کو تلاش کیا جائے (یعنی خاص یومِ ولادت شریف کو) تاکہ موسیٰ کے واقعہ سے جو کہ دسویں محرم کو ہوا ہے مطابقت پیدا ہو جائے اور اگر کوئی شخص اس کا لحاظ نہ کرے (یعنی یومِ ولادت شریف کا جو کہ بقولِ مشہور بارہ ماہ ربیع الاوّل ہے) تو کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے۔ ماہ ربیع الاوّل میں جس دن چاہے وہ مولود شریف کرے۔ ایک جماعت نے تو اور بھی توسیع کر دی ہے کہ سال بھر میں کسی دن بھی مولود شریف کرے لیکن اس طرح کرنے میں جو بات ہے وہ ظاہر ہے (یعنی اس طرح پر کرنے سے صرف اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہوتا ہے لیکن حضرت موسیٰ کے قصہ سے مطابقت نہیں آتی ہے، وہ تو یومِ ولادت شریف ہی کے دن خوشی کرنے سے پیدا ہوتی ہے) یہ تو مولود کی دلیل کا بیان ہوا، اب ان اعمال کا بیان سنو جو مولود میں کئے جاتے ہیں۔ مناسب ہے کہ مولود شریف میں صرف ان امور کو کیا جاوے جن سے اللہ کا شکر کرنا ظاہر ہو جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے از قسم قرآن خوانی، کھانا کھلانا، صدقہ کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہے ہوئے اشعار اور زاہدانہ اشعار کا پڑھنا جن کو سن کر دلوں کو بھلائی اور آخرت کے کاموں کا شوق پیدا ہو باقی رہیں وہ باتیں جو ان امور کے اتباع میں کی جاتی ہیں مثلاً سماع اور لہو! باجہ، اور ان کے سوا اور چیزیں تو ان کے بارے میں یہ کہنا مناسب ہے کہ ان میں سے جو چیزیں حرام یا مکروہ ہیں ان کو روکا جائے، اور جو خلافِ اولیٰ ہوں ان کو بھی روکا جائے۔" تمام ہوئی عبارت ابنِ حجر کی۔

امام جلال الدین سیوطیؒ کا قول

مجھ کو مولود شریف کے لئے ایک دوسری اصل بھی ہاتھ لگی ہے جس کو بیہقی نے انس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد اپنا عقیقہ کیا

حالانکہ آپ کے دادا عبدالمطلب آپ کا عقیقہ تولد شریف کے ساتویں دن کر چکے تھے، اور یہ سب کو معلوم ہے کہ عقیقہ دوسری مرتبہ نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا آپ کا عقیقہ کرنا اس بات پر محمول ہے کہ آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر پیدا کیا۔ آپ کا اس طرح سے اپنی ولادت کا شکر کرنے سے آپ کی امت کے واسطے اس کی مشروعیت ثابت ہو گئی جس طرح پر آپ اپنے اوپر درود پڑھتے تھے تاکہ آپ کو دیکھ کر آپ کی امت بھی آپ پر درود بھیجے۔ بنابریں ہمارے واسطے بہتر ہے کہ ہم جلسے کرکے اور کھانا کھلا کے اور اسی طرح کے دوسرے اچھے کام کرکے اور خوشی کا اظہار کرکے اللہ کے شکر کا اظہار کریں۔"

امام القراء حافظ ابن جزری کا قول

امام القراء علامہ حافظ شمس الدین ابن الجزری اپنی کتاب عرف التعریف بالمولد الشریف میں لکھتے ہیں: "ابولہب کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا (بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباس نے خواب میں دیکھا تھا) اس سے دریافت کیا گیا تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا دوزخ میں ہوں۔ ہر پیر کی رات کو عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے اور میں اپنی انگلی میں سے اس مقدار میں پانی چوس لیتا ہوں اور اس نے اپنی انگلی کے پوروں کی طرف اشارہ کرکے بتایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھ کو ثویبہ نے آپ کے تولد شریف کی خبر لا کر سنائی۔ میں نے خوش ہو کر اس کو آزاد کر دیا اور پھر اس نے آپ کو دودھ پلایا۔ جب ابولہب جیسے کافر کو جس کی مذمت قرآن میں وارد ہے، آپ کے تولد شریف کی رات کو خوشی کرنے کا اجر دوزخ میں ملے تو آپ کی امت میں سے ایک موحد مسلم کو کیا کیا اجر ملیں گے جو آپ کے تولد شریف سے خوش ہو اور آپ کی محبت کی وجہ سے جو بھی اس کی استطاعت ہے خرچ کرے۔ قسم ہے اس کو مولائے کریم سے یہ اجر ملے گا کہ وہ اس کو اپنے فضل عمیم سے جنات نعیم میں داخل کر دے گا۔

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی اپنی کتاب مورد الصادی فی مولد الہادی میں لکھتے ہیں: یہ بات پایۂ صحت کو پہنچ گئی ہے کہ دوزخ میں ہر پیر کو ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے کیونکہ اس نے ثویبہ کو آپ کے تولد شریف کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا۔ اور پھر انہوں نے یہ تین شعر کہے ہیں:

لَمَّا کَانَ هٰذَا کَافِرًا جَاءَ ذَمُّهُ
وَتَبَّتْ یَدَاهُ فِی الْجَحِیْمِ مُخَلَّدًا
اَتٰی اَنَّهُ فِیْ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ دَائِمًا
یُخَفَّفُ عَنْهُ بِالسُّرُوْرِ بِاَحْمَدَا
فَمَا الظَّنُّ بِالْعَبْدِ الَّذِیْ طُوْلَ عُمْرِهٖ
بِاَحْمَدَ مَسْرُوْرًا وَمَاتَ مُوَحِّدًا

ترجمہ

یہ دیکھو کہ وہ جو لہب سا تھا بد
ہے تَبَّتْ یَدَا جس کے بارے میں وارد
خوشی جو تولد کی اس نے منائی
یقیناً وہ دوزخ میں کام اس کے آئی
خبر میں یہ وارد ہے۔ اس کی جزا میں
دوشنبہ کو ہوتی کمی ہے سزا میں
تو پھر ایسے بندے کے بارے میں سوچو
نبی سے سدا جس کو الفت رہی ہو
گیا بھی ہو دنیا سے ایمان لے کے
اسے اجر دے گا خدا کیسے کیسے"

اس کے بعد سیوطی نے علامہ ابو الطیب سبتی مالکی کا واقعہ تحریر کیا ہے جو کہ علامہ ابو حیان وغیرہ کے استاد تھے کہ وہ جب اس مبارک دن کو بچوں کے مکاتیب پر گزرتے تھے کہ ملاجی بیٹھے بچوں کو پڑھا رہے ہیں تو ان سے کہتے تھے ملاجی آج تو خوشی کا دن ہے، بچوں کو چھٹی دو چنانچہ وہ بچوں کو چھٹی دے دیا کرتے تھے۔" تمام ہوئی عبارت سیوطی کی۔

مولود شریف کے اثبات کے لئے ایک تیسری حدیث بھی ہے جس کو بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، احمد، حمیدی، ابن جریر، ابن منذر، ابن حبان اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ حدیث اس طرح پر ہے: یہود نے عمر سے کہا۔ تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جس کو تم پڑھتے ہو، اگر یہ آیت ہماری جماعت یہود پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نازل ہونے کے دن کو اپنا عید کا دن بناتے۔ آپ نے دریافت کیا وہ کون سی آیت ہے؟ انھوں نے کہا وہ آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ ہے یعنی آج کے دن تمہارے لئے ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتوں کو پورا کر دیا۔" یہ سن کر عمر نے کہا قسم ہے مجھ کو معلوم ہے کہ کس دن یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ یہ آیت جمعہ کے دن شام کو عرفات میں نازل ہوئی ہے یعنی حج کے دن نویں ذی الحجہ کو۔ ابن راہویہ، ابن حمید اور ابو العالیہ روایت کرتے ہیں کہ عمر نے جواب میں کہا: اللہ کا شکر ہے کہ اس نے آیت کے یوم نزول کو اور اس کے بعد کے دن کو ہمارے واسطے عید کا دن کیا ہے۔ یہ آیت یوم عرفہ کو نازل

ہوئی ہے اور اس کا دوسرا دن یوم نحر ہے یعنی روز قربان ہے۔ تمام ہوئی حدیث۔

اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ آیت شریفہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے یوم نزول کو خوشی اور عید کا دن مقرر کرنے کے بارے میں جو تجویز یہود نے پیش کی تھی اس کو حضرت عمرؓ نے ناپسند نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے یہ آیت جمعہ کے دن نازل کی جو کہ خوشی کا مبارک دن ہے اور نویں ذی الحجہ کو نازل کی جو کہ خوشی کی مبارک تاریخ ہے اور میدان عرفات میں نازل کی جو مقدس اور مبارک مقام ہے۔ یوم نزول اور تاریخ نزول اور جائے نزول سب ہی خوشی اور مبارک ہیں۔ اگر کسی خاص دن یا تاریخ یا مقام کو کسی خاص نعمت کی وجہ سے مبارک کہنا شرعاً ٹھیک نہ ہوتا تو حضرت عمرؓ یہود سے کہتے ہمارے مذہب میں یہ باتیں ٹھیک نہیں۔ آپ نے یہود سے یہ نہیں کہا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر کر کے اپنی رضامندی اور خوشی کا اظہار کیا اور اس طرح ثابت کر دیا کہ یہود کی تجویز فی الواقع اچھی تجویز ہے۔

اگر دیکھا جائے۔ یہود کی تجویز کوئی انوکھی تجویز نہ تھی جس کو حضرت عمرؓ ناپسند کرتے بلکہ ان کی تجویز صوم یوم عاشورا، کے واقعہ سے پوری طرح سے مطابقت رکھتی تھی جس کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا تھا اور ان کی یہ تجویز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تجویز سے پوری طرح مشابہ ہے جس کا بیان قرآن مجید میں آیا ہے۔ دیکھو سورۂ مائدہ کی آیت ۱۷، کو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا۔" یعنی عیسیٰؑ فرزند مریم نے کہا اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! تو ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل کر، اس خوان کا نازل ہونا ہمارے اگلے اور پچھلے یعنی سب کے لئے عید قرار پائے۔" امام فخر الدین رازیؒ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں اَیْ نَتَّخِذُ الْیَوْمَ الَّذِیْ تُنَزَّلُ فِیْہِ الْمَآئِدَۃُ عِیْدًا نُعَظِّمُہٗ نَحْنُ وَمَنْ یَّاْتِیْ بَعْدَنَا۔ وَنَزَلَتْ یَوْمَ الْاَحَدِ فَاتَّخَذَہُ النَّصَارٰی عِیْدًا۔" یعنی جس دن میں تو خوان نازل کرے اس دن کو ہم عید کا دن بنالیں۔ اس دن کی ہم بھی تعظیم کریں اور جو ہمارے بعد آئیں وہ بھی تعظیم کریں، وہ خوان یوم یکشنبہ کو نازل ہوا یعنی اتوار کو، چنانچہ نصاریٰ نے اس دن کو اپنا مبارک عید کا دن قرار دے دیا۔"

ذرا خیال کرو، یہود فرعون کی غلامی اور استبداد سے نجات پانے کے دن کو اپنے لئے خوشی کا مبارک دن قرار دیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس فعل کو بنظرِ استحسان دیکھیں اور فرمائیں کہ ہم بہ نسبت یہود کے زیادہ حقدار ہیں کہ اس دن کو اپنے واسطے خوشی کا مبارک دن قرار دیں اور اگر عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے خوان نازل ہونے کے دن کو خوشی کا مبارک دن قرار دینے کی تجویز کریں اور ان کی امت اس دن کو اپنے لئے خوشی کا مبارک دن قرار دے تو امت محمدیہ یقیناً زیادہ حقدار ہے کہ وہ اپنے محسن اعظم رسولِ اکرم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر خاص انعامات اور اکرامات ہونے کے دن کو جو کہ یوم معراج ہے اپنے لئے خوشی کا مبارک دن قرار دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مبارک رات کو اپنے حبیب پر جو الطاف اور مہربانیاں کی ہیں ان کا بیان یقیناً ہمارے بیان سے باہر ہے۔ ذرا دیکھو آپ کے طفیل سے آپ کی امت پر کیسی نوازش کی ہے کہ صرف پانچ وقت کی نماز فرض کی اور اس کا ثواب پچاس نمازوں کا قرار دیا۔

مولوی عبدالحیٔ لکھنوی کا قول

مولوی ابوالحسنات عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ الآثار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ میں تحریر فرماتے ہیں: فائدۃ قَدِ اشْتَهَرَ بَيْنَ الْعَوَامِ اَنَّ لَيْلَةَ السَّابِعِ وَالْعِشْرِيْنَ مِنْ رَجَبٍ هِيَ لَيْلَةُ الْمِعْرَاجِ النَّبَوِيِّ وَمَوْسِمُ الرَّجَبِيَّةِ مُتَعَارَفٌ فِي الْحَرَمَيْنِ الشَّرِيْفَيْنِ يَأْتِي النَّاسُ فِي رَجَبٍ مِنْ بِلَادٍ نَائِيَةٍ لِزِيَارَةِ الْقَبْرِ النَّبَوِيِّ فِي الْمَدِيْنَةِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِي اللَّيْلَةِ الْمَذْكُوْرَةِ وَهُوَ اَمْرٌ مُخْتَلَفٌ فِيْهِ بَيْنَ الْمُحَدِّثِيْنَ وَالْمُؤَرِّخِيْنَ. فَقِيْلَ كَانَ ذٰلِكَ فِي رَبِيْعِ الْاَوَّلِ وَقِيْلَ فِي رَبِيْعِ الْاٰخِرِ وَقِيْلَ فِي ذِي الْحِجَّةِ وَقِيْلَ فِي شَوَّالٍ وَقِيْلَ فِي رَمَضَانَ وَقِيْلَ فِي رَجَبٍ فِي لَيْلَةِ السَّابِعِ وَالْعِشْرِيْنَ وَقَوَّاهُ بَعْضُهُمْ وَقَدْ بَسَطَ الْكَلَامَ فِيْهِ الْقَسْطَلَانِيُّ فِي الْمَوَاهِبِ اللَّدُنِّيَّةِ وَغَيْرُهٗ فِي غَيْرِهٖ وَعَلٰى هٰذَا فَيُسْتَحَبُّ اِحْيَاءُ لَيْلَةِ السَّابِعِ وَالْعِشْرِيْنَ مِنْ رَجَبٍ وَكَذَا سَائِرُ اللَّيَالِي الَّتِيْ قِيْلَ اِنَّهَا لَيْلَةُ الْمِعْرَاجِ بِالْاِكْثَارِ فِي الْعِبَادَةِ شُكْرًا لِمَا مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ مِنْ فَرْضِيَّةِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَجَعَلَهَا فِي الثَّوَابِ

خَمْسِیْنَ وَلِمَا اَفَاضَ اللّٰہُ عَلٰی نَبِیِّنَا فِیْھَا مِنْ اَصْنَافِ الْفَضِیْلَۃِ وَالرَّحْمَۃِ وَشَرَّفَہٗ بِالْمُوَاجَھَۃِ وَالْمُکَالِمَۃِ وَالرُّؤْیَۃِ وَکَذَا قِیْلَ اِنَّ لَیْلَۃَ الْاَسْرَاءِ اَفْضَلُ مِنْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ فِیْ حَقِّ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا فِیْ حَقِّ الْاُمَّۃِ وَاَمَّا کَیْفِیَّۃُ الْاِحْیَاءِ فَمُفَوَّضَۃٌ اِلٰی رَأْیِ الْعَبْدِ لَمْ یَرِدْ فِیْھَا حَدِیْثٌ مُعْتَمَدٌ وَمَا وَرَدَ فِیْھَا فَھُوَ مَوْضُوْعٌ عَلٰی مَا مَرَّ ذِکْرُہٗ وَکَذَا یُسْتَحَبُّ اَنْ اَصُوْمَ صَبَاحَ تِلْکَ اللَّیْلَۃِ وَقَدْ وَرَدَتْ فِیْہِ اَحَادِیْثُ لَا تَخْلُوْ عَنْ طَعْنٍ وَسُقُوْطٍ کَمَا بَسَطَہٗ اِبْنُ حَجَرٍ فِیْ تَبْیِیْنِ الْعَجَبِ مِمَّا وَرَدَ فِیْ فَضْلِ رَجَبَ (انتہٰی)۔ "یعنی عوام میں شہرت پائی ہے کہ معراجِ نبوی کی شب ستائیسویں رجب کی رات ہے۔ حرمین شریفین میں رجبیہ کا موسم معروف ہے۔ دُور دراز ملکوں سے قبرِ نبوی کی زیارت کے لئے ماہِ رجب میں لوگ مدینہ منوّرہ میں آتے ہیں اور اس رات کو (۲۷ رجب کی شب کو) جمع ہوتے ہیں۔ معراج شریف کی شب میں محدثین اور مؤرخین کو اختلاف ہے۔ کہا گیا ہے کہ وہ ماہِ ربیع الاوّل میں ہے اور کہا گیا ہے کہ ماہِ ربیع الآخر میں ہے اور کہا گیا ہے کہ ذی الحجہ میں ہے اور کہا گیا ہے کہ شوّال میں ہے اور کہا گیا ہے کہ رمضان میں ہے اور کہا گیا ہے کہ رجب کی ستائیسویں شب ہے اور بعض علماء نے اس کو تقویت دی ہے۔ قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں اس بیان کو مفصّل طور پر لکھا ہے۔ دیگر علماء نے بھی دوسری کتابوں میں اس بیان کو لکھا ہے بنابریں ستائیسویں رجب کی رات کا اور اسی طرح ان تمام دوسری راتوں کا جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ معراج شریف کی راتیں ہیں۔ اِحیاء کرنا یعنی شب بیداری کرنی چاہیئے اور ان راتوں میں بہ کثرت عبادت کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے ہم پر احسان کیا کہ اس مبارک رات میں ہم پر پانچ نمازیں فرض کیں اور ان کا ثواب پچاس نمازوں کا قرار دیا۔ اور اس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسی کیسی مہربانیاں فرما کر سرفراز کیا، آپ کو فضیلت و رحمت سے نوازا اور آپ کو مواجہہ اور مکالمہ اور دیدار سے مشرف کیا۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ شب معراج ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں شب قدر سے افضل ہے۔ اس رات کی یہ فضیلت صرف آپ کے لئے ہے، آپ کی امّت کے لئے نہیں ہے

(یعنی آپ کی امت کے لیے شب قدر بہ نسبت شب معراج کے افضل ہے۔) رہا اس مبارک رات کو جاگنے کا طریقہ کہ اس کی کیفیت کیسی ہونی چاہیئے تو یہ بندے کی خوشی اور رائے پر منحصر ہے جس طرح مناسب جانے اور بہتر سمجھے اس طرح شب بیداری کرے کیونکہ اس بارے میں کوئی قابل اعتماد اور بھروسے کی حدیث وارد نہیں ہے، جو حدیثیں بیان کی جاتی ہیں وہ موضوع اور جھوٹی ہیں۔ جیسا کہ پہلے ان کا بیان کیا جا چکا ہے اور اسی طرح اس رات کی صبح کو روزہ رکھنا مستحب ہے۔ اس طرح روزہ رکھنے کے بارے میں بھی کچھ حدیثیں وارد ہیں لیکن وہ پایہ صحت سے گری ہوئی ہیں اور کمزوری سے خالی نہیں ہیں جس طرح پر علامہ ابن حجر نے تَبْیِیْنُ الْعَجَبْ فِیْ فَضْلِ رَجَبْ میں واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔"

تمام ہوئی عبارت مولوی عبدالحئی کی۔

اسی طرح امت محمدیہ یقیناً زیادہ حقدار ہے کہ وہ اپنے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت شریف کو اپنے لیے خوشی کا سب سے مبارک دن قرار دے۔ ذرا دیکھو اللہ تعالیٰ اپنا احسان جتاتے ہوئے فرمارہا ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ الآیۃ یعنی" اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا جب انہی میں کا رسول ان کو بھیجا"۔ اور فرمارہا ہے اُذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ یعنی" یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر کی ہے"۔ اور فرمارہا ہے وَاشْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ یعنی" اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو، اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو"۔ اور فرمارہا ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ○ یعنی" اور اپنے پروردگار کے احسان کا تذکرہ کرتے رہو"۔ اور اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے وَذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰهِ یعنی" اے رسول ان کو اللہ کے ایام یاد دلاؤ"۔ امام رازیؒ اور دیگر علماء اعلام نے تفسیر میں لکھا ہے کہ ایام اللہ سے مراد وہ ایام ہیں جن میں واقعات عظیمہ کا ظہور ہوا ہے۔

اے عزیزو! ذرا خیال کرو، اور انصاف سے کام لو کہ معراج شریف کی رات اور آپ کی ولادت شریف کی رات سے بڑھ کر کونسا دن یا کونسی رات ہے جس کی یاد دلائی جائے اور اس کے شکر کا اظہار کیا جائے۔

امتِ محمدیہ کے واسطے یقیناً آپ کے یوم ولادت سے بڑھ کر مبارک اور خوشی کا دن کوئی نہیں ہے۔ شب نصف ماہِ شعبان، شبِ قدر، عید الفطر اور عیدِ قربان سبھی اس مبارک دن پر جو کہ عیدِ میلاد النبی کا دن ہے قربان ہیں۔ آپ ہی کے طفیل سے یہ مبارک ایام دیکھنے کو ملے۔ یہ ایام کیا ہیں، تمام کائنات کا ظہور صرف آپ کے وجودِ باجود کے طفیل ہوا ہے۔ آپ کی محبت ہر مسلمان کے واسطے ایمان کا جزو ہے۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میری محبت اس کے دل میں اپنے باپ اور بیٹے اور تمام آدمیوں سے زیادہ نہ ہو اور سورۂ توبہ کی چوبیسویں آیت قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ﰳاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ دیکھو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اے رسول! کہدو اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارے عزیز اور وہ اموال جو تم نے جمع کئے ہیں اور وہ تجارت جس کے ماند پڑنے کا تم کو کھٹکا لگا رہتا ہے اور وہ مکانات جو تم کو پیارے ہیں تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو منتظر رہو یہاں تک کہ جو اللہ کو کرنا ہے وہ اس کو لا موجود کرے اور اللہ فاسقوں کی جماعت کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔" یعنی اللہ کے عذاب کے منتظر رہو۔ اس حدیث شریف اور آیتِ شریفہ کو اچھی طرح خیال سے پڑھو۔ دیکھ لو آپ کی محبت ہمارے واسطے کتنی ضروری ہے۔ آپ کی محبت مقتضی ہے کہ آپ کی خوشی ہمارے لئے خوشی ہو۔ یقیناً واقعۂ معراج آپ کے لئے بڑی خوشی کا واقعہ ہے اور آپ کی ولادتِ باسعادت کا واقعہ تمام عالم کے واسطے مفتاح ہر خیر و سعادت ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ان دونوں واقعات سے بڑھ کر یقیناً کوئی واقعہ نہیں ہوا ہے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات سراسر فضلِ الٰہی اور رحمتِ نامتناہی ہے اور ارشادِ خداوندی ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا یعنی "کہدو کہ ان کو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے خوش ہونا چاہیے۔"

اور اللہ کی نعمت کا بیان کرنا اور اس کی خوشی کا اظہار کرنا شرعاً مطلوب ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ یعنی "اپنے پروردگار کی نعمتوں اور اس کے احسانات کا تذکرہ اور چرچا کرو"۔ اور بفحوائے مضمون وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ "ان ایامِ مبارکہ کی یاد تازہ کرنی اور ان دنوں میں اللہ کے شکر کا اظہار کرنا یقیناً محمود ہے"۔ اسی لئے تقریباً پونے آٹھ سو سال سے جلیل القدر ائمہ محفلِ میلاد شریف مُنعقد کرنے کے فضائل بیان کر رہے ہیں۔ کیا حنفی، کیا شافعی، کیا مالکی، کیا حنبلی سبھی اس کارِ خیر کو اَحْسَنُ الْمَنْدُوبَات اور اَفْضَلُ الْمُسْتَحَبَّات لکھتے چلے آئے ہیں کہ یہ عمل مبارک مفتاحِ سعادتِ دوجہاں اور مصباحِ ہدایتِ انس وجاں ہے۔

اے عزیزو! جن ائمہ کرام نے اس کارِ خیر کی ابتداء کی ہے اور اس کی تشویق دلائی ہے، یہ وہ بزرگ ہستیاں ہیں جن کو تمام عالمِ اسلام اپنا مقتدا مانتی ہے جن کی کتابیں کیا اہلِ سنت و جماعت اور کیا اہلِ حدیث سب کے لئے مشعلِ راہِ ہدایت بنی ہوئی ہیں۔ اگر اس کارِ خیر میں ذرہ برابر قباحت ہوتی یہ ائمہ دین اس کو افضل مندوبات کس طرح کہتے۔

بے شک علامہ ابنِ تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کے ہم خیال بعض علماء نے اس کارِ خیر کی مخالفت کی ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ان کی مخالفت کس بنا پر ہے۔ صرف کسی کی مخالفت کر دینے سے تو قطعاً قباحت پیدا نہیں ہوتی ہے۔ مثل مشہور ہے۔ ع

فکر معقول بفرما گل بے خار کجا است

وہ کونسا مسئلہ ہے جس میں کسی نہ کسی نے مخالفت نہ کی ہو، البتہ مخالفت کی علت کو دیکھنا چاہیئے۔ اگر علت میں کچھ جان ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کی مخالفت میں بھی کچھ جان ہے ورنہ یہ ایک لغزش ہے جو ان کو پیش آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی لغزشوں کو معاف کرے۔

جمہور علماء نے احادیثِ صحیحہ اور آیاتِ شریفہ سے استنباط کر کے یہ مسئلہ بیان کیا ہے اور اس کارِ خیر کو مستحب قرار دیا ہے جس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ جنھوں نے مخالفت کی ہے ان کی بڑی دلیل یہ ہے کہ یہ کام بدعت ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ یعنی "ہر بدعت ضلالت اور گمراہی ہے"۔ لہٰذا یہ کام ضلالت ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔

ان کی اس دلیل کو دیکھ کر عربی کا مشہور مقولہ یاد آتا ہے۔ ع

حَفِظْتَ شَيْئًا وَغَابَتْ عَنْكَ أَشْيَاءُ

یعنی "ایک بات تو تمہاری نظر میں ہے لیکن اور باتیں نظر سے اوجھل ہیں۔" اب ذرا اس اجمال کی تفصیل سنو۔

صحیح حدیث ہے جس کو امام مسلم اور دیگر ائمہ حدیث نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ. یعنی "جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا پھر اس کے بعد اس اچھے طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس شخص کے واسطے اسی قدر اجر و ثواب لکھا جائے گا جس قدر کہ اس کے بعد سب عمل کرنے والوں کے واسطے اجر و ثواب ہوگا۔ ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں سے کچھ کاٹ کر اس کو ثواب نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے اس کو اجر دے گا۔"

اس حدیثِ شریفہ سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی اچھا کام جاری کرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ اجر و ثواب دے گا اور جب تک وہ اچھا کام ہوتا رہے گا اس کو اچھا اجر و ثواب ملتا رہے گا۔ جو اچھا کام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظہور میں آئے وہ یقیناً بدعت ہے۔ اب اگر ہر بدعت کو گمراہ ہی کہا جائے تو پھر اس حدیث شریف کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ ائمہ دین جن کی نظر دونوں حدیثوں پر تھی وہ اس اشکال کو بخوبی رفع کرتے ہیں۔

امام ابو شامہ کا قول

امام حافظ ابو محمد عبدالرحمٰن شہاب الدین ابو شامہ بن اسماعیل مقدسی شافعیؒ جن کا انتقال چھیاسی سال کی عمر میں ۶۶۵ھ ہجری کو ہوا ہے اور جن کے متعلق طبقات شافعیۃ الکبریٰ میں لکھا ہے کہ وہ مرتبہ اجتہاد کو پہنچ گئے تھے، اپنی کتاب اَلْبَاعِثُ عَلٰی اِنْكَارِ الْبِدَعِ وَالْحَوَادِثِ میں تحریر کرتے ہیں، ان کی اصل عبارت جو عربی میں ہے اَلدُّرُّ الْمُنَظَّم مولفہ مولوی عبدالحق کے صفحہ ننانوے اور سو پر تحریر ہے، انھوں نے سیرتِ شامی میں سے یہ عبارت نقل کی ہے،

میں اس عبارت کا ترجمہ کر کے لکھ رہا ہوں:

"ربیع امام شافعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے کہا ہے محدَث یعنی نئے پیدا شدہ امور دو قسم پر ہیں، ایک وہ جدت ہے جو کتاب یعنی قرآن مجید یا سنت یا اثر یا اجماع کے خلاف واقع ہو یہ محدَث بدعت ہے اور یہی ضلالت ہے۔ دوسری وہ جدت ہے جو بھلائی کے کاموں میں ہو، اس کے اچھا ہونے میں کسی کو اختلاف نہ ہو اگرچہ وہ محدَث ہے یعنی جدید ہے لیکن اس کی برائی نہیں کی گئی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ رمضان کے قیام یعنی تراویح کے بارے میں کہتے ہیں یہ اچھی بدعت ہے جو پہلے نہ تھی۔ جب کوئی جدت اس طرح کی ہو کہ اس کی وجہ سے بیان کردہ اشیاء میں سے یعنی کتاب سنت، اثر، اجماع میں سے کسی ایک کا بھی رد کرنا نہ ہوتا ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے جس کو کرنا باتفاق علماء نہ صرف جائز ہے بلکہ بہتر ہے اور جو اس کو اچھی نیت سے کرے گا اس کے واسطے ثواب کی امید ہے۔ ہر وہ بدعت جو شریعت کے قاعدوں کے موافق ہو اور کسی قاعدہ کی اس میں مخالفت نہ پائی جائے اور نہ اس کی وجہ سے ممنوعات شرعیہ کا مرتکب ہونا پڑے تو وہ بدعت حسنہ ہے، جیسے منبروں (مکبروں)، رباطوں، مدارس، مسافر خانوں کا بنانا اور اسی طرح کے اور بھلائی کے کام جو کہ صدر اول میں نہ تھے، کیونکہ اسی قسم کی بدعتیں سنت کی تعلیمات کے موافق ہیں اور یہ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کے زمرے میں داخل ہیں یعنی "پرہیزگاری اور بھلائی میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔" اسی قسم کی اچھی بدعتوں میں سے ایک بہت اچھی بدعت وہ ہے جو ہمارے زمانہ میں ایجاد ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ شہر اربل میں خاص اس دن کو جو نبی صلی اللہ علیہ کے یوم ولادت کے موافق آن کر واقع ہوتا ہے ہر سال خیرات اور اچھے کام اور زینت کرتے ہیں، خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ جو بھلائی اس دن فقیروں کے ساتھ کی جاتی ہے (یعنی ان کو کھانا کھلایا جاتا ہے، خیرات دی جاتی ہے) اس کے علاوہ خوبی اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ خوشی کرنے والے کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم اور اجلال ہے اور اس طرح کرنے سے اللہ کا شکر بھی ادا ہوتا ہے کہ اللہ نے ہم پر احسان کیا کہ اپنے رسولؐ کو جو تمام عالم کے واسطے رحمت ہے پیدا کیا۔ سب سے پہلے یہ اچھا کام شہر موصل کے ایک مشہور، نیک اور صالح شخص نے کیا

جس کا نام عمر بن محمدؒ ہے، اس کی پیروی اور اتباع کرتے ہوئے اربل کے بادشاہ اور دوسرے لوگوں نے یہ نیک کام شروع کیا۔" تمام ہوئی عبارت ابو شامہؒ کی۔

امام شافعیؒ کا قول

ربیعؒ جو امام شافعیؒ سے نقل کر رہے ہیں، یہ امام شافعی کے خاص شاگرد ہیں۔ امام شافعی کے اس قول کو علامہ بیہقیؒ نے بھی مناقب شافعی میں سند کے ساتھ نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

قَالَ الشَّافِعِیُّ اَلْمُحْدَثَاتُ مِنَ الْاُمُوْرِ ضَرْبَانِ اَحَدُهُمَا مَا اُحْدِثَ مِمَّا یُخَالِفُ کِتَابًا اَوْ سُنَّةً اَوْ اَثَرًا اَوْ اِجْمَاعًا فَهٰذِهٖ الْبِدْعَةُ الضَّالَّةُ وَالثَّانِیَةُ مَا اُحْدِثَ فِیْهِ مِنَ الْخَیْرِ لَا خِلَافَ فِیْهِ لِوَاحِدٍ وَّهٰذِهٖ مُحْدَثَةٌ غَیْرُ مَذْمُوْمَةٍ وَقَدْ قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ قِیَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ یَعْنِیْ اِنَّهَا مُحْدَثَةٌ لَمْ تَكُنْ وَاِنْ كَانَتْ فَلَیْسَ فِیْهَا رَدٌّ لِمَا مَضٰی۔ اِنْتَهٰی

علامہ عزالدین عبدالسلامؒ اور دیگر ائمہ اعلامؒ نے بدعت کی باقاعدہ تقسیم کی ہے اور کہا ہے کہ "بدعت پانچ قسم پر ہے: ایک۱ وہ بدعت ہے جو حکم میں واجب کے ہے، اس کا کرنا ضروری ہے۔ ایک۲ وہ بدعت ہے جو حکم میں مستحب کے ہے، اس کا کرنا بہتر ہے۔ ایک۳ وہ بدعت ہے جو حکم میں مباح کے ہے، اس کا کرنا اور نہ کرنا برابر ہے۔ ایک۴ وہ بدعت ہے جو حکم میں مکروہ تنزیہی کے ہے، اس کا نہ کرنا بہتر ہے۔ ایک۵ وہ بدعت ہے جو حکم میں مکروہ تحریمی کے ہے، اس کا نہ کرنا ضروری ہے۔ ان علماء نے ہر قسم کی علیحدہ مثالیں دی ہیں۔ مولود شریف کو ائمہ اعلام اور جلیل الشان حفاظ نے بدعت کی اس قسم میں سے کہا ہے جس کو مستحب کا حکم دیا گیا ہے۔ دیکھو علامہ ابو شامہؒ نے لکھا ہے اس قسم کی اچھی بدعتوں میں سے ایک بہت اچھی بدعت وہ ہے جو ہمارے زمانہ میں ایجاد ہوئی ہے۔" یہ تو جمہور علماء کا مذہب اور ان کی اصطلاح ہے جس کا بیان ہوا ہے۔ بعض گرامی قدر علماء نے فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وارد ہے یعنی "ہر بدعت گمراہی ہے۔" اس حدیث شریف پر نظر رکھتے ہوئے ہم بدعت صرف چوتھی اور پانچویں قسم کو کہیں گے یعنی وہ بدعت جو حکم میں مکروہ

کے ہے اور یہی بدعت ضلالت ہے اور جو بدعت تیسری قسم کی ہے اس کو مباح کہیں گے اور جو بدعت وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کے زمرہ میں ہے اور جس کے کرنے سے اسلام کی عزت اور دین کی خدمت ہوتی ہے، اس کو ہم بدعت کا نام نہیں دیں گے کیونکہ حدیث شریف میں ایسے نئے اچھے کام کے لئے سنتِ حَسَنَہ کا لفظ آیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے اچھے امور کا نام سنتِ حسنہ رکھا ہے اور آپ ہی کا تجویز کردہ نام بہتر واولیٰ ہے اور وہ پہلی اور دوسری قسم کی بدعت ہے۔ علماء کی اس جماعت کا جمہور علماء سے قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے، صرف تسمیہ اور اصطلاح میں فرق ہے اور مقولہ مشہور ہے وَلَا مَشَاحَةَ فِي الْاِصْطِلَاحِ یعنی اپنی اپنی اصطلاح بنانے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ بدعتِ حسنہ کہہ دو، چاہے سنتِ حسنہ، مدعا اور مسمّیٰ تو ایک ہی ہے۔"

یہ ہے علماء کی بحث جو بدعت کے بارے میں تھی۔ تعجب ہے ان لوگوں پر جو اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں اور وہ اپنے کو ائمہ اربعہ میں سے کسی کا متبع بتاتے ہیں اور محفلِ مبارک میلاد شریف کے بارے میں عوام سے کہتے ہیں کہ یہ فعل بدعت ہے، اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے لہٰذا یہ فعل گمراہی وضلالت ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔

اگر یہ لوگ ہر بدعتِ حَسَنَہ کے بارے میں یہی کہتے تو کہا جا سکتا تھا کہ انھوں نے ایک حدیث شریف کے ظاہری لفظ کو پکڑ لیا ہے اور یہ دوسری حدیث سے اور ائمۂ دین کے اقوال سے بے بہرہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت اور سمجھ دے لیکن دیکھا یہ جا رہا ہے کہ یہ لوگ باقی تمام بدعتوں کو جن کو علماء نے بہ اتفاق بدعت بتایا ہے اور کہا ہے کہ یہ اچھی بدعتیں ہیں بہت شوق سے کر رہے ہیں، کبھی کوئی شخص اعتراض نہیں کرتا پھر مولود شریف کے بارے میں یہ شور کیسا! اِنَّ هٰذَا الْعَجِيْبُ جِدًّا۔

صحابہ کرامؓ کے وقت میں قرآن مجید کے حروف پر نقطے نہ تھے، حرکات کا وجود نہ تھا۔ علامہ قاضی خاںؒ حضرت امام عالی مقام کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ قرآن مجید پر نقطے اور حرکات لگانے کو مکروہ سمجھتے تھے لیکن آپ کے بعد علماء نے صرف پسند ہی نہیں کیا بلکہ ضروری قرار دے دیا اور آپ کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ نے فرما دیا وَنِعْمَتَ الْبِدْعَةُ ... یعنی یہ تو بہت

اچھی بدعت ہے۔" بعد میں علماء نے اس بدعت پر اور چار چاند لگائے، قرآن مجید کے تیس پارے کیے، ہر پارہ کا نصف اور ربع اور ثلث مقرر کیا، پھر بعض علماء نے دس دس آیتوں کا حساب لگا کر عشر مقرر کیا جس کا رواج عربی ممالک میں ہے اور بعض علماء نے رکوع بنائے جس کا رواج ہندوستان وغیرہ میں ہے۔ مسجدوں میں تکبیر کہنے والوں کے واسطے مکبّر بنائے۔ بعض مسجدوں میں عورتوں کے واسطے پردے کا انتظام کر کے ایک حصہ مخصوص کر دیا۔ مسجدوں میں گھنٹے لگائے، گھڑیوں کے حساب سے نمازوں کے اوقات مقرر کیے کہ اتنے بجے ظہر کی نماز ہوگی، اتنے بجے عصر کی، اتنے بجے عشاء کی، اتنے بجے فجر کی، اتنے بجے جمعہ کی، کیا مجال جو اس وقت سے ذرا پہلے نماز شروع کر دی جائے، حالانکہ نماز کا وقت ہو جاتا ہے۔ علوم دین پڑھنے کے واسطے مدارس تعمیر کیے، طالب علموں کے واسطے دار الاقامت بنائے، یتیم خانے، محتاج خانے، مسافر خانے، شفاخانے بنائے، اذانوں کے لئے منارے بنائے، وضو کرنے کے لئے مسجدوں میں حوض بنائے، سردیوں میں گرم پانی کا انتظام کیا، مسجد کے لئے امام اور مؤذن مقرر کیے، یہ سب چیزیں اور اس قسم کی صدہا چیزیں یقیناً بدعت ہیں۔ یہ لوگ ان چیزوں سے کیوں نہیں روکتے اور ان کے بارے میں عوام کو کیوں نہیں کہتے کہ یہ سب بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے، لہٰذا یہ سب چیزیں گمراہی ہیں۔ والعیاذ باللہ۔

یہ واعظ صاحبان کیوں نہیں عوام سے کہتے کہ امام اور مؤذن اور علماء اور قراء کے لئے تنخواہ یعنی امام اعظمؒ کے قول سے ٹھیک نہیں ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ان باتوں کا وجود نہ تھا۔ لہٰذا یہ سب گمراہی میں سے ہیں۔

افسوس صد افسوس یہ لوگ عوام کو کس بری طرح سے بہکاتے ہیں اور کس ڈھب سے مغالطے میں ڈالتے ہیں۔ فَاِلَی اللّٰہِ الْمَفْزَعُ وَاِلَیْہِ الْمُشْتَکٰی وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

عوام کو بہکا دینا اور شئے ہے اور اظہار حقیقت اور مسئلہ کا بیان کرنا اور شئے ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ ع "نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند"

بعض لوگ خاص بارہ ماہ مبارک ربیع الاوّل کی شب کو محفل مبارک میلاد شریف منعقد کرنے پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تعیین تاریخ کا ٹھیک نہیں اور اس وجہ سے اس کار خیر میں قباحت آ گئی۔

یہ لوگ اگر ذرا آیتِ شریفہ وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللهِ پر نظر فرمائیں اور حدیثِ یومِ عاشورا پر دھیان لگائیں اور حدیثِ عقیقہ اور حدیثِ نزولِ آیت کو سمجھیں تو یقیناً علامہ ابنِ حجرؒ اور دیگر اکابر کے ہم نوا ہو کر کہدیں گے کہ محفل میلاد شریف خاص اس تاریخ کو اور رجبیہ کا جلسہ خاص ستائیس رجب کی رات کو نہ صرف جائز ہے بلکہ بہتر یہی ہے کہ ان ہی تاریخوں میں یہ مبارک محفلیں قائم کی جائیں تاکہ حدیثِ صوم یوم عاشوراء سے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا اور بارۂ نزولِ مائدہ سے پوری طرح مطابقت آجائے۔

بخاری اور دیگر کتب حدیث میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جمعرات کا دن وعظ کے واسطے مقرر کر دیا تھا۔ لوگوں نے ان سے کہا آپ اگر ہر روز وعظ کریں تو بہتر ہے۔ آپ نے کہا کہ میں ہر روز وعظ کر کے تمہاری طبیعت کو سیر کرنا نہیں چاہتا تاکہ تم شوق سے وعظ سنو گے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہماری طبیعت کو سیر ہونے کا موقع نہ دیتے تھے۔ اگر کسی نیک کام کے واسطے دن یا تاریخ یا وقت کا مقرر کرنا ٹھیک نہ ہوتا تو حضرت ابن مسعودؓ کس طرح جمعرات کا دن مقرر کرتے۔ سالہاسال سے حجاز، شام، فلسطین، مصر، جزائر، مراکش، عراق، ہندوستان وغیرہ میں گھڑیوں کے حساب سے نمازوں کے اوقات مقرر کئے جاتے ہیں، تمام عربی مدارس میں پڑھائی کے گھنٹے مقرر کئے جاتے ہیں، تقسیم اسناد کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ آخر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے، ان سب چیزوں میں اور ان کی طرح دیگر دسیوں چیزوں میں تعیین کی وجہ سے جب خرابی نہیں پیدا ہوتی تو پھر محفل مبارک میلاد شریف یا رجبیہ شریف میں کیوں خرابی پیدا ہو گئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ محفل میلاد شریف بالذات ایک مستحسن فعل ہے لیکن ہندوستان میں اس مبارک محفل میں نامشروع امور سرزد ہوتے ہیں اس لئے میلاد شریف نہ کرنا چاہیئے۔

ان لوگوں کی بات نہ رِوَایَۃً ٹھیک ہے اور نہ دِرَایَۃً ٹھیک ہے۔ اس فقیر مولفِ رسالہ نے جب سے آنکھ کھولی ہے اور جب سے ہوش سنبھالا ہے، برابر میلاد شریف کی محفلوں کو دیکھتا چلا آرہا ہے۔ یہی دیکھا ہے کہ محفل کو حسبِ مقدور آراستہ کیا جاتا ہے۔ ایک شخص جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بِنَفْسِیْ هُوَ وَبِاَبِیْ وَاُمِّیْ کے احوال شریفہ پڑھتا ہے، لوگ شوق سے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احوالِ شریفہ سنتے ہیں، بیان سے فارغ ہونے کے بعد بعض اشخاص نعتیہ قصائد پڑھتے ہیں جس کو سن کر سب کے شوق اور محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اخیر میں سب کو شیرینی تقسیم کی جاتی ہے اور سب آپ کی

یاد لے کر مسرور القلب گھر کو لوٹتے ہیں۔ محفل میلاد شریف میں اگر کی بتی اور عود جلاتے ہیں، پھول رکھتے ہیں، عرق گلاب چھڑکتے ہیں، عطر ملتے ہیں اور ولادت شریف کا ذکر سن کر آپ کی محبت اور تعظیم میں سب کھڑے ہوجاتے ہیں اور آپ پر سلام پڑھتے ہیں۔ یہ سب وہ باتیں ہیں جن کو علماء نے کرنے کو لکھا ہے، فعل حرام کا قطعاً ارتکاب نہیں ہوتا ہے جو بیجا اعتراض اس قسم کی غلط بیانی کرتے ہیں۔ بالفرض والتقدیر اگر مان لیا جائے کہ کسی جگہ محفل میلاد شریف میں نامشروع امور کئے جاتے ہیں تو ان علماء کو از روئے قواعد شرعیہ ان محرمات شرعیہ سے عوام کو روکنا چاہیے۔ ان کو مناسب ہے کہ عوام سے کہیں اے بندگان خدا! تم کیوں یہ حرام کام کرکے اپنی نیکی کو ضائع کرتے ہو، تم کیوں ارتکاب معاصی کرکے اپنے کو گنہگار بناتے ہو۔ خدا سے ڈرو، اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل احترام کرو، آپ کا ذکر شریف کا پورا ادب کرو، ناجائز اور حرام امور کا ارتکاب کرکے آپ کے ذکر شریف کی محفل کی تحقیر نہ کرو۔ علماء نے لکھا ہے کہ اگر نماز جمعہ یا عیدین یا تراویح کے موقعہ پر کسی ناجائز امر کا ارتکاب کوئی کرنے لگے مثلاً مرد اور عورت خلط ملط ہوکر یعنی مل جل کر نماز پڑھیں تو اس ناجائز فعل کی وجہ سے نماز پڑھنے سے نہیں روکا جائے گا بلکہ علماء پر لازم ہے کہ وہ عوام کو اس ناجائز فعل سے منع کریں۔ اسی طرح پر اگر نکاح یا ولیمہ یا عقیقہ یا ختنہ یا حفظ قرآن یا حاجی کے آنے کی خوشی کے موقع پر ناجائز امور کا ارتکاب ہونے لگے تو ان خوشیوں کے کرنے سے نہیں روکا جائے گا بلکہ فعل حرام سے منع کیا جائے گا۔

بنابریں اگر کسی جگہ محفل مبارک میلاد شریف میں کوئی حرام فعل ہوتا ہو تو علماء کو چاہیے کہ اس حرام فعل سے منع کریں۔ محفل میلاد شریف منعقد کرنے سے روکنا سراسر غلطی اور قواعد شرعیہ کی خلاف ورزی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں محفل میلاد سرور کائنات علیہ افضل الصلوات و ازکی التسلیمات ہندوؤں کے مشرکانہ رسم جنم، کنہیا کی تشبیہ اور تمثیل ہے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ ثُمَّ الْعِیَاذُ بِاللّٰہِ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاہِھِمْ۔ افسوس صد افسوس! یہ لوگ محفل پاک میلاد شریف کو کیسی قبیح تمثیل دیتے ہیں۔ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ بِاَحْوَالِ النَّاسِ فَھُوَ جَاھِلٌ جو لوگوں کی حالت اور زمانے کی کیفیت سے ناواقف ہو وہ جاہل ہے، اس کو فتویٰ نہیں دینا چاہیے۔ یہ لوگ اسلام کی تاریخ سے اور مسلمانان عالم کے احوال سے بے خبر ہیں ان کو یہ بھی خبر نہیں ہے کہ محفل مبارک

میلاد شریف اس مروّجہ کیفیت اور مشہودہ طریقہ پر کب سے منعقد ہو رہی ہے اور اس کار خیر کی ابتداء کس ملک میں ہوئی ہے اور کس نے کی ہے؟

شہر موصل میں جو عراق میں واقع ہے، ایک مشہور نیک اور صالح شخص رہتے تھے، ان کا نام عمر بن محمد تھا، انھوں نے اس کار خیر کی ابتدا کی ہے، جیسا کہ علامہ ابو شامہؒ نے لکھا ہے۔ ان کو دیکھ کر اربل کے بادشاہ سلطان ابو سعید مظفر الدین کوگری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت بڑے پیمانے پر اس کار خیر کو کرنا شروع کیا۔ علامہ حافظ ابو الخطاب ابن دحیہؒ نے مولود شریف کے بیان میں ایک کتاب لکھ کر بادشاہ کو پیش کی، اس کتاب کا نام اَلتَّنْوِیْرُ فِیْ مَوْلِدِ السِّرَاجِ الْمُنِیْرِ ہے۔ ۶۰۴ھ ہجری کو یہ کتاب حافظ ابن دحیہؒ نے محفل میلاد شریف میں پڑھی، بادشاہ بہت مسرور اور محظوظ ہوا، اس نے ایک ہزار اشرفی بطور انعام کے علامہ ابن دحیہؒ کو دیئے۔ یہ بادشاہ بڑا ہی متقی، دیندار، پارسا، نیک، عادل، شجاع اور مرد مجاہد تھا، اس مبارک تقریب پر ہر سال لاکھوں روپیہ خرچ کرتا تھا، غریبوں کو کھانا کھلاتا تھا، روپیہ تقسیم کرتا تھا۔ بڑے بڑے ائمہ نے اس کی تعریف لکھی ہے، اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو نور سے معمور کرے اور اس کو آخرت میں درجات بلند عنایت فرمائے۔ چونکہ اس بادشاہ نے اس کار خیر کو بہت بڑے پیمانے کے ساتھ شروع کیا اس لئے اطراف واکناف عالم میں اس کے نام کا چرچا ہو گیا اور اکثر لوگ یہ سمجھ بیٹھے کہ اس کار خیر کی ابتداء اس نیک دل بادشاہ نے کی ہے حالانکہ ابتداء اس مرد صالح نے کی ہے البتہ اشتہار کا باعث یہ بادشاہ صالح ہوا ہے۔ چونکہ یہ فعل خلوص پر مبنی تھا اور اس سے اسلام کی عزت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ... تھی اس لئے ائمہ اعلام نے اس فعل کو از حد پسند کیا اور تالیفات و تصنیفات کر کے لوگوں کو تشویق دلائی، اور ... لیٰ کے فضل وکرم سے تھوڑے ہی عرصے میں تمام ممالک عربیہ میں اس افضل بدعت حسنہ اور احسن سنت مستحسنہ کا رواج پورے طریقے پر ہو گیا۔

تقریباً اب سے پونے آٹھ سو سال پہلے اللہ کے خاص نیک بندوں نے اس اَعَزُّ الْقُرُبَاتِ اور اَشْرَفُ الْمَثُوْبَاتِ کا سنگ بنیاد آیت نزول مائدہ اور حدیث صوم یوم عاشوراء کی روشنی میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے رکھا اور پھر جناب حبیب خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے آیت وَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللّٰهِ اور حدیث عقیقہ کی ہدایت میں اس محکم بنیاد پر یہ قصر مفتخر تعمیر کیا اور پھر اعلاء ذکر شریف اور اظہار دین حنیف کے لئے آیت وَاَمَّا

بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ○ اور آیت مدیث نزول اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ پر نظر رکھتے ہوئے اس تصورِ عالی کو خوب آراستہ اور پیراستہ کیا کہاں ان اللہ کے بندوں کے مبارک عزائم اور کہاں ہندوستان کے مشرکانہ ناپاک مراسم۔

ع چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

اے عزیزو! اس مبارک محفل میں شمع رسالت اور انوارِ وحدت کی ضیا پاشی ہو رہی ہے، اس کو کفر کی ظلمت اور شرک کی نجاست سے کیا لگاؤ۔ بُرا ہو اس تعصب کا جس کی وجہ سے گل بہ رنگِ خار اور نُورِ مبین نار نظر آ رہا ہے۔

جو دل سے پردۂ غفلت ہو دُور آپ سے آپ | نصیب دل ہو دوام حضور آپ سے آپ
کھلے گا رازِ محبت ضرور آپ سے آپ | اس آفتاب کا ہوگا ظہور آپ سے آپ
خدا جو چاہے تو روشن ہو گور آپ سے آپ | مری لحد پہ جلے شمع نور آپ سے آپ
ہمارا مزرعِ دل تو نہیں ہے لائقِ نذر | مگر قبول کرے برقِ طور آپ سے آپ
ترے خیال میں آنکھیں ہیں خود بخود روشن | ہے ترے ذکر میں دل کو سرور آپ سے آپ
بہ سانِ سایۂ دیوار تیرے کوچہ میں | نہ ہوں گے ہم درِ دولت سے دور آپ سے آپ
حبیبِ حضرت موسیٰؑ، محبِ احمدؐ ہے | اگر کو ڈھونڈتی ہے برقِ طور آپ سے آپ

یہ گھر چراغِ فیوضِ عمر سے روشن ہے
نہیں ہے غیر کے سینہ میں نور آپ سے آپ

ہندوستان میں ایسے لوگوں کی قوتِ اجتہادیہ کی اگر یہی رفتار رہی تو کچھ بعید نہیں کہ شعائر اللہ کے بارے میں تھوڑے دنوں بعد سننے میں آئے یہ ہندوستان کے مشرکانہ رسوم کا چربہ ہیں۔ آبِ زمزم سے نہانا گنگا اشنان کی تقلید ہے، بیت اللہ شریف کی طرف سجدہ کرنا اور اس کا طواف کرنا اور حجرِ اسود کو بوسہ دینا پوجا پاٹ کی پیروی ہے۔ میدانِ عرفات اور منیٰ کا جانا کاشی اور ہردوار جانے کی تمثیل ہے اور اسی طرح اسلام کے دیگر فرائض اور اعمال کے بارے میں بھی سنا جائے جیسا مشہور ہے كُلُّ اِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيْهِ یعنی ہر برتن میں سے وہی رِستا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔ جو شخص اسلام کی تاریخ سے بے خبر ہو، مسلمانانِ عالم کی حالت سے ناواقف ہو اس نے جب سے آنکھ کھولی

ہے اور جب تک کہ آخرت کا سفر کیا ہے ہندوستان میں رہ کر صرف ہندوستانی علماء کو دیکھا ہے تو وہ ان ملفوظات کے سوائے اور کیا کہے گا۔ جس شخص نے حدیث شریف کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ کے دقائق کو پوری طرح نہ سمجھا ہو اور جو حدیث شریف مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ کے معانی کا حظ واقف نہ ہو تو وہ سوائے ان باتوں کے اور کیا کہے گا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

تو نقش نقشبنداں را چہ دانی	تو طفلی کارِ مرداں را چہ دانی
گیاہِ سبز داند قدرِ باراں	تو خشکی قدرِ باراں را چہ دانی
ہنوز از کفر و ایمانت خبر نیست	حقائق ہائے ایماں را چہ دانی

علامہ ابن جوزی اور دوسرے ائمہ اسلام نے لکھا ہے جو شخص میلاد شریف کی خوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام سال اس شخص کو امن و امان سے رکھتا ہے، اس کی مراد میں بر لاتا ہے، اس کی مشکلیں آسان کرتا ہے۔

فقیر مؤلف رسالہ کہتا ہے جو کچھ بھی ان ائمہ دین نے کہا ہے، اس سے کہیں زیادہ خیر و برکت محفل مبارک میلاد شریف منعقد کرنے میں ہے۔ یقیناً آپ کے ذکر خیر سے دلوں میں آپ کی محبت اور تعظیم پیدا ہوتی ہے اور آپ ہی کی محبت اصل اصول ایمان اور روح و راحت جسم و جاں ہے۔

خواجۂ دنیا و دیں گنج وفا	صدر و بدرِ ہر دو عالم مصطفےٰ
آفتابِ شرع و دریائے یقین	نورِ عالم رحمۃ للعالمین
جانِ پاکاں خاکِ جانِ پاک او	جاں رہا کن آفرینش خاک او
خواجۂ کونین و سلطانِ ہمہ	آفتابِ جان و ایمانِ ہمہ
صاحبِ معراج و صدرِ کائنات	سایۂ حق خواجۂ خورشید ذات
ہر دو عالم بستۂ فتراکِ او	عرش و کرسی قبلہ کردہ خاکِ او
پیشوائے ایں جہان و آں جہاں	مقتدائے آشکارا و نہاں
مہترین و بہترین انبیاء	رہنمائے اصفیا و اولیاء
مہدیٔ اسلام و ہادیٔ سبل	مفتیٔ غیب و امامِ جزو و کل
حق چو دید آں نورِ مطلق در حضور	آفریں از نورِ او صد بحرِ نور
اصلِ معلومات و موجودات بود	نورِ او مقصودِ مخلوقات بود
بہرِ نورش آں یک جہاں را آفرید	بہرِ او خلقِ جہاں را آفرید
آفرینش را جز او مقصود نیست	پاک دامن تر از او موجود نیست

اے بندگانِ خدا! ان ائمہ کرام سے بڑھ کر تم کو مسئلہ سمجھانے والا، حق بات بتانے والا اور راہِ ہُدیٰ دکھانے والا اور کون ملے گا۔ یہ تو وہ مبارک ہستیاں ہیں جن کی کتابیں سینکڑوں برس سے تمام عالم اسلام کے لئے مشعلِ راہِ ہدایت بنی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ یعنی اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل علم سے دریافت کر لو۔" یہ اہلِ علم پورے اطمینان اور کمال وثوق کے ساتھ سینکڑوں برس سے کہتے چلے آئے ہیں کہ جناب حبیب خدا سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت شریف کو خوب خوشی کا اظہار کرو، خیرات و صدقات کرو، اللہ کی عبادت کرو، مولود شریف کے جلسے کرو، آپ کے احوال شریفہ خود سنو اور دوسروں کو سناؤ تاکہ اسلام کا نام روشن ہو اور اللہ تم پر اپنا فضل فرمائے اور تم کو امن و امانِ ایمان اور سلامتی در ہر دو جہاں نصیب ہو۔

انصاف سے دیکھو جب تک عام طور سے مسلمان ایسے امور خیر کرتے رہے وہ اطمینان کی زندگی بسر کرتے رہے، ان کے قلوب مطمئن رہے لیکن جب سے بدعت کی گردان جا و بے جا دُہرائی جانے لگی ہے خیر و برکت میں کمی آگئی ہے، اطمینانِ قلب مفقود ہو چلا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ "اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جو ہے کسی قوم کو، جب تک وہ نہ بدلیں جو اپنے بیچ ہے۔"

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے استاد حضرت مولانا مولوی رحمت اللہ صاحب کیرانوی مہاجر مکی علیہ الرحمۃ والرضوان، جن کا مدرسہ صولتیہ مشہور و معروف ہے، کی کچھ عبارت دربارہ محفل میلاد شریف نقل کروں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"میرے اساتذہ کرام اور میرا عقیدہ مولود شریف کے بارے میں قدیم سے یہی تھا۔ اور یہی ہے۔ بلکہ بحلف سچ سچ ظاہر کرتا ہوں کہ میرا ارادہ ع بدیں زیستم ہم بریں بگزرم (ترجمہ ع اسی پر جیا ہوں اسی پر مروں میں) اور عقیدہ یہ ہے کہ انعقادِ مجلس میلاد بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو جیسے تغنی اور باجا اور کثرت سے روشنی بے موقع نہ ہو بلکہ روایاتِ صحیحہ کے موافق ذکر معجزات اور ذکر ولادتِ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا جائے اور بعد اس کے اگر طعام پختہ یا شیرینی بھی تقسیم کی جائے اس میں کچھ حرج نہیں بلکہ اس زمانے میں جو ہر طرف سے

پادریوں کا شور بازاروں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دین کی مذمت کرتے ہیں اور دوسری طرف آریہ لوگ (خدا ان کو ہدایت کرے) پادریوں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ شور مچا رہے ہیں؛ ایسی محفل کا انعقاد ان شروط کے ساتھ جنہیں نے اوپر ذکر کی ہیں، اس وقت میں فرض کفایہ ہے۔ میں مسلمان بھائیوں کو بطور نصیحت کے کہتا ہوں ایسی محفل کرنے سے منہ نہ رکیں اور اقوال بے جا منکروں کی طرف سے جو تعصب سے کہتے ہیں، ہرگز نہ التفات کریں اور تعیین یوم میں اگر یہ عقیدہ نہ ہو کہ اس کے ماسوا اور دن جائز نہیں تو کچھ بھی حرج نہیں اور جواز اس کا بخوبی ثابت ہے اور قیام وقت ذکر میلاد کے چھ سو برس سے جمہور علماء صالحین نے متکلمین اور صوفیہ صافیہ اور علماء محدثین نے جائز رکھا ہے“ الخ۔

مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ روایاتِ صحیحہ کے موافق آپ کا ذکر شریف کیا جائے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ یہاں لفظ صحیح لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے جو کہ موضوع کا مقابل ہے یعنی ہر وہ روایت جو جھوٹی نہ ہو اس کا بیان کرنا جائز ہے چاہے وہ محدثین کی اصطلاح میں صحیح ہو، چاہے حسن ہو، چاہے ضعیف ہو، کیونکہ علماء کرام نے فضائل کے بیان کرنے میں احادیثِ ضعیفہ کے بیان کرنے کو اور اس سے استدلال کرنے کو باتفاق جائز قرار دیا ہے۔ علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی جَوَازِ الْعَمَلِ بِالْحَدِیْثِ الضَّعِیْفِ فِیْ فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ. یعنی علماء نے اعمال کے فضائل کے بارے میں ضعیف حدیث پر عمل کرنے کو باتفاق جائز قرار دیا ہے“ اور علامہ سید شریفؒ لکھتے ہیں: وَیَجُوْزُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ التَّسَاهُلُ فِیْ فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ. یعنی اعمال کے فضائل کے بارے میں جو ضعیف حدیثیں بیان کی جائیں ان کے اسناد کے بارے میں علماء نے تساہل کرنے کو جائز قرار دیا ہے“ یعنی ایسے مواقع پر زیادہ پرکھنے کی ضرورت نہیں ہے، بس اتنا ہو کہ حدیث موضوع یعنی جھوٹی نہ ہو۔ فضائل اعمال کے ہوں یا فضائل سورتوں کے ہوں یا اشخاص کے ہوں یا امکنہ کے ہوں یا ازمنہ کے ہوں سب کا حکم یہی ہے اور یہی علماء کا مسلک ہے۔ اسی لئے سیرتِ نبوی میں ائمہ گرامی نے جو کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں روایاتِ ضعیفہ بکثرت موجود ہیں۔

مولوی صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ اس زمانے میں محفلِ میلاد شریف کا منعقد کرنا

فرضِ کفایہ ہے۔ مولوی صاحب نے غدر ۱۸۵۷ء سے پہلے ہندوستان کی کیفیت دیکھی تھی اور اس پر یہ مشورہ دیا تھا، اگر وہ اب ہندوستان کی حالت دیکھتے اور بالخصوص غدر ۱۹۴۷ء کے بعد کی حالت مسلمانوں کی ملاحظہ کرتے تو واللہ اعلم کیا کچھ تحریر فرماتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے، انھوں نے زمانے پر نظر ڈالی اور لوگوں کی حالت کو دیکھا اور صحیح اور مفید مشورہ دیا۔

اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ وعمّ احسانہٗ کا بڑا ہی کرم اور احسان ہے کہ ماہِ مبارک ربیع الاوّل کو ہندوستان میں محرماتِ شرعیہ کا ارتکاب نہیں کیا جاتا ہے، یہاں تو صرف وہی باتیں کی جاتی ہیں جن کا بیان پہلے کیا جا چکا ہے اور جس کو علامہ ابن حجرؒ اور دیگر علماء نے جائز قرار دیا ہے۔ البتہ مصر وغیرہ میں اس تاریخ کو عام طور سے خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے، کیا امیر اور کیا غریب، کیا علماء اور کیا جُہلاء، سبھی اس دن کو سب سے بڑی عید کا دن سمجھتے ہیں۔ بعض جاہل اس خوشی کے دن ناچ اور رنگ رلیاں مناتے ہیں، فسق و فجور اور محرّماتِ شرعیّہ کا ارتکاب کرتے ہیں، وہ یہ خرافات محفل مبارک میلاد میں نہیں کرتے ہیں بلکہ عید یوم میلاد میں کرتے ہیں۔ وہاں کے علماء ان کو نصیحت کرتے رہتے ہیں اور ان کو اس مبارک دن میں ناشائستہ اعمال و افعال کرنے سے روکتے ہیں۔ علامہ سیوطیؒ کا رسالہ حُسنُ المَقصِد کے مطالعہ سے بھی اس کا پتہ چل سکتا ہے، کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مولوی صاحب نے مصلحت کی بناء پر مشورہ دیا ہے اور مصلحت کا لحاظ کرنا کوئی شئے نہیں ہے، لہٰذا آپ کا مشورہ کوئی شئے نہیں ہے، کیونکہ یہ خیال درست نہیں ہے۔ شریعت مطہّرہ نے مصلحت کو نظر انداز نہیں کیا ہے۔ میں صرف دو مثالیں لکھتا ہوں، ایک ایسی جس میں مصلحت کی بناء پر کام کو نہیں کیا ہے، دوسری ایسی جس میں مصلحت کی بناء پر کام کو کیا ہے۔ پہلی مثال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اگر تمہاری قوم کا نیا نیا ایمان نہ ہوتا میں بیت اللہ شریف کو توڑ کر اس کی اصلی حالت اور قدیمی بنیادوں پر از سر نو اس کو بناتا، عرب نے بیت اللہ شریف کا ایک حصہ نکال دیا ہے جو کہ حطیم کہلاتا ہے اور بیت اللہ شریف کی کرسی بہت بلند کر دی ہے اور اس کا ایک دروازہ مشرق کی طرف رکھا ہے، میں حطیم کو بیت اللہ شریف میں داخل کرتا اور اس کی کرسی زمین کے برابر کرتا اور دو دروازے رکھتا، ایک مشرق کی طرف اور ایک مغرب کی طرف۔

۱۳۴۱ ہجری میں نجدیوں نے حرمین شریفین کے گنبدوں اور مزارات شریفہ کو توڑا
تو مجھ سے جناب استاذی حضرت الشیخ الولی مولانا مولوی عبدالعلی رحمۃ اللہ علیہ نے چار سال بعد
۱۹۴۵ء کو جب میں آپ سے حدیث شریف پڑھتا تھا اور دورے میں شریک تھا۔ بخاری شریف
کی حدیث جس کا مطلب اوپر لکھ چکا ہوں، کے بیان میں فرمایا: نجدیوں کا یہ فعل اس حدیث شریف
کی رُو سے اچھا نہیں ہے، انھوں نے گنبد اور مزارات شریفہ کو توڑ کر تمام دنیا کے مسلمانوں کو رنجیدہ
کیا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مسلمانوں کو رنج نہ پہنچنے کی وجہ سے بیت اللہ
شریف کو اس کی اصلی حالت پر لانا پسند نہیں کیا۔

دوسری مثال، خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں بیت المقدس
تشریف لے گئے، امرائے افواجِ اسلام یزید بن ابی سفیان وغیرہ آپ کی خدمت میں زرق برق
مکلّف لباس پہن کر بڑی شان و شوکت سے حاضر ہوئے۔ آپ کی نظر جب ان جانبازانِ اسلام
پر پڑی اور ان کے مکلّف لباس کو آپ نے دیکھا تو اپنی اونٹنی پر سے اُتر پڑے اور کنکریاں اٹھا کر
ان پر پھینک ماریں اور فرمایا: افسوس ہے تم پر کہ تم اتنے جلدی بدل گئے۔ انھوں نے عرض کیا:
اے امیرالمومنین! ہم اسلام کے مورچے پر ہر وقت کافروں کے سامنے رہتے ہیں، ہم نے صرف
ان کی نظر میں اسلام کی عزت اور مسلمانوں کی شوکت ظاہر کرنے کے لئے یہ کیفیت اختیار کی ہے۔
یہ جواب سن کر آپ کا غصہ فرو ہوا اور آپ نے فرمایا: اگر یہ بات ہے تو تم جانو اور تمہارا کام۔

مولوی صاحب نے قیام کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے، درست اور صحیح تحریر فرمایا ہے۔ یہ قیام
صرف تعظیم، محبت اور خوشی کا قیام ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ احادیثِ شریفہ سے ایسا قیام ثابت
ہے۔ حضرت سعد بن معاذؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ قبیلۂ انصار کے سردار تھے۔
آپ کی نظر مبارک جب ان پر پڑی، انصار سے فرمایا قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ یعنی اپنے سردار
کے واسطے کھڑے ہو۔ یہ کھڑا ہونا برائے تعظیم تھا جس کا آپ نے حکم دیا، اور حضرت ابوہریرہؓ سے
روایت ہے کہ آپ ہمارے ساتھ تشریف فرما ہوا کرتے تھے، جب مجلس برخاست کر کے آپ
تشریف لے جاتے تھے اور جب تک آپ ازواجِ مطہرات میں سے کسی کے حجرۂ شریفہ میں داخل
نہ ہو جاتے تھے ہم سب کھڑے رہتے تھے، یہ قیام محبت اور تعظیم کا تھا۔ فتح مکہ کے بعد اُمِّ حکیمؓ

زوجہ عکرمہ پسر ابوجہل نے آکر آپؐ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ عکرمہؓ درِ اقدس پر حاضر ہے، آپ وفورِ مسرت سے کھڑے ہوگئے اور آپ نے عکرمہ کو اندر بلوا کر بکمالِ محبت فرمایا: مَرْحَبًا بِالْمُهَاجِرِ الرَّاكِبِ یعنی تم اے مہاجر سوار! اچھے آئے۔" آپؐ کا یہ قیام محبت اور مسرت کا تھا۔

حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا جب آپؐ کے پاس آتی تھیں تو آپ کھڑے ہوجاتے تھے اور جب آپ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تھے تو وہ کھڑی ہوجاتی تھیں۔

زُرقانی میں لکھا ہے کہ جب بی بی حلیمہؓ جنھوں نے آپؐ کو دودھ پلایا تھا، آپ کے پاس آئیں آپ کھڑے ہوگئے اور سیرت حلبی میں ہے کہ آپؐ رضاعی باپ کے آنے پر بھی کھڑے ہوئے۔

ان احادیثِ شریفہ کو دیکھتے ہوئے علماء نے کہا ہے کہ محفل مبارک میلاد شریف میں جس وقت آپؐ کی ولادتِ شریفہ کا ذکر کیا جاوے تو آپ کی محبت اور تعظیم میں کھڑا ہونا مستحب ہے۔

امام سُبکی رحمہ کا قیام تعظیم

علامہ امام حافظ علی ابوالحسن تقی الدین محمد سُبکی رحمۃ اللہ علیہ جن کا انتقال ۷۵۶ھ ہجری کو ہوا ہے، دمشق کی جامع اموی میں محراب کے پاس علماء اور فضلاء کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک شخص نے یحییٰ صَرصَری کا قصیدۂ بائیہ در مدح خیرالبریہ پڑھا:

قَلِيْلٌ لِمَدْحِ الْمُصْطَفٰى الْخَطُّ بِالذَّهَبْ — عَلٰى فِضَّةٍ مِنْ خَطِّ اَحْسَنِ مَنْ كَتَبْ
وَاَنْ يَّنْهَضَ الْاَشْرَافُ عِنْدَ سَمَاعِهٖ — قِيَامًا صُفُوْفًا اَوْ جِثِيًّا عَلَى الرُّكَبْ
اَمَا اللّٰهُ تَعْظِيْمًا لَهٗ كَتَبَ اسْمَهٗ — عَلٰى عَرْشِهٖ يَا رُتْبَةً سَمَتِ الرُّتَبْ

ترجمہ: "جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کے لئے یہ بہت ادنیٰ سی بات ہے کہ اس کو چاندی کی تختی پر آبِ زر سے بہت ہی اچھے خوش نویس سے لکھوائی جائے، اور یہ بھی کوئی بات نہیں کہ اس کو سنتے وقت تمام اشراف کھڑے ہوئے یا گھٹنوں کے بل ہوجائیں؛ خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعظیم کرتے ہوئے اپنے عرش پر ان کے اسم گرامی کو تحریر کیا ہے، یہ کیا ہی اعلیٰ مرتبہ ہے جو سب مرتبوں سے اعلیٰ تر ہے۔"

جس وقت پڑھنے والے نے دوسرا شعر پڑھا علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ فوراً کھڑے ہوگئے۔

اس وقت جتنے علماء اور فضلاء تھے وہ سب بھی کھڑے ہو گئے، آپ پر اس وقت ایک خاص کیفیت طاری ہوئی اور کافی دیر تک وہ حالت رہی۔

اس واقعہ کو آپ کے فرزند علامہ امام تاج الدین عبدالوہاب سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات شافعیۃ الکبریٰ میں تحریر کیا ہے۔ دیکھو اس کتاب کے چھٹے جزو کے صفحہ ۱۷۴ کو۔

اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں یا آپ کے ذکر شریف کی تعظیم کی وجہ سے کھڑے ہونے میں ذرہ برابر بھی قباحت ہوتی تو ایسے جلیل القدر، عالی مرتبت علامۂ وقت کب کھڑے ہوتے اور باقی تمام علماء اور فضلاء ان کے ساتھ کیوں کھڑے ہوتے جائے خیال اور محل فکر ہے۔

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ جن کا انتقال ۵۴۴ھ ہجری کو ہوا ہے، شفا میں لکھتے ہیں:

امام مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ

"امام مالک مسجد شریف نبوی میں بیٹھے تھے، خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی اپنے خدم و حشم کے ساتھ داخل ہوا، شور سن کر امام نے خلیفہ سے کہا: اس مسجد شریف میں اپنی آواز بلند نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو اپنی آواز کو آپ کے سامنے پست رکھتے ہیں اور ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں۔ اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور احترام آپ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح پر ہے جس طرح پر آپ کی حیات میں تھی۔ خلیفہ بہت خاموشی کے ساتھ امام کی بات سنتا رہا پھر اس نے امام سے کہا: اے ابو عبداللہ! میں سلام پڑھنے کے بعد قبلہ رو ہو کر دعا کروں یا آپ ہی کی طرف اپنا منہ رکھتے ہوئے دعا کروں۔ امام نے کہا: دعا کے واسطے آپ کی طرف سے اپنا منہ قبلہ کی طرف کیوں پھیرتے ہو، وہ تو قیامت کے دن تمہارا اور تمہارے باپ آدمؑ کا وسیلہ ہیں۔ تم ان ہی کی طرف اپنا منہ رکھو اور ان کو اللہ کی جناب میں شفیع بناؤ، ان کو شفیع بنانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کرے گا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کہتا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (سورۃ النساء، آیت ۶۴) یعنی وہ لوگ جنہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا تھا، اگر اس وقت تمہارے

پاس آتے اور خدا سے معافی چاہتے اور رسول ان کے واسطے بخشش طلب کرتے تو وہ دیکھ لیتے کہ اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے"۔

اس کے بعد قاضی عیاض نے لکھا ہے: آپ کی تعظیم، توقیر اور حرمت آپ کی وفات شریف کے بعد جس وقت آپ کا ذکر شریف کیا جائے یا آپ کی حدیث شریف بیان کی جائے یا آپ کی سنت کا بیان ہو یا آپ کا اسم شریف سنا جائے یا آپ کی سیرت مبارکہ سنی جائے، اسی طرح پر ہے جس طرح آپ کی حیات طیبہ میں آپ کی تھی اور اسی طرح آپ کی آل و عترت و اہل بیت و صحابہ کی تعظیم کی جائے۔ ابو ابراہیم نے کہا ہے: ہر مومن پر واجب ہے کہ جب وہ آپ کا ذکر شریف کرے یا اس کے سامنے آپ کا ذکر شریف کیا جائے تو وہ باخضوع، باخشوع، باوقار اور پُرسکون رہے۔ اس پر آپ کی ہیبت اور اجلال غالب ہو وہ اسی طرح باادب رہے جس طرح آپ کے سامنے اس کو باادب رہنا چاہیے تھا۔ اور جس طرح اللہ نے آپ کے ادب کرنے کو کہا ہے۔ اس کے بعد قاضی عیاض رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ہمارے سلف صالح اور ہمارے گزرے ہوئے ائمہ کا یہی طریقہ رہا ہے۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ وَاَفَاضَ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِهِمْ وَمَعَارِفِهِمْ۔

یہ ہے علماء دین کے اقوال اور تحریرات کا خلاصہ جس پر آٹھ سو سال سے مسلمانانِ عالم کا عمل درآمد ہوتا چلا آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہِ ہدیٰ پر چلنے کی توفیق عنایت کرے، کج روی، قساوتِ قلب اور تعصب بے جا سے سب کو محفوظ رکھے۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○ رَبَّنَا اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ○

میں اس رسالۂ شریفہ اور عجالۂ لطیفہ کو مقبول بارگاہِ کبریا، حامی راہِ شریعت، واقفِ اسرارِ طریقت، پیر و مرشد برحق جناب سیدی الوالد حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین فاروقی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وَاَفَاضَ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِهٖ کے جن کے شایانِ شاں یہ شعر پاتا ہوں لیے

در کفے جام شریعت در کفے سندانِ عشق

ہر ہوسناکے نہ داند جام و سنداں باختن

اور جن کے اسم گرامی کی مناسبت سے اس رسالے کا نام خَيْرُ الْمَوْرِدِ فِيْ اِحْتِفَالِ الْمَوْلِدِ

رکھا گیا ہے، ایک مکتوب ہدایت اسلوب اور چند ملفوظات قدسی سمات اور قدرے کلام گوہر نظام پر ختم کرتا ہوں۔ لِيَكُونَ خِتَامُهَا مِسْكٌ۔

حافظ محمد وزیر خاں دہلوی نے آپ کو ایک عریضہ کوئٹہ بلوچستان ارسال کیا۔ میلاد شریف کے بارے میں آپ سے کچھ دریافت کیا تھا، آپ نے جواب میں تحریر فرمایا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حافظ محمد وزیر خاں کو بعد سلام علیک کے معلوم ہو تمہارا خط محررہ ۲۶ اگست پہنچا، تم نے لکھا ہے کہ دیوانِ آستعد میں اسعد نے مولود شریف کی تردید کی ہے ان منکرینِ مولود کے جو بڑے تھے۔ مولوی رشید احمد خاص ان کے ہاتھ کی دستخطی اور مہری تحریر ہمارے پاس موجود ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ لوگ میرے اوپر محض بہتان باندھتے ہیں، مولود شریف کو مستحب سمجھتا ہوں اور یہ جھگڑے تو تمہارے شہر میں ہر ہر گلی کوچہ میں بکثرت موجود ہیں اور ہمارا مولد شریف کا پڑھنا بھی انشاء اللہ تعالیٰ مشہور ہے۔ ابھی سال میں ربیع الاوّل کی بارھویں شب کو ہم نے دہلی میں مولد شریف پڑھا ہے۔"

آگے چل کر آپ تحریر فرماتے ہیں:

"غیر مقلدوں کے بڑے پیر حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ اور محدثوں کے بڑے دستگیر حافظ جلال الدین سیوطیؒ مولد شریف کو اچھا اور بہتر جانتے ہیں اور مولد شریف کے منکر کو بدقسمت اور بے نصیب اور بے ادب کہتے ہیں۔ حافظ جلال الدین سیوطیؒ کا ایک رسالہ ہے، اس کا نام حُسْنُ الْمَقْصِدِ فِیْ عَمَلِ الْمَوْلِدِ ہے، اس میں حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں: مولد شریف کرنا بدعتِ حَسَنَہ ہے جیسے مدرسہ بنانا۔ کتاب تصنیف کرنی، اور پوری عبارت عربی کی ہم نے مولوی مشتاق احمد کو لکھ کر بھیجدی ہے اور علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رسالہ نَظْمُ الْبَدِيْعِ فِیْ مَوْلِدِ النَّبِيِّ الشَّفِيْعِ میں فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ بِاَنَّ مَنْ اَحَبَّ اَحْمَدَا | لَا بُدَّ اَنْ يَّهْوٰى اِسْمَهٗ مُرَدَّدَا
لِذَاكَ اَهْلُ الْعِلْمِ سَنُّوا الْمَوْلِدَا | مِنْ بَعْدِهٖ فَكَانَ اَمْرًا رَّشَدَا

اَرضَی الوَرٰی اِلَّا غُوَاۃٌ نَجِسٌ

اس کا ترجمہ کسی عالم سے دریافت کر لینا۔ غرض ہم لوگوں کے نزدیک یہ عمل مبارک۔ مولد شریف کا پڑھنا مفتاح سعادتِ دو جہاں اور مصباح ہدایتِ انس و جاں ہے، باقی جھگڑے کی باتیں اپنے شہر کے مولویوں سے تحقیق کرو، اس پرچہ کو احتیاط سے رکھو۔ انشاء اللہ تعالیٰ گیارہ بارہ شوال تک دہلی کا ارادہ ہے۔ والسلام "

ہشتم رمضان المبارک سہ شنبہ ۱۳۱۵ھ ہجری "

آپ نے مکتوب شریف میں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی جس تحریر کا حوالہ دیا ہے، وہ ذیل میں نقل کرتا ہوں :

" ذکر میلاد فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مندوب و مستحب ہے، اگر روایات صحیحہ سے بیان ہو اور کوئی امر مکروہ و غیر مشروع اس میں مضموم نہ ہو، چنانچہ اس امر کو بارہا بتصریح یہ احقر لکھ چکا ہے اور براہین قاطعہ میں بھی اس کے جواز و ندب کی تصریح کی گئی ہے، کسی کو اس پر اعتراض نہیں، جو کچھ بحث و کلام ہے وہ سب قیود زوائد میں ہے اور بس، مگر حسّاد کو یا نظر نہیں یا فہم نہیں اور اسی طرح اپنے اساتذہ و مشائخ کا عمل در آمد دیکھا ہے، جو کچھ کہ اہلِ عناد نے انکار نفس مولد شریف کا اتہام بندہ اور احباب بندہ پر لگایا ہے وہ محض افترا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [مہر] "

آپ نے علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی عبارت کا جو کہ ان کے رسالہ حسن المقصد میں ہے، حوالہ دیا ہے، اس کا مکمل ترجمہ اس رسالہ کے شروع میں فقیر نے لکھ دیا ہے۔ چوں کہ رسالہ حسن المقصد چھپ چکا ہے اور اس عبارت کو علماء نے اپنی کتابوں میں مثلاً الدر المنظم اور احسن الکلام میں نقل کر دیا ہے اس لئے اس کو نقل نہیں کیا ہے۔

آپ نے مولوی مشتاق احمد صاحب کا ذکر فرمایا ہے۔ مولوی صاحب انبیٹھہ کے رہنے والے تھے، طریقہ چشتیہ صابریہ میں بیعت و مجاز تھے، دہلی میں سالہا سال بہ سلسلۂ ملازمت ان کا قیام رہا، حضرت والد ماجد کی خدمت بابرکت میں روز حاضر ہوتے تھے۔ اگرچہ آپ سے بیعت

نہ تھے لیکن بہ درجۂ اتم آپ کے مخلص اور مداح تھے۔ ۱۳۵۷ھ ہجری کو شملہ سر بل میں فقیر سے آپ کی ملاقات ہوئی، حضرت سیدی الوالد رحمہ اللہ کا ذکرِ خیر کرتے رہے اور آخیر میں کہا: حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ سب دولت ان کے اخلاص کی بدولت ملی تھی، ان کا ہر کام اخلاص پر مبنی تھا۔

اس وقت مولوی صاحب کی عمر نوے سال کی تھی اور اپنی تالیفات کے بارے میں بتایا کہ قریب ایک سو کے ہیں، کنجپورہ ضلع کرنال میں جا کر مقیم ہو گئے تھے۔ ۷ محرم ۱۳۶۳ھ ہجری کو اس سرائے فانی سے رحلت فرما ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ نے علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کے خمسہ کا ایک بند تحریر فرمایا ہے اور لکھا ہے: اس کا ترجمہ کسی عالم سے دریافت کر لو، لہٰذا اس بند کا ترجمہ لکھا جاتا ہے:

"خوب سمجھ لو جو شخص جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے یقیناً وہ آپ کے اسم مبارک کو سن کر خوش ہوگا یعنی آپ کے ذکرِ خیر کو بار بار سننا پسند کرے گا، اسی لئے اہلِ علم نے آپ کے بعد مولد شریف کی سنت کو رواج دیا ہے جو کہ ایک فعلِ رشید اور مستقیم ہے؛ جس نے بجز نجد کے سرکشوں کے تمام دنیا کو خوش کیا ہے۔"

علامہ نبہانی نے صحیح کہا ہے کہ بجز محمد بن عبد الوہاب نجدی اور ان کے متبعین اور ہم خیالوں کے تمام دنیا کے مسلمان اس سنتِ حسنہ سے از حد مسرور و شاداں ہیں۔

حضرت سیدی الوالد رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ربیع الآخر ۱۳۳۳ھ ہجری کو حلقۂ شب میں میلاد شریف کے متعلق چند سوالات کئے گئے۔ آپ نے ان کے جوابات دیئے۔ ان سوالات اور جوابات کو ایک مخلص صاف کیش نے قلم بند کر لیا تھا، ان کو تحریر کرتا ہوں:

سوال: پہلے تین قرنوں میں میلاد شریف کی خوشی اس طرح پر نہیں ہے۔

جواب: اس وقت مسلمانوں کو گھر میں بیٹھنے کی فرصت کہاں تھی، جہاد فی سبیل اللہ اور تبلیغ اسلام اور دیگر بڑے بڑے کام کرنے میں مصروف تھے، اب وہ کام کہاں ہیں، لوگ غفلت میں پڑ گئے ہیں۔ اس لئے ہمارے نزدیک اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات، معجزات اور ہر وقت کی دعاؤں کا معلوم کرنا صرف مستحب ہی نہیں بلکہ قریب قریب واجب اور فرض کے ہے۔

سوال : آپ میلاد شریف کی محفل کو بتیوں اور پھولوں سے آراستہ کرتے ہیں۔

جواب : لوگوں کو دین کی رغبت کم ہوگئی ہے ہم چاہتے ہیں وہ کسی طرح آکر آپ کا ذکر پاک سن لیں تاکہ ان کو دین کا شوق پیدا ہو۔

آپ کے اس ارشاد مبارک کو حدیث شریف اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِیءٍ مَّا نَوٰی کی روشنی میں دیکھنا چاہیے تاکہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو:

بر طریقِ ادب نگہ می دار | دم مزن بر کلام شاں زنہار
ہر چہ فہم تو زاں بود قاصر | مکن آں راز ابلہی انکار

سوال : کیا محفلِ میلاد شریف میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں یا آپ کی روح پُر فتوح تشریف لاتی ہے؟

جواب : یہ کہنا درست نہیں، آفتاب اپنی جگہ پر رہتا ہے، اس کا نور عالم میں پھیلتا ہے۔ صوفیوں کے نزدیک جو آپ کا تشریف لانا ثابت ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ ان کے دلوں میں آپ کی محبت ہوتی ہے، جب وہ اپنے محبوب کا ذکر سنتے ہیں اور ان میں ذوق و شوق کی حالت پیدا ہوتی ہے تو آپ کے انوار و برکات ان کے دلوں پر مثل آفتاب کی شعاعوں کے آکر گرتے ہیں اور ان کو گھیر لیتے ہیں لیکن یہ بات ہر ایک کو کہاں حاصل ہے:

روشن از پرتو رویت نظرے نیست کہ نیست | منتِ خاک درت بر بصرے نیست کہ نیست
ناظر روئے تو صاحب نظراں اند ولے | شوق دیدار تو در ہیچ سرے نیست کہ نیست
نہ مَنِ دل شدہ از شوقِ تو خونیں جگرم | از غم عشق تو پر خون جگرے نیست کہ نیست

کسی نے خوب کہا ہے:

آنکھوں والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

سوال : بعض لوگ سال بہ سال تاریخ معین پر مولود شریف پڑھنے کو ہندوستان کے جنم کنہیا سے مشابہت دیتے ہیں اور مولود شریف کے منکر ہیں اور نماز میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال شریف آنے سے العیاذ باللہ گدھے یا کسی اور چیز کے خیال آنے کو

بہتر بتاتے ہیں اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کے اعتقادات کو اچھا کہتے ہیں۔

جواب: جو لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں وہ سخت گمراہ، بے ادب اور خراب ہیں۔

بایدت اول ادب اندوختن | بس دگر آں را ادب آموختن
ہر چہ بر تو آید از ظلمات غم | آں ز بے باکی و گستاخی است ہم
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد | بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
از خدا خواہیم توفیق ادب | بے ادب محروم گشت از لطفِ رب

یہ فقیر مولف رسالہ اَصْلَحَ اللّٰہُ شَانَہٗ وَاَلْہَمَہُ الصَّوَابَ کہتا ہے: افسوس یہاں لوگوں پر کہ یہ جناب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خیالِ شریف اور ذکر شریف کے بارے میں کیسے الفاظِ مستہجنہ[1] اور عبارات بیہودہ[2] کا استعمال کرتے ہیں، ذرا خیال نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ادب کی کتنی تاکید فرماتا ہے۔ اور ائمہ کرام نے اس بارے میں کیا کیا تحریر کیا ہے۔ دیکھو سورۂ بقر کی آیت ۱۰۴ کو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا. الآیۃ یعنی "اے مسلمانو! پیغمبر کو رَاعِنَا کا لفظ مت کہو بلکہ اُنْظُرْنَا کا لفظ کہو۔"

حافظ ابو نعیمؒ کی عبارت

حافظ ابو نعیمؒ جن کا انتقال سو سال کی عمر میں ۴۳۰ھ ہجری کو ہوا ہے، اپنی کتاب دلائل النبوہ میں لکھتے ہیں، دیکھو صفحہ سات کو: اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ فَضَّلَ مُخَاطِبَتَہٗ مِنْ مُخَاطِبَۃِ الْمُتَقَدِّمِیْنَ قَبْلَہٗ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ تَشْرِیْفًا لَّہٗ وَاِجْلَالًا وَّ ذٰلِکَ اَنَّ غَیْرَ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ مِنَ الْاُمَمِ کَانُوْا یَقُوْلُوْنَ لِاَنْبِیَآئِھِمْ وَرُسُلِھِمْ رَاعِنَا سَمْعَکَ فَنَھَی اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ اَنْ یُّخَاطِبُوْا رَسُوْلَھُمْ بِھٰذِہٖ وَ الْمُخَاطَبَۃِ الَّتِیْ فِیْھَا مَغْمَزٌ وَضَعَۃٌ وَذَمَّھُمْ اَنْ یَّسْلُکُوْا اَیَّھُمْ ذٰلِکَ الْمَسْلَکَ فَقَالَ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا. یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی تشریف اور اجلال کی وجہ سے مخاطب کرنے اور متوجہ کرنے کے لفظ میں بھی انبیائے ماسبق سے آپ کو ممتاز فرمایا ہے کیونکہ پہلی امتیں اپنے انبیاء اور رسولوں کو مخاطب

کرتے وقت رَاعِنَا کا لفظ کہتی تھیں یعنی آپ ہماری طرف متوجہ ہوں کیونکہ اس لفظ میں کچھ مذمت کا پہلو بھی نکلتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو ایسے لفظ کے استعمال کرنے سے منع فرما دیا۔ اللہ کو یہ گوارا نہیں تھا کہ آپ سے ایسا لفظ کہا جائے جس میں ذرا بھی مذمت کا پہلو نکلے اور حکم دیا کہ وہ بجائے رَاعِنَا کے اُنْظُرْنَا کہا کریں۔ یعنی آپ ہماری طرف متوجہ ہوں۔" انتہیٰ۔

اس آیت شریفہ سے صاف معلوم ہو گیا کہ آپس کی بول چال میں اگرچہ کسی لفظ یا عبارت میں کوئی نقصان کا پہلو بھی نکل سکتا ہو تو جناب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس کا استعمال ناجائز ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطیؒ کی عبارت

حافظ سیوطیؒ رسالہ مَسَالِکُ الْحُنَفَاء کے خاتمہ میں لکھتے ہیں وَسُئِلَ الْقَاضِیْ اَبُوْ بَکْرِ ابْنُ الْعَرَبِیِّ اَحَدُ الْاَئِمَّةِ الْمَالِکِیَّةِ عَنْ رَجُلٍ قَالَ اِنَّ اٰبَآءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی النَّارِ فَاَجَابَ بِاَنَّ مَنْ قَالَ ذٰلِكَ فَهُوَ مَلْعُوْنٌ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ قَالَ وَلَآ اَذًی اَعْظَمُ مِنْ اَنْ یُّقَالَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ فِی النَّارِ۔ یعنی "کسی نے قاضی ابوبکر ابن العربیؒ سے جو ائمہ مالکیہ میں سے ایک امام ہیں، ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کے متعلق کہتا ہے کہ وہ دوزخ میں ہیں۔ قاضی صاحب نے جواب دیا: جو شخص یہ بات کہے وہ ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کونسی ایذا رسانی ہو سکتی ہے کہ آپ کے والد کے بارے میں کہا جائے کہ وہ دوزخ میں ہیں۔" انتہیٰ۔

قاضی ابوبکر بن العربیؒ قاضی عیاض مالکیؒ مصنف کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ کے استاد ہیں اور حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ اور دیگر ائمہ اعلام کے شاگرد ہیں، پچھتر سال کی عمر

میں ان کا انتقال ۲۱۱ھ ہجری کو ہوا ہے۔ رحمہ اللہ۔

ذرا خیال کرو کہ جس شخص نے ایک صحیح حدیث کی بنا پر جس کو امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ ایسی بات کہدی ہے۔ اس کے بارے میں انہوں نے فرمایا ہے کہ وہ شخص ملعون ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: لَا تُؤْذُوا الْاَحْیَاءَ بِسَبِّ الْاَمْوَاتِ یعنی مُردوں کو بُرا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اور اس سے بڑھ کر کیا ایذا رسانی ہو سکتی ہے کہ آپ کے والد ماجد کے بارے میں کہا جائے کہ وہ دوزخ میں ہیں۔ لہٰذا ایسے مسائل میں ہم کو قطعاً زبان روکنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ جانے اور اس کا کام۔

حافظ سیوطیؒ کی دوسری عبارت

حافظ سیوطیؒ رسالہ تنزیہ الانبیاء کے اواخر میں لکھتے ہیں سُئِلَ شَیْخُ الْاِسْلَامِ وَحَافِظُ قَاضِی الْقُضَاۃِ شِھَابُ الدِّیْنِ ابْنُ حَجَرٍ بِمَا نَصُّہٗ مَا یَقُوْلُ اَئِمَّۃُ الدِّیْنِ فِیْ ھٰذِہِ الْمَوَالِدِ الَّتِیْ یَصْنَعُھَا النَّاسُ مَحَبَّۃً فِی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَیْرَ اَنَّ بَعْضَ الْوُعَّاظِ یَذْکُرُوْنَ فِیْ مَجَالِسِھِمُ الْحَافِلَۃِ الْمُشْتَمِلَۃِ عَلَی الْخَوَاصِّ وَالْعَوَامِّ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ مُجْرَیَاتٍ ھِیَ مُخِلَّۃٌ بِکَمَالِ التَّعْظِیْمِ حَتّٰی یَظْھَرَ مِنَ السَّامِعِیْنَ لَھَا حُزْنٌ وَّرِقَّۃٌ فَیَبْقٰی فِیْ حَیِّزِ مَنْ یُّرْحَمُ لَا مَنْ یُّعَظَّمُ وَمِنْ ذٰلِکَ اَنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ اَلْمَرَاضِعُ حَضَرْنَ وَلَمْ یَاْخُذْنَہٗ لِعَدَمِ مَالِہٖ اِلَّا حَلِیْمَۃُ رَغِبَتْ فِیْ رِضَاعِہٖ شَفَقَۃً عَلَیْہِ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَرْعٰی غَنَمًا۔ اس کے بعد اس مضمون کا ایک شعر اور ایک مصرع لکھا ہے اور پھر لکھا ہے: وَکَثِیْرٌ مِّنْ ھٰذَا الْمَعْنَی الْمُخِلِّ بِالتَّعْظِیْمِ فَمَا قَوْلُکُمْ فِیْ ذٰلِکَ فَاَجَابَ بِمَا نَصُّہٗ یَنْبَغِیْ لَھُمْ اَنْ یَّکُوْنُوْا فُطَنًا اَنْ یَّحْذِفُوْا مِنَ الْخَبَرِ مَا یُوْھِمُ فِی الْمُخْبَرِ عَنْہُ نَقْصًا فَلَا یَضُرُّہٗ بَلْ یَجِبُ ھٰذَا الْجَوَابُ بِحُرُوْفِہٖ۔ یعنی کسی نے شیخ الاسلام و قاضی القضاۃ حافظ شہاب الدین ابن حجرؒ سے بایں الفاظ دریافت کیا: کیا فرماتے ہیں ائمہ دین ان میلاد شریف کی محفلوں کے بارے میں جن کو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں منعقد کرتے ہیں۔ ایسے عام جلسوں میں جہاں خاص و عام مرد و زن بھی ہوتے ہیں، بعض واعظ اس طرح کے واقعات بیان کرتے ہیں جن کا بیان

کرنا آپ کے کمالِ تعظیم میں خلل انداز ہوتا ہے اور جن کو سن کر سامعین پر حزن اور رقت کی کیفیت طاری ہوتی ہے (یعنی ان کے دلوں میں شفقت اور رحم کی لہریں دوڑتی ہیں) ایسے واقعات کے بیان کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ ان لوگوں کے شمار میں آجاتے ہیں جن پر ترس اور رحم کیا جائے، نہ ان لوگوں کے شمار میں جن کی تعظیم اور اجلال کی جائے، منجملہ ان واقعات کے ایک یہ ہے کہ دودھ پلانے والیوں نے آپ کو حقیر جانا اور کسی نے بھی آپ کو دودھ پلانے پر آمادگی ظاہر نہ کی اور آپ کو نہ لیا کیونکہ آپ کا مال نہ تھا، دولت نہ تھی اور حلیمہؓ آپ پر شفقت کھا کے دودھ پلانے پر رضامند ہوگئیں اور یہ واعظ بیان کرتے ہیں کہ آپ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اس کے بعد اس مضمون کا ایک شعر اور ایک مصرع لکھا ہے اور پھر لکھا ہے: اور اسی قسم کی بہت سی باتیں ذکر کرتے ہیں جو آپ کی تعظیم میں خلل انداز ہوتی ہیں، اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ (علامہ ابن حجرؒ نے اس سوال کا جواب دیا وہ بعینہٖ یہ ہے) ایسے واعظوں کو اگران میں سمجھ ہے مناسب ہے کہ ایسے واقعات اور خبروں کو جن سے ذرا سا بھی نقصان کا شائبہ ان کے بارے میں پیدا ہوتا ہے جن کا ذکر شریف کیا جا رہا ہے، ذکر نہ کریں اور پھر جبکہ ایسے امور کے ذکر نہ کرنے سے کوئی مضرت بھی نہ پہنچتی ہو بلکہ واجب ہے کہ ایسے امور کا ذکر نہ کریں۔ یہ ہے بجنسہٖ حضرتؒ کا جواب۔"

حافظ سیوطیؒ نے اسی رسالہ میں یہ مضمون بھی بیان کیا ہے کہ بکریوں کا چرانا پہلے معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن اب عرف اس کے خلاف ہے، بسا اوقات پیشے ایک زمانہ میں معیوب نہیں سمجھے جاتے لیکن دوسرے زمانہ میں سمجھی جاتی ہیں، اور ایک شہر میں نہیں سمجھی جاتیں اور دوسرے شہر میں سمجھی جاتی ہیں، فقہاء نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ منہاج میں اس کا پورا بیان ہے۔" انتہی۔

ذرا خیال کرو اور غور سے دیکھو کہ ائمہ کرام نے ایسے واقعات کے بیان کرنے سے منع کیا ہے جس کے سننے سے عوام میں آپ کی عظمت اور جلیل القدری میں کچھ فرق آنے کا شائبہ پیدا ہوتا ہو چہ جائیکہ مسائل کے بیان کرنے میں اور تشبیہات کے دینے میں ایسے الفاظ اور عبارات ذکر کئے جاویں جو ایک ادنیٰ شخص کے بارے میں نہ کہے جاویں اور جن کو سن کر ہر مسلمان کا دل رنج والم سے پارہ پارہ ہو جاوے۔

حضرت عمرؓ کا ایک منافق کی گردن مارنا

تفسیر روح البیان میں شیخ اسماعیل حقیؒ سورۂ عبس کی تفسیر میں لکھتے ہیں رُوِيَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَلَغَهٗ اَنَّ بَعْضَ الْمُنَافِقِيْنَ يَؤُمُّ قَوْمَهٗ فَلَا يَقْرَأُ فِيْهِمْ اِلَّا سُوْرَةَ عَبَسَ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَضَرَبَ عُنُقَهٗ لِمَا اسْتَدَلَّ بِذٰلِكَ عَلٰى كُفْرِهٖ وَوَضْعِ مَرْتَبَتِهٖ عِنْدَهٗ وَعِنْدَ قَوْمِهٖ اِنْتَهٰى۔ یعنی بیان کیا گیا ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ منافقوں

میں سے کوئی منافق جو اپنی قوم کا پیش امام ہے وہ نماز میں سورۂ عبس کے سوائے کوئی دوسری سورت نہیں پڑھتا ہے۔ یہ سن کر آپ نے ایک شخص کو بھیجا جو اس کی گردن کو جا کر اڑا آیا۔ آپ نے اس شخص کے سورۂ عبس کو ہوشہ پڑھنے سے استدلال کیا کہ وہ اپنی قوم کی نظر میں آپؐ کے قدر اور مرتبہ کو گھٹانا چاہتا ہے اور وہ لائق گردن زدنی کے ہے۔ انتہیٰ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم، آپ کے افعال مبارکہ کی تعظیم، آپ کے اقوال طیبہ کی تعظیم، آپ کے اوصافِ شریفہ کی تعظیم، آپ کے ذکر شریف کی تعظیم اور آپ کی ہر ہر بات کی تعظیم مسلمان کے واسطے لازمی اور ایمان کا جزو ہے۔ محفل میلاد شریف کی نسبت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی گئی ہے، محفل میلاد نبوی اس کا نام ہے، بارہ ماہ مبارک کے ربیع انور کی نسبت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی گئی ہے، اس کا نام تمام عالم اسلام میں یوم عید میلاد النبیؐ ہے۔ صرف اسی نسبت کی وجہ سے ہم پر اس محفل مبارک اور اس یوم مبارک کی تعظیم واجب ہے۔

حضرت سیدی الوالد رحمہ اللہ کو ایک شخص نے بہت القاب و آداب خط میں تحریر کئے ہیں، آپ نے خط کے پشت پر یہ تین شعر تحریر فرما دیئے۔ ؎

نہ جامم، نہ شہ، نہ مولانا
بندۂ آستانۂ عمرم

گر تئی نسبتم بہ آں در فیض
ہر چہ گفتی ازاں بلند ترم

ور تئی زیں اضافہ فی الجملہ
زشت کردار خیرہ محتقرم

عمرؔ سے مراد آپ کے والد ماجد حضرت شاہ محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ ہے بزرگانِ دین کا طریقہ جو بیان ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وَاَفَاضَ عَلَیْنَا مِنْ عُلُوْمِہِمْ وَبَرَکَاتِہِمْ۔

علماء میں اختلاف ہوا ہی کرتا ہے۔ ہر ایک اپنے مسلک کی اشاعت کرتا ہے، جو لوگ کسی وجہ سے محفل مبارک میلاد شریف کو بہیئت کذا منعقد کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے وہ دلائل سے اپنے مسلک کو ثابت کریں، سوقیانہ الفاظ و معاندانہ انداز سے اجتناب کریں، تعصب کی وجہ سے دولتِ ایمان کو برباد نہ کریں۔ هَدَانِي اللّٰهُ وَاِيَّاهُمْ لِمَا فِيْهِ فَلَاحُ دِيْنِنَا وَدُنْيَانَا.

اب میں موضوع سابق کی طرف آتا ہوں کسی نے آپ سے قیام کے متعلق دریافت کیا، آپ نے فرمایا قیام اگر اس طرح کیا جائے کہ اس میں شرک آجائے تو وہ ناجائز ہے، ہر وقت اور ہر لمحہ اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا صرف رب العلمین ہی کی شان ہے۔ ہاں آپؐ کی محبت اور تعظیم کی وجہ سے قیام کرنا بہتر ہے۔ ہم آپ کا ذکر شریف کرتے ہیں، ہم کو ذوق اور شوق پیدا ہوتا ہے، ہم قیام کرتے ہیں۔ اگر کسی شخص کو

ذوق اور شوق پیدا نہ ہوا اور وہ آپ کی محبت میں قیام نہ کرے تو تمہارا کیا بگڑتا ہے۔

کلامِ گوہر نظام وعلیہ الختام

جس گھر میں ذکرِ مولدِ خیر البشر ہوا
عالی زیادہ قصرِ فلک سے وہ گھر ہوا

کیونکر نہ ہو کہ اس شہِ والا کا ذکر ہے
جس کا وزیر رُوحِ قُدس جیسا مُرغ پر ہوا

وہ مہرِ اوجِ قُدس، وہ شمعِ جمالِ حق
دو ٹکڑے ایک اشارے سے جس کے قمر ہوا

وہ سرورِ زمین و زماں، جانِ دو جہاں
دم بھر میں عرش و فرش سے جس کا گزر ہوا

وہ شاہ جس کے سایۂ احساں کے رو برو
شرمندگی سے غرقِ عرق ابرِ تر ہوا

وہ جس کے آستانۂ عُلیا کے سامنے
افسانۂ بہشت ہمیں مختصر ہوا

ہم لوگ کیوں نہ فدا اس پہ اپنی جاں کریں
جب سجدہ گاہِ حور و ملائک وہ در ہوا

دیوار و در وہاں کے ہوئے خالِ روئے عرش
اور سایۂ نورِ دیدۂ اہلِ نظر ہوا

ہے سلسبیل چشمۂ زرقا سے منفعل
کوثر کو غم ہے کیوں نہ وہاں کا شجر ہوا

واں کے ضعیف پر نہیں پاتے قوی قمر فرغ
عصفور کو وہاں کے شرف باز پر ہوا

ملتی ہے صورت ان کی بہت لامکاں سے
نورِ خدا ہر ایک مکاں سر بسر ہوا

ق

عشقِ نبیؐ جسے ہو اسے عشقِ حق سے ہے
احمد میں صاف نورِ احد جلوہ گر ہوا

کچھ خوف مجھ کو تیرگیِ گور کا نہیں
نورِ محبتِ نبویؐ ساتھ اگر ہوا

ہاں ایک نگاہِ بندہ نوازانہ ادھر بھی ہو
وہ کون ہے جو تم سے نہیں بہرہ ور ہوا

پہنچے نہ باغِ طیبہ تک افسوس خیر ہم
آئی خزاں ربیع کا موسم بسر ہوا

سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ○ وَصَلَّی اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ○

چہار شنبہ ۱۰ ذی قعدۃ الحرام ۱۳۷۲ھ ہجری ۲۲ جولائی ۱۹۵۳ء میلادی
خانقاہ حضرت غلام علی شاہ معروف بہ درگاہ شاہ ابوالخیر
بازار چتلی قبر، دہلی

قصیدۃ الامام زین العابدین رضی اللہ عنہ

اِنْ نِلْتِ یَا رِیْحَ الصَّبَا یَوْمًا اِلٰی اَرْضِ الْحَرَمْ
جو پہنچو کسی دن اے صبا! زمین حرم میں

بَلِّغْ سَلَامِیْ رَوْضَۃً فِیْھَا النَّبِیُّ الْمُحْتَرَمْ
پہونچا سلام میرا اس روضے پر جس میں نبی باحرمت ہیں

مَنْ وَّجْھُہٗ شَمْسُ الضُّحٰی مَنْ خَدُّہٗ بَدْرُ الدُّجٰی
وہی کہ چہرہ ان کا آفتاب چاشت کا اور رخسار ان کا ماہ شب تیرہ کے

مَنْ ذَاتُہٗ نُوْرُ الْھُدٰی مَنْ کَفُّہٗ بَحْرُ الْھِمَمْ
وہ کہ ذات ان کی نور ہدایت ہے اور ہتھیلی ان کی دریا ہمتوں کا

قُرْاٰنُہٗ بُرْھَانُنَا نَسْخًا لِاَدْیَانٍ مَّضَتْ
قرآن ان کا ہماری دلیل ہے نسخ کرنے والا پہلے دینوں کا

اِذْ جَآءَنَا اَحْکَامُہٗ کُلُّ الصُّحُفِ صَارَ الْعَدَمْ
جب آئے ہمارے پاس اس کے حکم سب صحیفے معدوم ہوگئے

اَکْبَادُنَا مَجْرُوْحَۃٌ مِّنْ سَیْفِ ھِجْرِ الْمُصْطَفٰی
جگر ہمارے زخمی ہیں تلوار جدائی مصطفیٰ سے

طُوْبٰی لِاَھْلِ بَلْدَۃٍ فِیْھَا النَّبِیُّ الْمُحْتَشَمْ
کیا خوشی ہے اس شہر والوں کو جس میں وہ نبی باحشمت ہیں

یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ کَمَنْ یَّتْبَعُ نَبِیًّا عَالِمًا
اے کاش ہوتا میں مثل اس کے کہ اتباع کرتا ہے نبی عالم کی

یَوْمًا وَّلَیْلًا دَآئِمًا وَّارْزُقْ کَذَا لِیْ بِالْکَرَمْ
دن رات اور ہمیشہ نصیب کر مجھے یہ دولت اپنے کرم سے

لِیْ حَسْرَتًا اَسْمَعُ کَذَا اِلَمْ لَمْ اَصِفِ الْمُصْطَفٰی

مجھے حسرت ہے سُنے تو یہ کہ کیوں نہ تعریف کی میں نے مصطفٰی کی

فِیْ کُلِّ حِیْنٍ قَدْ مَضٰی فِی الْحَالِ مَا یَحْصِلُ لَہُمْ

ہر وقت میں کہ گذرا اور حال میں کہ حاصل ہے ساتھ ہم کے

لَسْتُ بِرَاجٍ مُفْرَدًا بَلْ اَقْرِبَائِیْ کُلُّہُمْ

نہیں ہوں میں امید رکھنے والا اکیلا بلکہ میرے سب اقربا

فِی الْقَبْرِ اِشْفَعْ یَا شَفِیْعُ بِالصَّادِ وَالنُّوْنِ الْقَلَمْ

قبر میں شفاعت کر اے شفیع! بحرمت صاد اور نون وقلم کے

یَا مُصْطَفٰی یَا مُجْتَبٰی اِرْحَمْ عَلٰی عِصْیَانِنَا

اے مصطفٰی! اے مجتبٰی! رحم کر ہمارے گناہوں پر

مَحْبُوْرَۃٌ اَعْمَالُنَا طَمْعًا وَّ ذَنْبًا وَّ الظُّلَمْ

ہمارے اعمال لالچ اور گناہ اور تاریکیوں سے بندھے ہوئے ہیں

یَا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ اَنْتَ شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْنَ

اے رحمۃ للعالمین! آپ شفاعت کرنے والے گناہوں کے ہیں

اَکْرِمْ لَنَا یَوْمَ الْحَزِیْنَ فَضْلًا وَّ جُوْدًا وَّ الْکَرَمْ

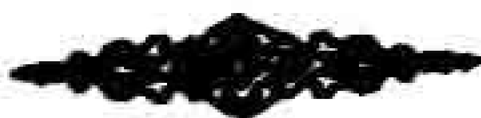
کرم کیجیے ہم پر غم کے دن میں از روئے فضل اور بخشش اور کرم کے

یَا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ اَدْرِکْ لِزَیْنِ الْعَابِدِیْنَ

اور رحمۃ للعالمین! دستگیری کیجیے زین العابدین کی

مَحْبُوْسُ اَیْدِی الظَّالِمِیْنَ فِی الْمَوْکِبِ وَالْمُزْدَحَمْ

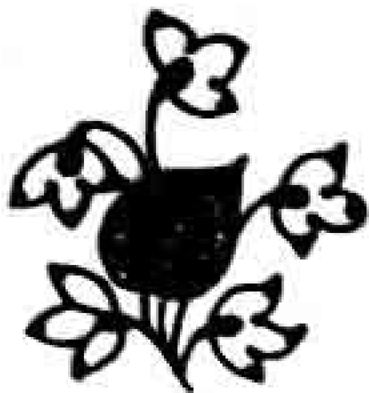
مقید ہے ظالموں کے ہاتھ میں درمیان لشکر سواروں اور پیادوں کے



دُرُودِ تُنَجِّينَا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُنَجِّيْنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَهْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِيْ لَنَا بِهَا جَمِيْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ السَّيِّاٰتِ وَتَرْفَعُنَا بِهَا اَعْلَى الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِهَا اَقْصَى الْغَايَاتِ مِنْ جَمِيْعِ الْخَيْرَاتِ فِي الْحَيٰوةِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

ترجمہ: "اے اللہ! وہ درود سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیج کہ جس سے تمام خوف و دہشت اور آفت سے نجات ملے اور ہماری ساری حاجتیں پوری ہوں اور جملہ گناہوں کی گندگیوں سے صفائی حاصل ہو اور اعلیٰ درجات میں پہنچ ہو، دُنیاوی زندگی میں مقاصدِ حَسنہ اور اُخروی حیات میں اعلیٰ منزلوں پر رسائی ہو۔ تُو ہر چیز پر قادر ہے۔"



اثباتِ استحسان برائے محفلِ میلادِ ذیشان

حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی دہلی کی شاندار مطبوعات

ان کتابوں کے مطالعہ سے آپ کی معلومات میں اضافہ ہوگا

حضرت مجدّد اور اُن کے ناقدین

اس عظیم الشان اور بے مثال تالیف کے بارے میں حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی معتمد ادارہ ندوۃ المصنفین دہلی تحریر فرماتے ہیں "حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید صاحب مسائلِ تصوّف کا عام طور پر اور طریقۂ مجدّدیہ کا خاص طور پر نہایت پختہ اور گہرا مذاق رکھتے ہیں اس لئے ان کے قلم سے جو کچھ نکلا ہے قدرتی طور پر اس میں حقیقت کا عکس جلوہ گر ہے اور ان کے بیان میں ایک صاحبِ خانہ کے اندازِ بیان کی جھلک نظر آتی ہے۔"

ڈھائی سو صفحات کی اس محققانہ تالیف میں ایک سو سے زائد عنوانات ہیں اور ہر عنوان اپنے اندر ایک خاص کشش رکھتا ہے۔ مباحثِ کتاب کی ترتیب میں کم سے کم ۴۹ معتبر و مستند کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔ ۲۲ × ۲۶ / ۸ میں طباعت شدہ بہترین سرورق مجلّد گردپوش سے آراستہ، ڈھائی سو صفحات۔

مقاماتِ خیر

مشائخ اور حضرات اولیائے کرام کے حالات و واقعات اور ان کے تذکروں سے ایمان کو تازگی، روح کو بالیدگی، مُردہ دلوں کو زندگی اور سعید روحوں کو عبرت و موعظت حاصل ہوتی ہے۔

یہ کتاب سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے نامور و ممتاز صاحبِ کشف و کرامت بزرگ حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی نوّر اللہ مرقدہٗ کی زندگی کے مبارک حالات، مکتوبات و ملفوظات کا تذکرۂ جمیل ہے۔ بیداریٔ ضمیر، تزکیۂ نفوس، اصلاحِ قلوب اور تربیتِ اخلاق کے لئے اس کتاب کا مطالعہ مفید ہے۔

بڑے سائز ۲۲ × ۲۶ / ۸ میں قیمت .... اور

چھوٹا سائز ۲۲ × ۱۸ / ۸ میں قیمت ....

12 بارہ ربیع الاول

ایک تحقیق ایک جائزہ

سلیم الٰہی طالب النوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللہ

12 ربیع الاول! ایک تحقیق ایک جائزہ

از قلم = محمد سلیم الہی طالب النوری مریدکے

انہیں یہ ضد کہ ترا نام ہی نہ لے کوئی
ہمیں جنوں کہ ترا ذکر صبح و شام کریں

آج کی صبح وہ تاریخ ہے۔ جس کے انتظار میں پیر کہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیے۔ سیارگان فلک اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے۔ چرخ کہن مدتہائے دراز سے اسی صبح جاں نواز کے لئے لیل و نہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔ کارکنان قضاو قدر کی بزم آرائیاں عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں، ابرو باد کی تردستیاں، عالم قدس کے انفاس پاک، توحید ابراہیم، جمال یوسف، معجز طرازی موسیٰ، جاں نوازی مسیح سب اسی لئے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں قدر، شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں کام آئیں گے۔ (شعور قدسی)

بارہ ربیع الاول ایسا مبارک دن ہے۔ جس کی صبح کو دعائے خلیل، نوید مسیحا مجسم بن کر ظاہر ہوئی۔ جس کے عالم وجود میں آتے ہی کفر و ضلالت کی ظلمتیں کافور ہو گئیں اور کائنات کا کونہ کونہ بقعہ نور بن گیا۔ فرزندان اسلام اس دن کو یاد کر کے مسرت و شادمانی کا اظہار کرتے ہیں۔ سرور دو عالم نور مجسم رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ہدیہ عقیدت اور تحفہ صلوٰۃ و سلام پیش کر کے سعادت دارین حاصل کرتے ہیں۔ شمع رسالت کے پروانے، سردار دو جہاں، باعث کون و مکاں، محسن کائنات کی صورت و سیرت، فضائل و کمالات خصائص و محامد کے بیان اور حمد و نعت کے پر کیف نغموں سے اپنے قلوب کو منور کرتے ہیں اور محسن کائنات کے احسانات اور خالق کائنات کے انعامات کا شکریہ بجالاتے ہیں۔

لیکن بعض بدنصیب ایسے بھی ہیں جو نہ صرف اس سعادت عظمیٰ سے خود محروم ہیں

بلکہ دوسروں کو بھی محروم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہتے ہیں چنانچہ ہر سال وہ اس ماہ مبارک میں پمفلٹ چھپوا کر ہزارہا کی تعداد میں مفت تقسیم کرتے ہوئے اپنی بدبختی پر مُہرِ تصدیق ثبت کراتے ہیں۔

اپنے محرومی کے احساس سے شرمندہ ہیں
خود نہیں رکھتے تو اوروں کے بجھاتے ہیں چراغ

کبھی کہتے ہیں حضور کی ولادت کا دن منانا بدعت ہے۔ شرک ہے اور نہ جانے کیا کیا طوفانِ بدتمیزی برپا کرتے ہیں۔ عقل کے اندھے اور علم سے عاری یہ خیال ہی نہیں کرتے کہ جب تک سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کے علماء و مشائخ اس سرزمین پر موجود ہیں ہماری یہ مکروہ چالیں کسی طرح بھی کامیاب نہیں ہو سکتیں۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

ایک عرصہ سے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک دن منانے پر کفر و شرک اور بدعت کے فتوے لگائے جاتے تھے۔ لیکن جب بل کی کھال اتارنے میں کامیاب نہ ہوئے تو چند ریاضی دانوں کی تحقیق کا سہارا لے کر عالم اسلام کی مسلّمہ حقیقت کی مخالفت میں آسمان سر پر اٹھالیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت 8 یا 9 ربیع الاول ہے اور 12 ربیع الاول کو ولادتِ باسعادت کا دن تسلیم کرنا غلط فہمی ہے آج کل زیادہ تر اسی نظریے پر زور دے رہے ہیں۔

حالانکہ محدّثین و مفسّرین میں سے کسی نے 9 ربیع الاول کی تاریخ نہیں لکھی نہ ہی صحابہ کرام اور تابعین سے کوئی ایسا قول مروی ہے۔ برّصغیر کے بعض سیرت نگاروں نے جن میں علامہ شبلی نعمانی، مولانا محمد سلیمان منصور پوری اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی پیش پیش تھے نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تاریخ 9 ربیع الاول لکھی اور اب

اس کو سند بنا کر 12 ربیع الاول کی بجائے 9 ربیع الاول کو یوم ولادت قرار دیا جاتا ہے۔

علامہ شبلی کے ہم عصر اور متاخرین میں سے قاضی سلیمان منصور پوری نے "رحمۃ للعالمین" میں ابوالکلام آزاد نے "رسول رحمت" میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے "قصص القرآن" میں غلام احمد پرویز نے "معراج انسانیت" میں شاہ معین الدین احمد ندوی نے "تاریخ اسلام" میں ڈاکٹر اسرار احمد نے "رسولِ کامل" میں اور عبدالکریم ثمر نے "رسول کائنات" میں 9 ربیع الاول ہی تاریخ ولادت لکھی ہے۔ مولانا شبلی نعمانی نے "سیرت النبی" میں لکھا۔

"تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کر دیا ہے کہ آپ کی ولادت 9 ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق 20 اپریل 571ء ہوئی"۔

قارئین اب ذرا محمود پاشا فلکی کی تحقیق پر مؤرخین و علماء کی رائے ملاحظہ ہو۔

مولانا مفتی محمد شفیع رقم طراز ہیں کہ محمود پاشا فلکی مصری نے نویں تاریخ کو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے۔ یہ جمہور کے خلاف بے سند قول ہے اور حسابات پر بوجہ اختلاف مطالع ایسا اعتماد نہیں ہو سکتا کہ جمہور کی مخالفت اس بناء پر کی جائے۔

برصغیر پاک و ہند کے بعض سیرت نگاروں نے محمود پاشا فلکی کے ہی حوالے سے لکھا ہے کہ 12 ربیع الاول کو پیر کا دن نہیں تھا بلکہ پیر کا دن 9 ربیع الاول کو بنتا ہے۔ لہٰذا 9 تاریخ صحیح ہے۔ لیکن دلچسپ صورت یہ ہے کہ ان لوگوں کو محمود پاشا فلکی کے اصل وطن کا بھی علم نہیں اور نہ ہی اس کی کتاب کا نام کسی کو معلوم ہے۔ علامہ شبلی اور قاضی سلیمان نے محمود پاشا کو مصر کا باشندہ لکھا ہے۔ مفتی محمد شفیع اسے مصری لکھتے ہیں' حفظ الرحمٰن سیوہاروی اسے قسطنطنیہ کا ہیئت دان اور منجم بتاتے ہیں۔

سید محمد سلطان شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے بڑی کوشش کے باوجود محمود پاشا فلکی کی کتاب یا رسالہ نہیں مل سکا۔ البتہ معلوم ہوا ہے کہ پاشا فلکی کا اصلی مقالہ فرانسیسی زبان میں تھا جس کا ترجمہ سب سے پہلے احمد زکی آفندی نے "نتائج الافہام" کے نام سے عربی میں

میں کیا۔ اس کو مولوی محی الدین خان جج ہائی کورٹ لحیدر آباد نے اردو کا جامہ پہنایا اور 1898ء میں نول کشور پریس نے شائع کیا لیکن اب یہ ترجمہ نہیں ملتا۔

محمود پاشا فلکی نے اگر علم فلکیات کی مدد سے تحقیقات کی بھی ہیں تو صحابہ کرام تابعین اور دیگر قدماء کی روایات کو جھٹلانے کے لئے ان پر انحصار کرنا کسی بھی طرح مناسب نہیں کیونکہ تمام سائنسی علوم کی طرح فلکیات کی کوئی بات قطعی نہیں ہوتی۔ سائنسی علوم میں آج جس بات کو درست تسلیم کیا جاتا ہے کل وہ بات غلط ثابت ہو سکتی ہے۔ ایک زمانے کے سائنس دان جس مسئلے پر متفق ہوتے ہیں۔ مستقبل والے اس کی نفی کر دیتے ہیں۔

ماہرِ تقویم ضیاء الدین لاہوری نے لکھا ہے۔ "قابلِ اعتماد ذرائع کی موجودگی میں گزشتہ تاریخوں کا تعین بھی وثوق کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا"۔ (جوہرِ تقویم صفحہ 22)

آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر مارگولیتھ لکھتے ہیں۔

It is not however possible to make pre-Islamic Calender.

یعنی جاہلی تقویم کا بنانا بہر حال ناممکن ہے۔ (نقوشِ رسول نمبر صفحہ 2۔76)

محمود پاشا فلکی سے قبل بھی کچھ لوگوں نے نجوم کے حساب سے یومِ ولادت معلوم کرنے کی کوشش کی۔

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ اہل زائچ کا اس قول پر اجماع ہے کہ 8 ربیع الاول کو پیر کلون تھا۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ جو شخص بھی علم نجوم اور ریاضی کے ذریعے حساب لگا کر تاریخ نکالے گا مختلف ہو گی۔ پس ہمیں قدیم سیرت نگاروں، محدثین، مفسرین، تابعین اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی بات ماننا پڑے گی۔ صحابہ کرام اور تابعین کو دوزخ سے براءت کی نوید سنا دی گئی ہے۔ جس کا مطلب ہے وہ جنتی ہیں اور اہلِ جنت کو چھوڑ کر نجومیوں کی باتوں پر یقین کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

مشکوۃ شریف کے باب الکہانت صفحہ 393 پر لکھا ہے "پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی خبریں بتانے والے کے پاس جائے اور پھر پوچھے کچھ اس سے تو نہیں قبول ہوتی نماز اس کی چالیس دن تک"۔

خبریں بتانے والے سے اسماعیل دہلوی نے نجومی' رمل' جفر' فال دیکھنے والا' عمہ نکالنے والا اور کشف اور استخارہ کو عوض کرنے والا مراد لیا ہے۔

(تقویۃ الایمان صفحہ 82 سطر نمبر 16-17)

ہٹ چھوڑیے بس اب سر انصاف آئیے
انکار ہی رہے گا میری جان کب تلک

ان عاقبت اندیشوں اور بدنصیبوں کو حضور علیہ السلام کی ولادت پاک 12 ربیع الاول ہونا گوارا نہیں مگر اسماعیل دہلوی کی تاریخ پیدائش 12 ربیع الاول ہونا تسلیم کر لیا ہے۔ (تقویۃ الایمان صفحہ 7)

ہر نقش محبت میں اُلٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

یہ انہیں کے منہ پر طمانچہ ہے۔

اے چشم شعلہ بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ ناکامیوں اور مایوسیوں کے بے تاج شہنشاہ اور نامرادی کے علمبردار' انگریز کے چمچے' اندرا کے پیو کار' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں رکھتے بلکہ یہ اسماعیل دہلوی' سید احمد دہلوی' اشرف علی تھانوی' صدیق حسن بھوپالی' ثناءاللہ امرتسری' داؤد غزنوی' ابو یحییٰ بٹ لاہوری سے محبت رکھتے ہیں۔ بقول اکبر الہ آبادی ان کی تعریف ملاحظہ ہو۔

یہ کانگریسی مُلّا نہیں تم کو جانتے کیا ہیں
گاندھی کی پالیسی کے عربی میں ترجمہ ہیں

یہ ان کے ایسے بزرگ ہیں جو کسی نہ کسی طرح حضور پرنور شافعِ یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ جن کا تذکرۂ بد لکھتے ہوئے قلم کے قدم رُک رُک جاتے ہیں اور سینۂ قرطاس سے چیخیں بلند ہوتی ہیں۔ جنہیں انسان کہتے ہوئے انسانیت کی پیشانی عرق آلود ہو جاتی ہے۔

رنگت ہے نزاکت ہے لطافت ہے مگر حیف
اک بوئے وفا یہ گل رعنا نہیں رکھتے

"مشت نمونہ از خروارے" کے طور پر ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

ارے صاحب! ان بزرگوں کا کیا کہنا۔ وہ اللہ والے تھے ان کا مرتبہ تو اس سے بھی بلند ہے جتنا کہ ہم اور آپ سمجھ رہے ہیں۔ مولانا گنگوہی قطب عالم اور مربی خلائق تھے' مولانا نانوتوی تو انسانی روپ میں فرشتہ تھے اور کیا کہنا ہمارے حکیم الامت کا' وہ تو اپنے دور کے پیغمبر اور رسول تھے اور کچھ نہ پوچھئے مولانا نانوتوی کے متعلق "اللہ تعالیٰ اپنی کبریائی پر پردہ ڈال کر اتر آیا تھا۔ حالانکہ حال یہ ہے۔

رات شیطان کو خواب میں دیکھا
ساری صورت جناب کی سی تھی

بحوالہ "خون کے آنسو" صفحہ 283 از علامہ مشتاق نظامی

شرپسندوں اور انگریز کے نمک خوار' منافقت کے مریضوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ کسی نہ کسی طریقے سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت 12 ربیع الاول کا تصور اہلِ سنت کے دلوں سے ہی نکال دیا جائے۔ لیکن مرض شرک و بدعت سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر وہ اس دنیا سے ہی اسفل السافلین کی منزل پا چکے ہیں۔

کچھ نہ صیاد کا شکوہ نہ گلچیں کا گلہ
اپنے ہاتھوں سے جلایا ہے نشیمن اپنا

دسمبر میں کرسمس ڈے (ولادت مسیح) کے موقعہ پر سعودی حکومت کی جانب سے امریکہ کو مبارکباد کے پیغامات بھیجے جاتے ہیں اور ربیع الاول کے مبارک مہینے کی آمد پاکستان میں شرک و بدعت کے فتوے بھیجے جاتے ہیں چہ جائیکہ مبارکباد کے پیغامات۔ آگے آپ خود اندازہ لگالیں کہ انڈے کہاں ہیں اور کڑکڑ کہاں۔

گل پھینکتے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ براندازِ چمن کچھ تو ادھر بھی

راقم السطور اکابر اسلام' بزرگان دین' علماء ملت اسلامیہ' مورخین و صحافی حضرات کی کتب سے ایسے حوالے درج کرتا ہے جن سے ان بدنصیبوں کی تحقیقات کا بھرم کھل جائے گا۔

بھاگو کے پھینک کے تیغیں لڑائی سے
لو مرد ہو تو اب نہ سرکنا لڑائی سے

سب سے پہلے محدثین اور بزرگان دین کی کتب کے حوالے درج کئے جاتے ہیں اور ساتھ ہی ہر ایک کی تصنیف منیف کا نام بھی اور صفحہ تک درج کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ معاندین کی تسلی ہو۔ ان کے ساتھ ہی درسی و غیر درسی' نصابی' مذہبی' سیاسی اور اصلاحی کتب کے حوالہ جات اور اصل عبارات پیش خدمت ہیں۔

ادھر آؤ پیارے ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

1۔ حضرت جابر اور حضرت ابن عباس کا فرمان ہے۔

حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت کے بارے میں حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت فرمایا "عفان سے روایت ہے وہ سعید بن میناء سے روایت کرتے ہیں کہ جابر اور ابن عباس نے فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت

عام الفیل میں سوموار کے دن بارھویں ربیع الاول کو ہوئی۔

اس حدیث کے راوی ابوبکر بن محمد بن شیبہ کے بارے میں ابوزرعہ (المتوفی 264ھ) فرماتے ہیں میں نے ابوبکر بن ابی شیبہ سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔

محدث ابن حبان فرماتے ہیں۔ ابوبکر عظیم حافظِ حدیث تھے۔ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے حدیثیں لکھیں۔ ان کی جمع و تدوین میں حصہ لیا اور حدیث کے بارے میں کتب تصنیف فرمائیں۔ آپ نے 235ھ میں وفات پائی۔

ابن ابی شیبہ نے عفان سے روایت کیا ہے جن کے بارے میں محدثین نے فرمایا کہ عفان ایک بلند پایہ امام' ثقہ اور صاحب ضبط و اتقان ہیں اور سعید بن میناکا شمار بھی ثقہ راویوں میں ہوتا ہے پھر یہ صحیح الاسناد روایت جلیل القدر صحابہ کرام حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔

پس اس قول کی موجودگی میں کسی مورخ یا ماہر فلکیات کا یہ کہنا کہ 12 ربیع الاول تاریخ ولادت نہیں' بالکل غلط ہے۔ حضرت ابن عباس حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ انہوں نے یہ روایت ہاشمی خاندان کے بزرگوں یا سن رسیدہ خواتین سے سنی ہوگی۔ حضور نبی کریم کے خاندان سے زیادہ کس کو آپ کی ولادت کا علم ہو سکتا ہے۔ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت 12 ربیع الاول ہے۔

2۔ ہمارے آقا اور ہمارے نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوموار کے روز 12 ربیع الاول شریف کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ (عیون الاثر صفحہ 26 جلد اول) از امام الحافظ ابوالفتح محمد بن اسحاق بن الناس شافعی الاندلسی)

3۔ مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی' قدس سرہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ وہ تفسیر' حدیث فقہ' لغت کے عالم ہونے کی علاوہ ہندسہ' علم جفر اور علم نجوم کے ماہر تھے۔ حضور سید المرسلین' رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وصال کے بارے میں اختلاف پر 14 صفحات کا رسالہ تحریر فرمایا۔ اس میں سال'

علماء و تاریخ پر مفصل بحث کی ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں۔
"(ولادت کے متعلق) سات قول ہیں مگر اشہر و اکثر و ماخوذ و معتبر بارہویں ہے۔ مکہ معظمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ کو مکانِ مولدِ اقدس کی زیارت کرتے ہیں۔ شرح مواہب لدنیہ میں امام ابن کثیر سے۔ ھو المشہور عند الجمہور۔ اسی میں عمل ہے۔
(نطق الہلال بارخ ولادۃ الحبیب والوصال صفحہ 4'1317ھ)

4۔ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1367ء) رقم طراز ہیں۔ 12 ربیع الاول کو صبح صادق کے وقت مکہ مکرمہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔
"تبرکات صدر الافاضل صفحہ 199 مرتبہ معین الدین سواد اعظم لاہور۔"

5۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رقم طراز ہیں۔ "جس سال واقعہ اصحاب فیل پیش آیا۔ اسی سال ماہ ربیع الاول میں دو شنبہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ جمہور کے نزدیک یہی قول ہے۔ البتہ تاریخ ولادت کی تعیین میں اختلاف ہے۔ بعض نے دوسری، بعض نے تیسری اور بعض نے بارہویں تاریخ بیان کی ہے۔
" سرور المحزون ترجمہ نور العیون صفحہ 18913ء مطبع محمدی لاہور۔"

6۔ احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد القسطلانی 'القتیبی' المصری الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔
"مشہور قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن بارہویں ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ اس قول پر اہل مکہ کا عمل ہے کہ وہ لوگ اس وقت مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتے ہیں"۔ سیرت محمدیہ ترجمہ مواہب لدنیہ صفحہ 69

7۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ "بعض علماء نے اس قول پر دعویٰ کیا ہے کہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی۔ یہی قول اشہر و اکثر ہے۔ اہل مکہ کا جائے ولادت شریفہ زیارت اور مولود پڑھنے میں اور جو کچھ بھی اس کے آداب و اوضاع ہیں ادا کرتے ہیں۔ اسی قول یعنی بارہویں رات اور پیر کے دن پر عمل ہے"۔
مدارج النبوت صفحہ 24 مترجم اشرف نقشبندی

8۔ علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی جو علم سیاست اسلامیہ کے ماہرین میں سے ہیں اور جن کی کتاب "الاحکام السلطانیہ" آج بھی سیاست کے طلبہ کے لئے بہترین ماخذ ہے۔ اپنی کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

لانہ ولد بعد خمسین یوما من الفیل وبعد موت ابیہ فی یوم الاثنین الثانی عشر۔

(اعلام النبوۃ صفحہ 192)

واقعہ اصحاب فیل کے پچاس روز بعد آپ کے والد کے انتقال کے بعد حضور علیہ السلام بروز سوموار 12 ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔

9۔

The Apostle Was born on monday,12th Rabi-ul-Awwal in the year of Elephant

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں 12 ربیع الاول کو پیر کے دن پیدا ہوئے۔

Ishaqs sirat Rasul Allah (-P-69) Oxford University London.

امام المغازی محمد بن اسحاق نے سب سے پہلے سیرت کی کتاب لکھی۔ ابن اسحاق امام زہری کے شاگرد تھے۔ ان کا انتقال 150ھ یا 151ھ میں ہوا۔ ان کی کتاب المغازی پہلے ناپید تھی مگر ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اس کی تحقیق اور نور الٰہی ایڈووکیٹ نے اس کا اردو ترجمہ کیا جو جنوری 1985ء میں "نقوش" کے "رسول نمبر" کی جلد یازدہم میں شائع ہوا۔ سیرت ابن اسحاق کی تحقیق لندن یونیورسٹی کے عربی پروفیسر A-Guillaume نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا جو 1955ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی نے شائع کیا۔ اوپر بالا انگریزی جملہ اسی کتاب سے ماخذ ہے۔

10۔ نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت باسعادت 12 ربیع الاول شریف کو ہے۔ عند المحدثین صحیح قول یہی ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ قال ابن اسحاق ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من شہر ربیع الاول عام الفیل۔

سیرت ابن ہشام عربی صفحہ 167 جلد اول

11۔ المختصر الی عبداللہ الحاکم انیشا پوری کا فیصلہ دیکھئے۔ محمد بن اسحاق نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پیر کے دن 12 ربیع الاول کو ہوئی۔
(المستدرک علی الصحیحین صفحہ 603 جلد دوئم طبع بیروت)

12۔ عاشق رسول علامہ یوسف نبہانی رحمت اللہ فرماتے ہیں۔ "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پیر کے دن 12 ربیع الاول کو ہوئی۔ اصل عبارت اس طرح ہے۔ الجمہور انہ صلی اللہ علیہ وسلم ولد یوم الاثنین ثانی عشرۃ ربیع الاول و ھو قول ابن اسحاق۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ 231)

13۔ علامہ حسن موسیٰ شبلنجی علیہ الرحمت فرماتے ہیں۔ ولد صلی اللہ علیہ وسلم بمکتہ عند طلوع الفجر یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ لیلتہ مضت من شھر ربیع الاول۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں طلوع فجر کے وقت 12 ربیع الاول کو پیر کے دن پیدا ہوئے۔
(نورالابصار عربی صفحہ 13 بر حاشیہ اسعاف الراغبین صفحہ 9)

14۔ مولانا معین الدین کاشفی الہروی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ مشہور ہے کہ ربیع الاول کے مہینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور اکثر کہتے ہیں کہ ربیع الاول کی 12 تاریخ تھی۔ (ترجمہ معارج النبوت فارسی باب سوم صفحہ 37)

15۔ علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمتہ کا قول ملاحظہ فرمائیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن 12 ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔
سیرت محمدیہ ترجمہ مواہب لدنیہ صفحہ 153 جلد اول

16۔ حضرت محدث سہیلی رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ۔ محمد بن اسحاق مطلبی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن 12 ربیع الاول کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔
سیرت ابن ہشام بر حاشیہ الروض الانف صفحہ 107 جلد اول

17۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ "تاریخ ولادت بارھویں ہے اور یہی قول مشہور ہے۔ اسی پر اہل مکہ کا عمل ہے کہ وہ اس تاریخ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت کی زیارت کرتے ہیں۔ طیبی نے کہا کہ سب کا اس پر اتفاق ہے

کہ آپ 12 ربیع الاول کو پیر کے دن پیدا ہوئے۔

ترجمہ اثبت بالسنۃ عربی صفحہ 57 سطر نمبر 22-21-20

18۔ محدث ابن جوزی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آپ 12 ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ یہ قول زیادہ صحیح ہے۔ (عید میلاد النبی صفحہ 50)

19۔ حضرت محمد بن الحسن علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ تاریخ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن مشہور اور صحیح قول یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم 12 ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ (تاریخ الخمیس صفحہ 196 طبع بیروت)

20۔ علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی مکی علیہ الرحمتہ کا عقیدہ یہ ہے۔ وکان مولدہ لیلۃ الاثنین لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت شھر ربیع الاول۔ یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک 12 ربیع الاول کو ہوئی۔ (النعمتہ الکبریٰ صفحہ 20)

21۔ علامہ امام محمد بن عبد الباقی المالکی الزرقانی فرماتے ہیں۔ جمہور کے نزدیک صحیح تاریخ ولادت 12 ربیع الاول ہے اور یہی مشہور ہے۔ (زرقانی علی المواہب صفحہ 132 جلد اول)

22۔ مولوی اعزاز علی دیوبندی لکھتا ہے۔ ولد صلی اللہ علیہ بمکتہ عام الفیل یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ خلت من شھر ربیع الاول علی الاصح من الاقوال۔

(نفحتہ العرب صفحہ 141 سیرت الانبیا صفحہ 490 بحوالہ ابن خلدون تاریخ حبیب اللہ صفحہ 13)

23۔ نواب صدیق خان بھوپالی لکھتا ہے کہ ولادت شریف مکہ مکرمہ میں بوقت طلوع فجر کے روز دوشنبہ دوازدھم ربیع الاول (12 ربیع الاول) عام الفیل کو ہوئی۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ ابن الجوزی نے اس پر اتفاق کیا ہے۔

(الشمامتہ العنبریہ صفحہ 7)

24۔ عین ولادت باسعادت کے دن بارہ ربیع الاول شریف کو بھی محفل میلاد کا انعقاد صحابہ کرام کی سنت ہے۔ رسالہ محمد نور صفحہ 56 از علامہ محمد منشا تابش قصوری صاحب صدر سنی علماء کونسل مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

25۔ صحابہ کرام تابعین، مفسرین، محدثین اور مورخین کی اکثریت نے بارہ ربیع الاول کو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت قرار دیا ہے اور قدیم دور سے بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی منائی جاتی ہے۔ ضیائے حرم عید میلاد النبی نمبر صفحہ 184 (1310ھ)

26۔ جناب ابو الاعلیٰ مودودی رقم طراز ہیں۔ ربیع الاول کی کونسی تاریخ تھی؟۔ اس میں اختلاف ہے۔ لیکن ابن شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کا قول نقل کیا ہے کہ آپ 12 ربیع الاول کو پیدا ہوئے اس کی تصریح محمد بن اسحاق نے کی ہے اور جمہور اہل علم میں یہی تاریخ مشہور ہے۔

سیرت سرور عالم از ابو الاعلیٰ مودودی صفحہ 93-94

27۔ سر سید احمد خان بانی علی گڑھ یونیورسٹی نے خطبات الاحمدیہ علی العرب والسیرۃ المحمدیہ" میں لکھا ہے

Orisental Historion are, for the most past, of ipinion that the date of birth, Muhammad was 12th Rabi (1) in the year of Elephat of of Abraha. fifty five days after the attack

جمہور مورخین کی رائے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارہویں ربیع الاول کو عام الفیل کے پہلے برس یعنی ابرھا کی چڑھائی کے پچپن روز بعد پیدا ہوئے

خطبات الاحمدیہ علی العرب والسیرۃ المحمدیہ صفحہ 12

28۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت موسم بہار میں دو شنبہ (پیر) کے روز بارہ ربیع الاول ہے۔ (حیات رسول مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور صفحہ 92)

29۔ رسول اللہ کا سن پیدائش 12 ربیع الاول بروز پیر (20 اپریل 571ء) ہے۔

1001 سوال و جواب صفحہ 128 ماجد علی سید فیروز سنز لاہور

30۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم 20 اپریل 571ء کو عرب کے ایک شہر مکہ میں پیدا ہوئے یہ ربیع الاول کی 12 تاریخ تھی اور پیر کا دن تھا۔

محمد رسول اللہ صفحہ 5 نیشنل بک فاؤنڈیشن لاہور 1975ء

31۔ جس دن ابرھائے ہاتھیوں کے لشکر سے کعبہ پر چڑھائی کی۔ اس کے پچاس یا پچپن روز کے بعد 12 ربیع الاول مطابق 20 اپریل 571ء کو حضور کی ولادت ہوئی۔

دین مصطفیٰ صفحہ 84 سطر نمبر 16 از علامہ سید محمود احمد رضوی

32۔ صبح صادق کا سہانا وقت تھا اور پیر کا مبارک دن تھا۔ ربیع الاول کی 9 یا 12 تاریخ اپریل کا مہینہ سن عیسوی 571ء تھا۔ نورِ مجسم محسنِ اعظم، پیکرِ عظمت، سراپا شرافت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وجودِ مسعود سے دنیائے کائنات کو شرف فرمایا۔

(محبوب کے حسن و جمال کا عطر صفحہ 11 از خواجہ محمد اسلام)

نوٹ: مصنف کے نزدیک اگر 9 تاریخ ہی معتبر ہوتی تو اسے بارہ ربیع الاول لکھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔

33۔ مشہور یہی ہے کہ واقعہ اصحاب فیل سے پچپن دن کے بعد بارہ ربیع الاول مطابق بیس اپریل 571ء ولادت باسعادت کی تاریخ ہے۔ اہل مکہ کا اس پر عمل درآمد ہے کہ وہ لوگ بارہویں ربیع الاول کو کاشانہ نبوت کی زیارت کرنے کے لئے جاتے ہیں اور وہاں میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ (سیرت مصطفیٰ از علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی صفحہ 59)

34۔ مورخین نے جناب محمد رسول اللہ کی ولادت 12 ربیع الاول 40ء یا 48 نوشیرواں بمطابق 1882ء سکندری واقعہ عام الفیل تحریر کی ہے۔

ہمارے پیغمبر از احمد مصطفیٰ صدیقی راہی صفحہ 219 سطر نمبر 14

35۔ یہ ماہ پاک، ربیع الاول شریف کا پیارا پیارا مہینہ ہے اس کی بارہ تاریخ کو حبیب کبریا، امام الانبیا بے کسوں کے کس، بے بسوں کے بس، بے سہاروں کے سہارے، بے چاروں کے چارے، غریبوں کے حامی، یتیموں کے والی، شفیع المذنبین، رحمۃ اللعالمین، تاجدار عرب و عجم، فخر بنی آدم، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری ہوئی۔

(الخطیب صفحہ 121 سطر نمبر 16 قاری محمد الدین نعیمی فیصل آباد)

36۔ حضرت عبداللہ کی وفات کے چھ ماہ بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نو، دس، یا بارہ

ربیع الاول (20 اپریل 571ء) کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ (حیات قدسیہ صفحہ 15)

37۔ جس دن ہمارے رسول پاک دنیا میں تشریف لائے یہ اپریل 571ء کی بیس تاریخ اور ربیع الاول کے مہینے کی 12 تاریخ تھی اور پیر کا دن تھا۔

ہمارے رسول پاک صفحہ 43 از طالب الہاشمی

38۔ رسول اللہ کی والدہ مکرمہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ کی حاملہ ہو کر درد حمل کے بوجھ اور الم سے دور رہیں اور دل کو اک طرح کا سرور سا رہا۔ سال مولود کے ماہ سوم کی دوس اور دو ہے۔

ہادی عالم صفحہ 43 سطر نمبر 11 از محمد ولی زاری

39۔ آج ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہے۔ یہ ایک مقدس اور مبارک دن ہے۔ آج کے روز سید الانبیاء جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس گلشن ہستی میں جلوہ گر ہوئے۔ (رسائل کاظمی صفحہ 12 از سید ارشد سعید کاظمی)

40۔ محدثین اور مورخین کا اس بات پر قریب قریب اتفاق ہے کہ اصحاب فیل کا واقعہ محرم میں پیش آیا اور رسول اللہ کی پیدائش ربیع الاول میں ہوئی۔ آپ 12 ربیع الاول پیر کے روز بیس اپریل 571ء کی مبارک صبح اس دنیا میں تشریف لائے۔

کتاب شان محمد صفحہ 234 از میاں عابد احمد

41۔ ذکر ولادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے۔

(عقائد علماء دیوبند حسام الحرمین صفحہ 246)

اگرچہ اس جملے میں 12 ربیع الاول کا ذکر نہیں ہے۔ "از خرس موئے بس است" کے تحت ذکر ولادت کا ثبوت ہی کافی ہے۔ بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی۔

42۔ مولوی صادق سیالکوٹی سید الکونین میں لکھتا ہے۔ "بہار کے موسم 12 ربیع الاول شریف 22 اپریل 571ء سوموار کے روز' نور کے تڑکے' حافظ بانوبِی گوم' مشہور روایت حضور علیہ السلام کی پیدائش کی تو 12 ربیع الاول ہے۔ (سید الکونین صفحہ 60)

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

43۔ مولوی احمد علی لاہوری لکھتے ہیں۔ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم 12 ربیع الاول میں اپریل 571ء پیر کے دن عرب دیس کے شہر مکہ میں پیدا ہوئے۔
(ہفت روزہ خدام الدین صفحہ 187 مارچ 1977ء)

44۔ مولوی عبدالستار وہابی کا اعتراف:

بارہویں ماہ ربیع الاول رات سوار نورانی
فضل کنوں تشریف لیایا پاک حبیب حقانی

اکرام محمدی صفحہ 270

وہابیوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں
ہے اعتراض غیروں پہ اپنی خبر نہیں

45۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم 12 ربیع الاول دو شنبہ کے دن فجر کے وقت کہ ابھی ستارے آسمان پر نظر آرہے تھے پیدا ہوئے۔
(سیرت رسول عربی صفحہ 43 سطر 5-6 از علامہ نور بخش توکلی)

46۔ بتاریخ 12 ربیع الاول مطابق 20 اگست 570ء بروز دو شنبہ صبح کے وقت حضور اکرم کی ولادت ہوئی۔ اہل مکہ کا معمول ہے کہ وہ آج بھی آپ کے مقام ولادت کی زیارت کرتے ہیں۔ (محمد رسول اللہ صفحہ 30 سطر نمبر 3-4-5)

47۔ حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت واقعہ اصحاب فیل کے پچپن روز بعد بروز پیر بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔ (شواہد النبوت صفحہ 22 از علامہ جامی)

48۔ بلاشبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ولادت مکہ معظمہ ہے اور اہل مکہ کا

قدیم سے ہر سال 12 ربیع الاول کو جائے ولادت پر حاضر ہوتا اور میلاد شریف پڑھتا اس کی روشن دلیل ہے کہ آپ کی تاریخ ولادت بارہ ربیع الاول ہے۔

ذکر الحسین فی سیرت نبی الثقلین صفحہ 116 سطر نمبر 17-18

49۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم 12 ربیع الاول مطابق 23 اپریل 571ء کو رحمت عالم بن کر دنیا میں تشریف لائے۔ (سوئے حرم صفحہ 106 سطر نمبر 10-11 از سید آفتاب حلیم PIA)

50۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم 20 اپریل 571ء (بارہ یا نو ربیع الاول) کو روز پیر صبح صادق کے وقت مکہ میں پیدا ہوئے۔ (معلومات عامہ صفحہ 61 مرتبہ ظفر اقبال)

نوٹ: مرتب کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت 12 ربیع الاول ہے اسی لئے پہلے 12 لکھا اور پھر 9۔ اگر اس کے نزدیک 9 ربیع الاول کی اہمیت زیادہ ہوتی تو وہ اسے پہلے درج کرتے۔

51۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے اڑھائی ہزار برس بعد 12 ربیع الاول کو اسی ابراہیمی شہر مکہ میں قبیلہ قریش کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا۔ دادا نے محمد اور ماں نے احمد نام رکھا۔

نور کامل صفحہ 36 سطر نمبر 3-4-5 از قاضی عبد المجید قریشی

52۔ آنحضرت کی تاریخ ولادت 12 ربیع الاول ہے۔ آپ پیر کے روز حضرت عیسیٰ کے 570ء سال بعد 571ء میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ عرب اس سال کو عام الفیل کہتے ہیں۔ (اسلامی تہذیب و تمدن صفحہ 347)

53۔ ولادت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دوازدہم (بارہ) ربیع الاول است' مسلمانان جہاں جشن عید میلاد را ہمیں روز میگرند۔

کتاب فارسی صفحہ 81 از مفتی محمد اشرف قادری صاحب آف مراڑیاں شریف

54۔ آپ کی ولادت باسعادت بوقت صبح صادق بروز پیر بارہ ربیع الاول بمطابق 21 اپریل 571ء کو ہوئی۔ (ماہنامہ ترجمان اویس صفحہ 71)

55۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ربیع الاول عام الفیل 20 اپریل 571ء یکم

جیٹھ 628 بکری بروز پیر بعد از نماز صبح صادق قبل از طلوع آفتاب حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر پیدا ہوئے۔ (ماہنامہ نور الحبیب صفحہ 41 اکتوبر 1989ء)

56۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خوبصورت نوجوان حضرت عبداللہ کے گھر 12 ربیع الاول بمطابق 20 اپریل 571ء کو صبح کے وقت پیدا ہوئے۔ (اسلامیات سی۔ٹی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی صفحہ 80)

57۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی تاریخ کے بارے میں جمہور کا یہ مسلک رہا ہے کہ ولادت 12 ربیع الاول بمطابق 23 اپریل 571ء پیر کے دن صبح صادق کے وقت ہوئی۔ (اسلامیات لازمی بی۔اے' بی ایس سی صفحہ 149 علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد)

نوٹ: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد' دور جدید کے تمام تقاضے کماحقہ پورے کر رہی ہے۔ اور ساتھ ساتھ ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دے رہی ہے جن کا تعلق بالخصوص نظام تعلیم سے ہے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے فارغ شدہ اساتذہ کرام بہت احسن طریقے سے تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ یونیورسٹی بڑا کا طرہ امتیاز ہے کہ وہ اپنی کتب میں شامل کرنے کے لئے ایسا مسودہ ترتیب دیتی ہے جس میں مزید تحقیق کی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی مبارکباد کی مستحق ہے کہ اس نے نبی دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے سلسلے میں اسی تاریخ کو مستند سمجھا ہو کہ محدثین' آئمہ کرام علماء و مشائخ کی تحقیق سے ہم تک پہنچی ہے اور اسی پر جمہور علماء کا مسلک رہا ہے۔

58۔ کائنات گواہ ہے کہ تاریخ انسانی کا سب سے روشن اور مبارک دن 12 ربیع الاول ہے کہ اس دن وہ ہستی اس دنیا میں تشریف لائی جس سے انسانیت کی افق پر سے ظلمتیں چھٹ گئیں اور سپیدہ سحر چاروں طرف کھل گیا۔ (پیغام اسلامی جمعیت طلبہ 1979ء)

59۔ علامہ ابن خلدون کے مطابق آپ کی تاریخ ولادت بارہ ربیع الاول ہے۔

سیرت کوئز صفحہ 18 مرتبہ لطف اللہ گوہر

60۔ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو بروز پیر بارہ ربیع الاول

شریف مطابق 20 اپریل 571ء میں مکہ شریف میں پیدا ہوئے۔
(انوار شریعت صفحہ 11 سطر نمبر 21)

61۔ آپ عام الفیل میں دو شنبہ کے دن بارہویں ربیع الاول 42 کسری کو دنیا میں ظہور فرما ہوئے اور ہبوط آدم علیہ السلام سے آپ تک چھ ہزار ایک سو تیرہ برس کا فاصلہ ہے۔
موضح القرآن اردو صفحہ 33 شاہ رفیع الدین محدث دہلوی

62۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک 12 یا نو ربیع الاول بمطابق 20 اپریل 571ء کو ہوئی۔ اسلامیات اختیاری صفحہ 195 جماعت نہم و دہم پنجاب ٹیکسٹ بورڈ لاہور

63۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور روایت کے مطابق (22 اپریل 571ء) 12 ربیع الاول پیر کے دن پیدا ہوئے۔
اسلامیات لازمی نہم و دہم صفحہ 88 پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور

64۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ربیع الاول (20 اپریل 571ء) کو پیر کے دن عرب کے مشہور شہر مکہ میں پیدا ہوئے۔ (دینیات برائے جماعت پنجم صفحہ 55، 1971ء)

65۔ ولد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ المکرمۃ یوم الاثنین فی الثانی عشر من شہر ربیع الاول عام الفیل الموافق العشرین من ابریل 571ء میلادی۔
الکتاب العربی برائے جماعت ہشتم صفحہ 16 پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور
یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ربیع الاول عام الفیل بروز سوموار بمطابق 20 اپریل 571ء کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔

66۔ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تہوار 12 ربیع الاول کو بڑے جوش و عقیدت سے منایا جاتا ہے۔ اس روز حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی منائی جاتی ہے۔ بازاروں، محلوں اور گھروں کو خوبصورتی سے سجایا جاتا ہے۔ نیز جلسے اور میلاد شریف منعقد کئے جاتے ہیں۔ (مطالعہ پاکستان نہم و دہم صفحہ 119 سطر 9-10-11 پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور 1989ء)

67۔ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال 12 ربیع الاول کو منائی جاتی ہے۔ یہ

مبارک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کون ہے۔ یہی وہ دن ہے جس کی آمد سے کفر و شرک کا اندھیرا دنیا سے مٹ گیا۔

اردو کی آٹھویں کتاب صفحہ 3 سطر نمبر 2-3-4 '1988ء پنجاب ٹیکسٹ بورڈ لاہور

It was tweith day of Rabi- ul-ul-Awwal. Hazrat Abdul Muttalib, the the Kaba chief of Quraish, was sitting near A woman came running 68. towards him. What is the matter? asked Hazrat Abdul Muttalib. she replied.Son of Abdallah? asked Hazrat Abdul Muttalib. <You have a grandson> Yes the son of Abdullaha, she said. English 8th page No. 1- 1987.Punjab Text book board Lahore.

69۔ آج بارہ ربیع الاول ہے۔ صبح ہی سے ہر طرف رونق اور چہل پہل دکھائی دیتی ہے۔ سکول کو خوبصورت رنگ برنگی جھنڈیوں سے سجایا گیا ہے۔ تمام طالب علم خوش و خرم رنگ برنگے لباس پہنے ہال میں جمع ہو رہے ہیں۔ جشن کا سماں ہے۔ کیوں نہ ہو۔

محمد مصطفیٰ صلی علیٰ کی آج آمد ہے
حبیب کبریا کی آج آمد ہے

آج باعث تخلیق کائنات، رحمت عالم، نور مجسم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جشن ولادت ہے۔ آپ کی آمد کی خوشی کا منانا ہر مسلمان پر لازم ہے اور عبادت ہے۔

اردو کی ساتویں کتاب صفحہ 17 پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور

جہاں تک پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کا تعلق ہے یہ ایک ذمہ دار ادارہ ہے۔ جس کے آفیسر اور نگران عملہ تحقیق پر مبنی مضامین ہی اپنی کتب میں شائع کرتے ہیں۔ لاکھوں طلباء پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کی مجوزہ کتب (Prescribed books) پڑھ چکے ہیں اور لاکھوں اب بھی پڑھ رہے ہیں۔

یہ ادارہ دلی مبارکباد کا مستحق ہے۔ جس نے کتب میں وہی تاریخ ولادت سرکار درج کی ہے جس پر جمہور علماء کرام اور اکابرین اسلام متفق ہیں۔ ایک آدھ کتاب میں تاریخ ولادت تو بھی درج کی گئی ہے۔ وہ پرانا ایڈیشن ہے ممکن ہے کہ آئندہ اشاعت میں اس کی بھی تصحیح کر دی جائے اور باقی میری نظر سے گزرنے والی تمام کتابوں میں تاریخ ولادت 12 ربیع الاول ہی درج کی گئی ہے۔

70۔ ولادت باسعادت۔ 12 ربیع الاول روز دو شنبہ بعد صبح صادق۔ قبل طلوع آفتاب۔ 11 ماہ بیشنس 3675 طوفان۔ یکم جیٹھ 3672 کل جگ۔ 20 ماہ ختم 2585 ابراہیمی۔ 20 ماہ نیساں 882 سکندری، یکم جیٹھ 668 بکری، 22 اپریل 571ء عیسوی مقام ولادت مکہ المکرمہ۔

(کیلنڈر شائع کردہ مرکزی مسجد فیض مدینہ کھوکے از علامہ محمد اکرم رضوی)

71۔ بارہ ربیع الاول کی رات ہر سال باقاعدہ مسجد حرام میں اجتماع کا اعلان ہو جاتا ہے۔ تمام علاقوں کے علاوہ فقہا گورنر اور چاروں مذاہب کے قاضی مغرب کی نماز کے بعد مسجد حرام میں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ (الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام صفحہ 194)

72۔ ہر سال مکہ شریف میں بارہ ربیع الاول کی رات کو معمول ہے کہ قاضی مکہ جو شافعی ہیں مغرب کی نماز کے بعد لوگوں کے ایک جم غفیر کے ساتھ مولد شریف کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ (القول الفصل مطبوعہ ریاض 1979ء صفحہ 145)

73۔ بارہ ربیع الاول حضور علیہ السلام کا یوم ولادت جیسا کہ تاریخ میں آیا ہے کہ آپ کی ولادت سال فیل میں 12 ربیع الاول کو ہوئی۔

(جان جاناں صفحہ 117 از ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب)

74۔ پیدائش 12 تاریخ کو ربیع الاول کے مہینے میں پیر کے دن حضرت عیسیٰ سے 571 برس بعد ہوئی۔ سب گھر والوں کو اس بچے کے پیدا ہونے سے بڑی خوشی ہوئی۔

رحمت عالم صفحہ 13 از علامہ سید سلیمان ندوی

75۔ پیغمبر کی ولادت امن والے شہر مکہ "ہنبھل" میں سب سے بڑے سردار

(پروہت) کے ہاں 12 ربیع الاول (شکل پکشھ) کو ہو گی۔ باپ کا نام عبداللہ (ویشنو لش) ہو گا ماں کا نام آمنہ (سومتی) ہو گی۔ (بھاگوت پران۔ اسکند 12 باب 2 شلوک 18 بحوالہ جان جاں صفحہ 47)

76۔ 12 ربیع الاول کو ان کے ہاں لوگ جمع ہوتے۔ درود شریف پڑھا جاتا۔ پھر شاہ صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور بعض احادیث سناتے۔

الدرالمنظم صفحہ 89 بحوالہ جان جاناں صفحہ 115

77۔ شیخ محمد اقبال صاحب فرماتے ہیں کہ قوی تر اقوال 8 اور 12 ربیع الاول کی طرف راجح ہیں۔ (جواہر اسلام صفحہ 97 علمی کتب خانہ لاہور)

78۔ یہ ربیع الاول کا مقدس مہینہ تھا۔ تاریخ کے بارے میں ارباب سیر اور مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ 12 ربیع الاول کو عام طور پر برصغیر میں تاریخ ولادت مصطفوی قرار دیا جاتا ہے۔ (نو ربیع الاول کے حق میں بھی شہادتیں موجود ہیں)

قومی ڈائجسٹ خصوصی نمبر 1989ء صفحہ 50

79۔ اگرچہ شیعہ علماء جیسے حاج شیخ عباس قمی نے زندگانی حضرت محمد میں ڈاکٹر محمد مسعود رضا خلیلی نے چہاردہ معصومین میں رسول اللہ کی تاریخ ولادت 17 ربیع الاول لکھی ہے۔ مگر علامہ محمد باقر مجلسی نے حیات القلوب جلد دوم میں لکھا ہے کہ محمد بن یعقوب کلینی نے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت جب ہوئی تو ماہ ربیع الاول کی 12 راتیں گزر چکی تھیں۔ (حیاۃ القلوب جلد دوم صفحہ 112 امامیہ کتب خانہ لاہور)

یہی روایت جلاء العیون جلد اول میں بھی موجود ہے۔ (جلاء العیون جلد اول صفحہ 72 از محمد باقر مجلسی)

اس لئے اس کے مقابلے میں عصر حاضر کے شیعہ مورخین کی بات کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

80۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن بارھویں ربیع الاول کو پیدا ہوئے جس سال کہ اصحاب فیل نے مکہ پر لشکر کشی کی تھی۔ (سیرت ابن ہشام اردو صفحہ 182 غلام علی اینڈ

سنز لاہور)

81۔ شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری نے لکھا ہے۔

"آپ کی ولادت پیر کے دن جب ربیع الاول کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں ہوئی"۔

بحوالہ ضیائے حرم صفحہ 186

82۔ امام محمد الغزالی نے فقہ السیرۃ میں 12 ربیع الاول کو یوم ولادت قرار دیا ہے۔

(فقہ السیرۃ صفحہ 60 دار الاحیاء التراث العربی)

83۔ آپ کی ولادت سوموار کے دن عام الفیل میں ربیع الاول کی بارہویں کو ہوئی۔

الوفا از ابوالفرج عبد الرحمٰن جمال الدین بن علی بن محمد القرشی البکوی الحنبلی۔

مترجم۔ مولانا محمد اشرف نقشبندی صفحہ 177

84۔ حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل القرشی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 774ھ) السیرۃ النبویہ میں رقم طراز ہیں۔

ابن ابی شیبہ نے عفان سے روایت کی، انہوں نے سعید بن مینا سے اور انہوں نے حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن 12 ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ یہی جمہور میں مشہور ہے۔

ضیائے حرم میلاد النبی نمبر صفحہ 186

85۔ ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت 12 ربیع الاول کو صحیح تاریخ لکھا ہے۔ (علموا اولادکم محبت رسول اللہ صفحہ 99 وزارت اعلام سعودی عرب 1987ء تیسرا ایڈیشن)

86۔ اکثریت کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت 12 ربیع الاول کو ہوئی۔

حیات محمد صفحہ 126 از ڈاکٹر محمد حسین ہیکل مطبوعہ قاہرہ

87۔ مصر کے مشہور آفاق عالم شیخ محمد ابو زہرہ نے اپنی تالیف "خاتم النبین" میں 12 ربیع الاول پیر کے دن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جہان میں آمد کا دن قرار دیا ہے۔

خاتم النبین صفحہ 118 از امام ابو زہرہ مکتبہ دار الفکر

88۔ 12 ربیع الاول' بارھویں تاریخ حضور انور صلی اللہ علیہم کی ولادت پاک کا دن ہے۔

اسلامی زندگی از صاحب تفسیر نعیمی مفتی احمد یار نعیمیؒ صفحہ 102

89۔ انڈونیشیا کا اسکالر فواد فخرالدین لکھتا ہے۔12 ربیع الاول کی تاریخ وہ مبارک تاریخ ہے جس میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔

(ماہنامہ خاتون پاکستان رسول نمبر صفحہ 649' 1964ء)

90۔ محدث جلیل سید جمال حسینی فرماتے ہیں۔

مشہور قول یہ ہے اور بعض نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ آپ ربیع الاول کے مہینہ میں پیدا ہوئے۔ 12 ربیع الاول مشہور تاریخ ولادت ہے۔

رسالت مآب ترجمہ روضہ الاحباب از مفتی عزیز الرحمن صفحہ 9 شمزلو پبلشرز لاہور

91۔ ربیع الاول کی بارھویں تاریخ کو عالم مادی آپ کے وجود سے مشرف ہوا۔

سیرت المنذر صفحہ 27 مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور

نوٹ=اس کتاب کا پیش لفظ جناب مودودی صاحب نے لکھا اور مکتبہ تعمیر انسانیت نے شائع کیا۔

92۔ ضیاء الامت پیر سید محمد کرم شاہ صاحب الازہری جسٹس شریعت بنچ سپریم کورٹ پاکستان اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

"بارہ ربیع الاول کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افزائے بزم گیتی ہوئے"۔(تفسیر ضیاء القرآن صفحہ 665 جلد نمبر5)

93۔ علامہ حکیم سید ابوالحسنات سابق خطیب مسجد وزیر خان نے بارہ ربیع الاول کو حضور سید الانام علیہ السلام کا یوم ولادت قرار دیا ہے۔

(میلاد نمبر صفحہ 24 انجمن حزب الاحناف لاہور)

94۔ مولانا نقی علی خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے (متوفی 1880ء) بارہ ربیع الاول کو سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیتہ والثناء کا یوم ولادت

قرار دیا ہے۔ (سرور القلوب بذکر المحبوب صفحہ 11-12)

95۔ جناب عبد الماجد دریا آبادی نے بارہ ربیع الاول 52 قبل ہجرت تاریخ ولادت لکھی ہے۔ (خاتون پاکستان رسول نمبر صفحہ 36، 1383ھ)

96۔ جناب اشرف علی تھانوی دیوبندی نے اپنی تالیف میں لکھا ہے۔

سب کا اتفاق ہے۔ دو شنبہ تھا اور تاریخ میں اختلاف ہے۔ آٹھویں یا بارھویں۔ سو اول پر سب کا اتفاق ہے کہ ربیع الاول تھا۔ (نشر الطیب صفحہ 29 از مولانا اشرف علی تھانوی)

97۔ جناب احتشام الحق تھانوی نے لکھا ہے۔

مشہور روایت یہی ہے کہ ربیع الاول کے مہینے کی 12 تاریخ دو شنبہ کا دن اور صبح صادق کا وقت تھا۔ جب آپ نے اپنے وجود عنصری و جسمانی وجود اقدس سے پوری کائنات کو رونق بخشی۔ (ماہنامہ محفل لاہور صفحہ 65 مارچ 1981ء)

98۔ پنجاب یونیورسٹی کے شائع کردہ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ) جو اہل علم نے تحقیق کے بعد مرتب کیا ہے نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے متعلق لکھا ہے۔

"ہمارے رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت موسم بہار میں دو شنبہ کے دن بارہ ربیع الاول عام الفیل 571ء کو مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ جمہور کے نزدیک ولادت مبارک کی تاریخ قمری حساب سے بارہ ربیع الاول ہے۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ صفحہ 19-12 پنجاب یونیورسٹی لاہور)

99۔ علامہ مفتی عنایت احمد کاکوری رقم طراز ہیں۔

"بارھویں ربیع الاول کو اسی سال میں جس میں واقعہ اصحاب فیل واقع ہوا۔ بروز دو شنبہ بوقت صبح صادق جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔

(تواریخ حبیب الہٰ صفحہ 13 مکتبہ مہریہ رضویہ ڈسکہ)

100۔ مولانا عبد الحلیم شرر رقم طراز ہیں۔

"ربیع الاول کی بارھویں تاریخ اور دو شنبہ کا روز تھا کہ آخر شب کو آپ ماں کے شکم

مبارک میں سے دنیا میں آئے"۔ (خاتم المرسلین صفحہ 8-7 مطبوعہ کلکتہ)

101۔ قاضی عبدالدائم ایڈیٹر "جام عرفان" لکھتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ متعدد تاریخی دلائل کے علاوہ تقویم کی رو سے بھی 12 ربیع الاول 53 ق ھ کی صبح کو پیدا ہوئے۔ (ماہنامہ جام عرفان اکتوبر 1984ء صفحہ 11)

102۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں۔

"الغرض جس سال اصحاب فیل کا حملہ ہوا۔ اس کے ماہ ربیع الاول کی بارھویں تاریخ کے انقلاب کی اصل غرض، آدم و اولاد آدم کا فخر، کشتی نوح کی حفاظت کا راز، ابراہیم کی دعا موسیٰ و عیسیٰ کی پیشین گوئیوں کا مصداق یعنی آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونق افزائے عالم ہوئے۔ (سیرت خاتم الانبیا صفحہ 18 از مفتی محمد شفیع صاحب ناشر بیگم شائستہ بدانی وقف کراچی)

103۔ عالم اہل حدیث قاضی نواب علی رقم طراز ہیں۔

صبح کا وقت تھا۔ پیر کا دن تھا۔ ربیع الاول کی 12 تاریخ اور عام الفیل یعنی وہی سال جس سال ابرھا نے مکہ پر حملہ کیا تھا۔ جو 570 عیسوی تھا۔ حضور کی ولادت باسعادت ہوئی اور خدا کی رحمت زمین پر اتر آئی۔ (رسول اکرم از قاضی نواب علی صفحہ 22-21)

104۔ علامہ حکیم محمد عالم آسی رقم طراز ہیں۔

"آپ کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ اس کو سب جانتے ہیں مگر شب ولادت میں اختلاف ہے۔ زیادہ تر مشہور قول یہی ہے کہ حضور علیہ السلام 12 ربیع الاول کو پیدا ہوئے اور حضرت ابن عباس کی روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

(ہفت روزہ الفقیہ صفحہ 40 امرتسر میلاد نمبر 1932ء)

105۔ عبدالقدوس ہاشمی عالم ہونے کے علاوہ تقویم کے ماہر تھے۔ انہوں نے تقویم پر ایک کتاب "تقویم تاریخی" لکھی ان کے نزدیک بھی صحیح تاریخ ولادت 12 ربیع الاول ہے۔ (خاتون پاکستان رسول نمبر صفحہ 839، 1964ء)

106۔ عظیم مفسر، بین الاقوامی شہرت کی حامل شخصیت حضرت علامہ پیر سید محمد کرم شاہ

صاحب الازہری جسٹس وفاقی شرعی عدالت، بانی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ، صاحب تفسیر ضیاء القرآن اپنی نہایت تحقیقی کتاب "ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم" جو حال ہی میں منصہ شہود پر جلوہ افروز ہوئی ہے۔ اس میں 12 ربیع الاول کو ہی ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا روز سعید قرار دیتے ہیں۔ (ضیاء النبی مطبوعہ 1993ء)

107- Our lord Muhammad (May Allah shower his blessings upon Him and grant Him salvation) was born after seconds before the rising of the morning star, on a Monday, the Twelfth day of the month Rabi-ul-Awwal of the first year of the Era of the Elephant (August 29th AD 571) second chapter (The birth of Muhammad) the life of Muhammad (Prophet of Allah)

Page No. 23

108- By: Silman Bin Ibrahim and Etienne Dinet

Sayyidana Muhammad (Peace be upon him) was born on Monday the 12th Rabi-ul-Awwal to most of the historians. (Muhammad the Final Messenger P-80)

109- ہمارے پیارے نبی 12 ربیع الاول پیر کے دن مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔

(خالد دینیات (۳) وابجد سنز لاہور)

110- آپ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) 12 ربیع الاول بروز پیر بوقت طلوع فجر پاکستانی وقت کے مطابق چار بج کر بیس منٹ پر اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔

(شرح سلام رضا صفحہ 377 از مفتی محمد خان قادری لاہور)

111- حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ربیع الاول مطابق بیس اپریل 571ء کو کتم غیب سے منصہ شہود پر جلوہ افروز ہوئے۔

جمال رسول صفحہ 11 از شیخ السلام سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی

112- ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم 12 ربیع الاول 570ء پیر کے روز صبح صادق کے وقت عظمت والے شہر مکہ میں پیدا ہوئے۔

ہمارے حضور صفحہ 17 از عابد نظامی مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور نمبر 2

113- (آنحضرت) بارہویں ربیع الاول عام الفیل کے پہلے برس یعنی 22 اپریل 571ء

کو مکہ معظمہ میں صبح صادق قبل طلوع آفتاب منصہ شہود پر جلوہ آراء ہوئے۔
نورانی شمع ترجمہ قرآن مجید صفحہ 13

114۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم 23 اپریل 571ء مطابق 12 ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ (تاریخ اسلام صفحہ 31 طباعت 1953ء زمانہ قبل از اسلام تا عہد حاضر از محمود الحسن) ناشر ریاست ہائے متحدہ سلور بروڈٹ کمپنی نیویارک

115۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت 12 ربیع الاول 20 اپریل 571ء کو ہوئی۔
تاریخ ملت صفحہ 34 از مفتی زین الدین سجاد ادارہ اسلامیات لاہور

116۔ حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی نے بھی حضور کی ولادت طیبہ کو 12 ربیع الاول ہی قرار دیا۔ (جنتی زیور صفحہ 473 فرید بک سٹال لاہور)

117۔ محمد بن عبد الوہاب کے بیٹے الشیخ عبد اللہ نے اپنی تصنیف مختصر سیرت الرسول میں ولادت مصطفیٰ کا یوم ولادت نو یا بارہ ربیع الاول لکھا ہے۔ اگر مصنف کے نزدیک نو ربیع الاول ہی درست ہوتا تو انہیں بارہ ربیع الاول لکھنے کی ضرورت کیا تھی۔ مسلمہ حقیقت کو ٹھکرانے کی وہ جرات کیسے کر سکتے ہیں جبھی تو نو کے ساتھ بارہ کا ذکر بھی کیا۔
سیرت الرسول از الشیخ محمد عبد اللہ بن عبد الوہاب

118۔ تاجدار گولڑہ شریف حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بھی بارہ ربیع الاول کو یوم میلاد شریف قرار دیتے ہیں۔ (تصفیہ مابین سنی و شیعہ "پیش لفظ")

119۔ مفتی احمد یار نعیمی تحریر فرماتے ہیں۔

قابل عمل و مقبول قول یہ ہے کہ ولادت مبارکہ 12 ربیع الاول دو شنبہ مطابق اپریل 570ء بوقت صبح صادق ہوئی اور اسی پر اہل عرب و عجم کا اتفاق ہے۔ اور اہل تاریخ اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ حرمین شریفین میں اسی تاریخ کو محفل میلاد شریف کا انعقاد ہوتا ہے۔ (فتاویٰ نعیمیہ صفحہ 46 سطر نمبر 2-3-4)

120۔ مشہور و معروف کمپیوٹر جناب طارق عزیز نے نیلام گھر (پروگرام) میں 12 ربیع الاول (23 اپریل 571ء) کو ولادت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا۔

نوٹ: یہ ٹی وی پروگرام نہ صرف پاکستان بلکہ دوسرے ممالک میں بھی بڑے ذوق و شوق سے دیکھا جاتا ہے اور اس میں بتائے جانے والے جوابات کو مستند اور تحقیقی خیال کیا جاتا ہے۔ مذکورہ بیان اور حوالہ 11 فروری 1995ء کی ٹی وی اشاعت سے نوٹ کیا گیا۔

121۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور (پاکستان) کی طرف سے ایک مقالہ کی اشاعت ہوئی جس میں مقالہ نگار نے آنحضرت کی ولادت کی تاریخ 12 ربیع الاول تحریر کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

1۔ ہمارے رسول مقبول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت موسم بہار میں دو شنبہ کے دن 12 ربیع الاول 1 عام الفیل 571ء کو مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

2۔ جمہور کے نزدیک ولادت مبارک کی تاریخ قمری حساب سے 12 ربیع الاول ہے اسی کتاب کے صفحہ حاشیہ پر علم نجوم پر محمود پاشا فلکی کے حوالے سے 9 ربیع الاول 20 اپریل 571ء تحریر کیا گیا ہے۔ جبکہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تحقیق کے مطابق عیسوی تاریخ 17 جون 569ء لکھا ہے۔

قارئین اندازہ کر لیں کہ اتنے سال قبل کی تاریخ قمری کا تعین اگر مشکل ہے اور سن عیسوی غیر مستند بھی ہے تو اس عیسوی کیلنڈر کا کیا بنے گا جس پر ہر طرح سے بلا خطر انحصار کیا جاتا ہے۔ اگر اس میں اختلاف ہو سکتا ہے تو قمری تاریخ میں اختلاف کا پایا جانا تو بعید از قیاس نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح رحمۃ اللعالمین (ڈائجسٹ) میں آنحضرت کی ولادت 19 اپریل 571ء لکھی گئی ہے۔ اب کیا کہا جائے ان ریاضی میں صفر لینے والوں کو جنہیں ولادت کی تاریخ نو ربیع الاول کی رٹ لگاتے شرم نہیں آتی۔ حالانکہ کئی سلف صالحین اور صحابہ اکرام تک 12 ربیع الاول کی تاریخ کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

(بحوالہ مقالہ سیرت محمد رسول اللہ صفحہ 12)

122۔ بارہ ربیع الاول کو دنیا بھر کے مسلمان جس جوش، جذبے، ولولے، خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں وہ بھی در حقیقت جبلت انسانی ہی کا تقاضا ہے۔ وہ یوں کہ اس دن نہ صرف قوم مسلم بلکہ غیر مسلموں کو بھی خاتم النبیین کی صورت میں ایک ایسی نعمت

حاصل ہوئی جو انعامات الٰہی میں سب سے اہم اور عظیم نعمت ہے۔

زرّیں فرمودات صفحہ 401 (از سید علی شاہ)

123۔ متقدمین و متاخرین کا اجماع اسی پر ہے کہ تاریخ ولادت بارہ ربیع الاول عام الفیل ہے عالم اسلام میں قدیم زمانے سے اجماع بارہ ربیع الاول پر ہی چلا آرہا ہے اسی لئے قول مختار کا درجہ اسی کو حاصل ہے۔ (سیرۃ الرسول صفحہ 238 از پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

قارئین حضرات آپ نے بزرگان دین کی کتب کے حوالے پڑھ لئے ہوں گے اور اعتراض کرنے والے بھی ضرور پڑھیں گے۔ اب آپ ہی انصاف فرمائیں کہ اکابرین اسلام اور سلف صالحین کی تحقیق کو مستند سمجھا جائے یا انگریز کے مدح خواہوں کی تحقیق کو۔

ہر سال 12 ربیع الاول کو روزنامہ جنگ، نوائے وقت، مشرق، خبریں، مروز اور ملک کے دیگر اخبارات و رسائل نبی پاک، صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک کے سلسلے میں خصوصی ایڈیشن شائع کرتے ہیں اور یہ 12 ربیع الاول کی حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اب ایک سیاہ دل پھر بھی سعی لاحاصل سے باز نہ آئے تو کوئی حیران کن بات نہیں۔ اندھے کے کہنے سے سورج کا وجود مشتبہ نہیں ہو سکتا۔

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی ہے رات
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

تاریخ ولادت باسعادت کے حوالہ جات ان کتابوں سے دینے کا مقصد معاندین پر حقیقت کو ظاہر کرنا اور قارئین کو اسلامی تعلیمات سے واقفیت دلانا تھا۔ قارئین ان سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے مثبت بحث کے ذریعے منکرینِ میلاد کو قائل کر سکتے ہیں۔

یہ قصہ لطیف ابھی ناتمام ہے
جو کچھ بیاں ہوا ہے وہ آغاز باب تھا

تمت بالخیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولادتِ رسول

اور

وصالِ مبارک کی صحیح تاریخ

تحریر:

مفتی ضیاء الحبیب صابری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اس تحریر سے ہماری غرض محض مسلمانوں کے اتفاق واجتماع کو قائم رکھنا اور اس مغالطے کو دور کرنے کی کوشش کرنا ہے جو مسلمانوں کے اتحاد کو مزید ختم کرنے کیلئے پیدا کیا جارہا ہے' کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فرقہ بندی سے منع فرمایا اور "اللہ کی رسّی" کو مضبوطی سے تھامنے کی تاکید فرمائی' لیکن اُمت کی بدنصیبی کہ وہ اس "اتفاق واتحاد" سے گریزاں رہی۔ نت نئے فتنے جنم لیتے رہے' ابلیس بھولے بھالے مسلمانوں کو فرقہ بندی کے جہنم میں دھکیلتا رہا۔ یہ سلسلہ صدیوں سے آج تک جاری ہے۔ اسلام اور مسلمان اپنے نادان دوستوں کی زد سے نکلنے نہیں پائے۔ منفرد اور اجتماعی حیثیت کے معاملات بھی فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھائے جارہے ہیں۔ بارہ ربیع الاوّل شریف کو ہمیشہ سے مسلمان اپنے پیارے نبی ﷺ کی ولادت کی خوشی مناتے آئے ہیں لیکن یار لوگوں کو یہ بھی پسند نہیں کہ مسلمان اپنے نبی ﷺ کا یوم پیدائش" اجتماعی خوشی کی شکل میں منائیں' چنانچہ اسے بند کرنے کے مطالبے پمفلٹوں' کتابوں اور تقریروں کے ذریعے کئے جانے لگے' اور لوگوں کو جان بوجھ کر مغالطوں میں مبتلا کرنے کیلئے طرح طرح کے "وسوسے" پیدا کئے جارہے ہیں۔ ان وسوسوں کی بنیاد ان چیزوں کو بنایا جارہا ہے جنہیں کوئی مسلمان بھی پسند نہیں کرتا۔

اگر یہی اصول ہو کہ کسی جائز کام میں اگر خواہشات یا ناجائز افعال در آئیں تو اس اصل کام ہی کو حرام اور ناجائز قرار دیا جانے لگے پھر تو کوئی جائز کام بھی سرانجام نہ پائے گا۔ نکاح ہو سکے گا' نہ عیدین اور جمعوں کے اجتماعات' حتیٰ کہ بعض مقامات پر تو نماز پنجگانہ کیلئے مسجد میں جانا بھی ناجائز ہو جائے گا۔ لیکن یہ اصول درست نہیں بلکہ آپ مجلسِ

نکاح سے ممنوعات کو روکیں گے نہ کہ نکاح کی تقریبات کا انعقاد ہی حرام ہو جائے گا۔

عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات منعقد کرنے والے احباب سے بھی التماس ہے کہ ایسے مواقع پر بعض لوگ ناجائز حرکات کرتے ہیں' ان کی حوصلہ شکنی کریں اور سخت سرزنش سے کام لیں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ عید میلاد پاک کی کسی تقریب میں کوئی مسلمان حضور ﷺ کا غلام ایسا عمل نہیں کرتا جس سے اس محفل یا جلوس کی بے حرمتی ہوتی ہو' وہاں ممکن ہے جو لوگ ان اجتماعات سے منع کرنے کو اپنی زندگی کا مشن بنائے ہوئے ہیں' وہی ایسی حرکات کرنے والوں کو آپ کے جلسوں یا جلوسوں میں بھیجتے ہوں' کیونکہ جن کے نزدیک اللہ کے رسول ﷺ کے روضۂ اطہر' گنبد خضریٰ کو گرانا عبادت ہے' کیا بعید کہ وہی ان بے ادبانہ حرکتوں کے ذمہ دار ہوں۔ تاہم عقیدت مندان محافل میلاد کیلئے ضروری ہے کہ ان محفلوں میں باوضو ہو کر سنجیدگی سے شمولیت کریں۔ درود و سلام کی کثرت کریں تا کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور پیارے رسول ﷺ کی محبت نصیب ہو۔

آپ کا محافل میلاد کا منعقد کرنا انسانی فطری تقاضہ ہے کیونکہ زندہ اور باوقار قوم ہمیشہ اپنے نجات دہندہ اور محسن کو یاد رکھتی ہے' اس کے دن مناتی ہے اور عام کاروبار زندگی میں تعطیل ہوتی ہے۔ آنے والی نئی نسل کو اپنے قائد اور راہنما کی عظمت بتا کر اس سے وابستگی پیدا کرنے کی بھرپور شعوری کوشش کی جاتی ہے۔

ہر قوم اپنی تاریخ کے روشن ایام ہر سال بطور یادگار مناتی ہے جس سے افراد کے جذبات واحساساتِ قومی وفا کیشی سے لبریز ہوتے ہیں' اور یہ فطری بات ہے کہ انسان اپنی قومی زندگی کے ایام منا کر فخر محسوس کرتا ہے۔

اسلام دینِ فطرت ہے' اسلامی معاشرے کے افراد کو

''ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ'' (پارہ ۱۳، سورہ ابراہیم، آیت ۵) کی نوید سنا کر

انہیں اظہار جذبات کا فطری حق دیتا ہے...... کہیں رحمت و فضل ربانی کی بہاریں لوٹنے والوں کو تحدیث نعمت ' تفریح و مسرت کی ترغیب دی جا رہی ہے...... ناسپاس افراد کو اسلامی معاشرے کی رکنیت سے خارج کیا جا رہا ہے۔

انسانی فطرت کے عین مطابق حضور ختمی مرتبت رحمت عالم نور مجسم ﷺ کی پوری اُمت روز اوّل سے اب تک اپنے آقا و مولیٰ کا یوم ولادت پورے تزک و احتشام اور ادب و احترام سے مناتی چلی آ رہی ہے۔ کسی صدی کا کوئی سال' کسی سال کا کوئی مہینہ' کوئی مہینے کا کوئی دن اور کسی دن کی کوئی ساعت ایسی نہیں جس میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ اپنے حبیب سے کئے ہوئے وعدے "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" کو پورا نہ فرما رہا ہو۔ اس وعدہ ربانی کو ذہن میں رکھ کر "وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى" پر غور فرمائیں تو آج کے دور میں ذکر مصطفےٰ ﷺ کے سلسلہ میں اہل محبت کی اداؤں اور اظہار عقیدت کے انداز کو سمجھنا دشوار نہیں رہے گا۔ یہ وعدہ اور پیش گوئی بتا رہی ہے کہ حبیب خدا ﷺ کے اُمتی اپنے آقا سے اپنی محبت کا اظہار گزشتہ سے بڑھ کر کریں گے۔

آیئے ماضی کے آئینے میں دیکھیں ہمارے اسلاف کیا نمونہ چھوڑ گئے۔

حسان ثناخوان رسول ﷺ نے آپ کی ولادت اور حسن و جمال کا بیان آپ ﷺ کے سامنے یوں کیا:

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِىْ وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءِ
خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

(قصیدہ ہمزیہ)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی عقیدت ملاحظہ ہو۔

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ وَضَآءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ

فَنَحنُ فِی ذٰلِکَ الضِّیَاءِ وَفِی النُّورِ وَسُبُلَ الرَّشَادِ نَختَرِق

یعنی یارسول اللہ ﷺ جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ کے نور سے زمین روشن ہوگئی اور آپ کے نور سے تمام آسمانی فضائیں پُر ہوگئیں۔ پس ہم اُسی نور میں رشد و ہدایت کے راستوں پر چل رہے ہیں۔

صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی اور مشکوٰۃ کے علاوہ کتب احادیث، سیر و تواریخ میں حضور ﷺ کا خود اپنا میلاد پاک پڑھنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سننا مشہور و متواتر ہے۔

ولادتِ مصطفےٰ کی خوشی کرنے پر کافر کو ثمرہ:

(ترجمہ حدیث پاک) حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "ثویبہ ابولہب کی کنیز تھی، جسے اُس نے (حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں) آزاد کر دیا تھا۔ ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے بعض اہل (حضرت عباس) نے اسے بہت بری حالت میں خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا مرنے کے بعد تیرا کیا حال رہا؟ ابولہب نے کہا تم سے جدا ہو کر کوئی آرام نہیں پایا۔ ہاں پیر کے دن تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں۔ اس لئے کہ میں نے حضور کی ولادت کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔

بخاری جلد دوم ص ۷۶۴، فتح الباری جلد ۹، ص ۱۱۸، علامہ عینی، علامہ ابن حجر، ملا علی قاری، علامہ خفاجی، امام قسطلانی، علامہ جلال الدین سیوطی نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی کرنے پر کافر کو فائدہ پہنچ سکتا ہے تو ہم مسلمانوں کو بدرجۂ اولیٰ فضل ربانی حاصل ہوگا۔

میلاد شریف ہمیشہ سے مسلمان مناتے آئے ہیں:

غیر ملکی آقاؤں کا مال ہضم کرنے کیلئے بعض لوگ وقتاً فوقتاً مسلمانوں کی دلآزاری کرتے اور اُمت کے متفقہ اور اجماعی معاملات کو اختلافات کی آگ لگانے کا شوق کرتے اور کلمہ پڑھ کر بھی "پیغمبر دشمنی" کا گھناؤنا کردار ادا کرتے ہیں اور یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ محفل میلاد کا انعقاد بدعت اور گناہ کا کام ہے اور اسلاف میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ آیئے اپنے اسلاف سے دریافت کرتے ہیں تا کہ دجل و فریب کا غبار چھٹے طمانیت قلب نصیب ہو۔

شارح بخاری امام قسطلانی فرماتے ہیں:

حضور علیہ السلام کی ولادت کے مہینے میں تمام مسلمان ہمیشہ سے محافل میلاد منعقد کرتے چلے آرہے ہیں اور خوشی کے ساتھ کھانے پکاتے رہے اور دعوت طعام کرتے رہے ہیں۔ ان راتوں میں انواع و اقسام کی خیرات کرتے رہے ہیں اور خوشی کا بھرپور اظہار کرتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر بہت رحمتیں کرتے ہیں جس نے ربیع الاوّل کی بررات کو عید بنالیا تا کہ یہ عید اس شخص کیلئے جس کے دل میں مرض اور عناد ہے مصیبت بن جائے۔ (مواہب لدنیہ جلد اوّل، ص ۲۷)

امام جلال الدین الکتانی فرماتے ہیں:

یوم میلاد انتہائی بابرکت دن ہے' جس نے اس دن خوشی منائی وہ جہنم کی آگ سے محفوظ ہو گیا۔ (سبل الہدیٰ جلد اوّل، ص ۴۴۱)

فدائے رسول علامہ عبدالرحمٰن جامی فرماتے ہیں:

حضور ﷺ کے میلاد کی خوشی منانا خوش نصیبی کی علامت ہے۔

(شواہد النبوۃ ص ۲۷)

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۹۷ھ

مسلمانانِ مکہ و مدینہ، مصر و شام، یمن اور تمام عالم اسلام ربیع الاول کا چاند دیکھتے ہی دھوم دھام سے محافل میلاد منعقد کرنا شروع کر دیتے ہیں اور بھرپور خوشیاں مناتے ہیں۔ (المیلاد النبوی ص ۵۸)

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۰۲ھ)

ربیع الاول میں حضور علیہ السلام کی ولادت کی خوشی میں تمام مسلمان بڑی بڑی محافل منعقد کرتے ہیں۔ صدقہ و خیرات تقسیم کرتے ہیں اور آپ کی ولادت کے واقعات کا بیان ہوتا ہے۔ (سبل الہدیٰ جلد اول، ص ۴۳۹)

ابن تیمیہ کا قول ہے:

اگر محفل میلاد کا انعقاد کا مقصد تعظیم رسول ہے تو اس کے کرنے والے کیلئے اجر عظیم ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۲۹۷)

حافظ ابوذرعہ عراقی سے میلاد شریف کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا:

ربیع الاول میں حضور علیہ السلام کے نور کے ظہور کی خوشی میں لوگوں کو تبرک بانٹنا مستحب ہے۔ (تشنیف الاذان ص ۱۳۴)

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

تمام علماء و مشائخ محفلِ میلاد کی اس قدر تعظیم کرتے ہیں کہ کوئی اس محفل میں شرکت سے انکار نہیں کرتا۔ (انوار ساطعہ ص ۱۳۴)

شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مولد شریف تمام اہل حرمین کرتے، اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے۔

(شمائم امدادیہ ص ۴۷)

مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت محسوس کرتا ہوں۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ مطبوعہ دیوبند ص ۵)

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ: امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر اظہار شکر کرنا ہمارے لئے مستحب ہے۔ (روح البیان جلد نہم، ص ۸۰)

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے میلاد شریف کی اصل سنت سے ثابت کی ہے اور "فاکہانی" کا سخت رد کیا ہے۔ (سیرت حلبیہ جلد اوّل ص ۸۰)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی: مسلمان ہمیشہ سے محفل میلاد منعقد کرتے آرہے ہیں۔ (ماثبت من السنۃ ص ۷۹)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: میرے والد بزرگوار (شاہ عبدالرحیم) نے مجھے خبر دی فرمایا کہ میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روز کھانا پکوایا کرتا تھا' میلاد پاک کی خوشی میں' ایک سال میں اتنا تنگدست تھا کہ میرے پاس کچھ نہ تھا مگر چنے بھنے ہوئے وہی میں نے لوگوں میں تقسیم کئے تو کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو وہ بھنے ہوئے چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہشاش بشاش ہیں۔ (درثمین ص ۴۰)

اہلحدیث عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں:

۱۔ اس میں کیا برائی ہے کہ اگر ہر روز ذکر حضرت نہیں کر سکتے تو ہر اسبوع (ہفتے) یا ہر ماہ میں التزام اس کا کریں کہ کسی نہ کسی دن بیٹھ کر ذکر یا وعظ و ذکر ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کریں۔ ایام ربیع الاوّل کو بھی نہ چھوڑیں۔ (شمامہ عنبریہ ص ۵)

۲۔ جس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں۔ (شمامہ عنبریہ ص ۱۲)

دیوبند حلقہ کے مولانا اشرف علی تھانوی اپنی کتاب "نشر الطیب" میں فرماتے ہیں کہ میلاد مصطفےٰ کی برکت سے ہمارا علاقہ طاؤن کی وبا سے محفوظ رہا۔

شیخ قطب الدین الحنفی فرماتے ہیں: شب ولادت بارہ ربیع الاوّل کو ہر سال مسجد حرام میں اجتماع عام ہوتا جس میں تمام علماء، فقہاء حاضر ہوتے اور کعبہ شریف سے ایک جلوس مشعل بردار حضور ﷺ کے مقام ولادت کی زیارت کو جاتا۔

(الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام ص ۱۹۶)

علامہ وحید الزماں کی سنئے:

ہمارے نبی رسالت مآب ﷺ کے جشنِ ولادت کے اظہار کیلئے مجلس میلاد قائم کرنے میں اختلاف ہے اگر بدعات و محرمات سے خالی ہو تو جائز ہے جیسا کہ ابن جوزی، نووی، ابن حجر، سخاوی، سیوطی نے بیان کیا اور اس کی اصل انہوں نے پیر اور عاشورہ کے دن روزہ رکھنے والی حدیثوں سے نقل فرمائی ہے۔ (ہدیۃ المہدی ص ۸۹)

مولانا خلیل احمد انبیٹھوی:

نفس ذکر فخر عالم علیہ السلام کو کوئی نہیں منع کرتا بلکہ ذکر ولادت آپ کا مثل ذکر دیگر سیر و حالات کے مندوب (مستحب) ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۴)

مولانا خلیل احمد سہارنپوری:

حاشا کہ ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی جوتیوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعت سیئہ یا حرام کہے۔ وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ ﷺ سے ذرا سا بھی علاقہ ہے ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے۔ خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ کے بول و براز، نشست و برخاست اور بیداری و خواب کا تذکرہ ہو۔ (المہند ص ۶۵، ۶۴)

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دن بارہ ربیع الاوّل شریف ہے:

گذشتہ کچھ عرصہ سے پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ بارہ ربیع الاوّل "ولادت پیغمبر" کا دن نہیں بلکہ ۹ ربیع الاوّل ہے۔ حالانکہ بارہ ربیع الاوّل پر سب کا اتفاق اور عمل ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں:

علامہ معین کاشفی ہروی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ربیع الاوّل کے مہینہ میں آنحضرت عالم وجود میں آئے اور اکثر کہتے ہیں کہ ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ تھی۔

(معارج النبوۃ جلد دوم، ص ۸۴)

امام ابن جوزی: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحٰقَ وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ عَامَ الْفِيْلِ لِاِثْنَتَيْ عَشَرَةَ لَيْلَةً مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ

(الوفا، جلد اوّل، ص ۹۰)

ترجمہ: محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ فرماتے ہیں: حضور پیر کے دن عام الفیل بارھویں رات ربیع الاوّل گزرنے پر تشریف لائے۔

شیخ الاسلام ابن حجر مکی: وَكَانَ مَوْلِدُهٗ لَيْلَةَ الْاِثْنَيْنِ لِاِثْنَتَيْ عَشَرَةَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ۔ (النعمۃ الکبریٰ ص ۳۹)

یعنی آپ کی ولادت بارھویں ربیع الاوّل پیر کے روز ہوئی۔

محمد بن اسحاق المطلبی: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پیر کو ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ کو ہوئی۔ (سیرت ابن ہشام جلد اوّل، ص ۱۸۲)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی: بارھویں ربیع الاوّل ولادت کا دن ہے۔ اسی پر اہل مکہ کا عمل ہے۔ اسی تاریخ کو وہ مقام ولادت کی زیارت کیلئے جاتے ہیں۔

(ما ثبت من السنۃ، ص ۹۸)

علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ربیع الاول دوشنبہ کے دن فجر کے وقت کہ ابھی بعض ستارے آسمان پر نظر آ رہے تھے پیدا ہوئے۔

(سیرت رسول عربی ص ۴۱)

نواب صدیق حسن خان بھوپالی: ولادت شریف مکہ مکرمہ میں وقت طلوع فجر کے روز دوشنبہ دوازدہم ربیع الاول عام فیل کو ہوئی۔ جمہور علماء کا قول یہی ہے۔ ابن الجوزی نے اس پر اتفاق نقل کیا ہے۔ طیبی نے کہا روز دوشنبہ دوازدہم ربیع الاول کو پیدا ہوئے بالاتفاق۔ (الشمامۃ العنبریہ ص ۷)

مولانا اشرف علی تھانوی: سب کا اتفاق ہے کہ دوشنبہ تھا اور تاریخ میں اختلاف ہے آٹھویں یا بارھویں (کذا فی الشمامہ، نشر الطیب ص ۱۴)

مفتی محمد شفیع دیوبندی: الغرض جس سال اصحاب فیل کا حملہ ہوا اس ماہ ربیع الاوّل کی بارھویں تاریخ روز دوشنبہ دنیا کی عمر میں ایک نرالا دن ہے۔ آج پیدائش عالم کا مقصد لیل ونہار کے انقلاب کی اصل غرض، آدم اور اولاد آدم کا فخر، کشتی نوح کی حفاظت کا راز، ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی پیش گوئیوں کا مصداق یعنی ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رونق افروز عالم ہوئے۔

اس عبارت کے لفظ "بارھویں" پر نمبر ا کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔

(۱) اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں ہوئی۔ دوسری، آٹھویں، دسویں، بارھویں۔ حافظ مغلطائی نے دوسری تاریخ کو اختیار فرما کر دوسرے اقوال کو مرجوح قرار دیا ہے مگر مشہور قول بارھویں تاریخ کا ہے۔ یہاں تک کہ ابن الجزار نے اس پر اجماع نقل کر دیا ہے اور اسی کو کامل ابن اسیر میں اختیار کیا گیا ہے اور محمود پاشا فلکی مصری نے جو نویں تاریخ کو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے یہ جمہور کے

خلاف بے سند قول ہے اور حسابات پر بوجہ اختلاف مطالع ایسا اعتماد نہیں ہو سکتا۔
(سیرت خاتم الانبیاء، ص ۸)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضور سرور عالم و عالمیاں ﷺ کی ولادت
باسعادت بارہ ربیع الاول شریف بیان فرماتے ہیں۔ (سیرت الرسول ص ۱۴)

مولانا ابو الاعلیٰ مودودی روایت کرتے ہیں:
ابن ابی شیبہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت جابر بن عبد اللہ کا یہ قول
نقل کیا ہے کہ آپ ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے تھے اسی کی تصریح محمد بن اسحاق نے کی ہے
اور جمہور اہل علم میں سو یہی تاریخ مشہور ہے۔ (سیرت سرور عالم جلد دوم، ص ۹۳، ۹۴)

شیعہ عالم ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:
محمد بن یعقوب کلینی نے کہا کہ حضرت کی ولادت جب ہوئی تو ماہ ربیع الاول
کی بارہ راتیں گزری تھیں۔
(جلاء العیون جلد اول، ص ۱۷، حیات القلوب جلد دوم، ص ۱۱۲)

اہل علم کی تحقیق و کاوش کا فکری نتیجہ:

ولادت نبوی ہمارے رسول مقبول محمد ﷺ کی ولادت باسعادت موسم بہار
میں دوشنبہ کے دن ۱۲ ربیع الاول ۱ھ عام الفیل ۵۷۱ء کو مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ تاریخ
انسانیت میں یہ دن سب سے زیادہ بابرکت، سعید اور درخشاں و تابندہ تھا۔
(دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۹، ص ۱۲)

"والی مومنین کے وصال پاک کی تاریخ بارہ ربیع الاول قطعاً نہیں":

محبوب ربانی ﷺ کا وصال ۱۲ ربیع الاول کو بڑے شد و مد سے بیان کیا جاتا

ہے کہ اس دن تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر غم کا پہاڑ ٹوٹا تھا اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن تصویر حزن وملال بنی ہوئی تھیں۔ اس لئے اس دن خوشی منانا صحابہ کرام کے زخموں پر نمک پاشی کے مترادف ہے...... حالانکہ یہ دعویٰ قطعی بے بنیاد ہے۔ مندرجہ ذیل حوالہ جات اور دلائل اور ابوالکلام آزاد کے مرتبہ نقشے سے اس دعوے کی قلعی کھل جائے گی۔ یہ دلائل اور نقشہ بتاتے ہیں کہ آپ کا وصال یکم یا دو تاریخ ربیع الاوّل بروز پیر ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ بارہ ربیع الاوّل عید میلاد کا دن خوشیوں کا دن ہے، غم وافسوس کا دن نہیں۔ اس دن کوئی صحابہ یا مومنوں کی کوئی ماں ہرگز نہیں روئی۔ البتہ اس دن شیطان ضرور رویا تھا۔

البدایہ والنہایہ جلد دو، ص ۲۶۶ پر ہے کہ شیطان چار بار رویا ہے۔ حِیْنَ لُعِنَ وَحِیْنَ اُھْبِطَ وَ حِیْنَ وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحِیْنَ نَزَلَتْ فَاتِحَۃُ اب جس کا جی چاہے بارہ ربیع الاوّل کو ابلیس کے ساتھ رہ کر گزارے اور جس کا جی چاہے اُمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر محفل میلاد منعقد کرے اور اظہار مسرت کرے

حافظ ابن کثیر قَالَ یَعْقُوْبُ بْنُ سُفْیَانَ عَنْ یَحْیَی بْنِ بُکَیْرٍ عَنِ اللَّیْثِ اَنَّہٗ قَالَ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ لَیْلَۃً خَلَتْ مِنْ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ (البدایہ والنہایہ جلد دوم، ص ۲۵۱ یعنی پیر کے دن ربیع الاوّل کی ایک رات گزرنے پر وصال فرمایا)

علامہ محمد بن سعد، محمد بن قیس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۱۹ صفر المظفر ۱۱ ھ چہار شنبہ کو بیمار ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رات بیمار رہے اور آپ کی وفات ۲ ربیع الاوّل ۱۱ ھ یوم دوشنبہ ہوئی۔ (طبقات ابن سعد جلد دوم، ص ۳۱۶)

امام ابوالقاسم سہیلی رحمۃ اللہ علیہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک بارہ ربیع الاوّل کو کسی صورت بھی درست نہیں ہو سکتا۔ ۱۰ ھ کا حج جمعہ کے دن ہوا اس حساب سے ذی الحجہ

کی یکم خمیس (جمعرات) کو ہوئی۔ اس کے بعد فرض کریں تمام مہینے تیس دنوں کے ہوں یا تمام مہینے انتیس دنوں کے یا بعض انتیس دنوں کے تو کسی طرح بھی بارہ ربیع الاول کو پیر کا دن نہیں آتا۔ (البدایہ والنہایہ جلد دوم، ص ۲۲۰)

نواب صدیق حسن خان: وقوف آپ کا عرفات میں دن جمعہ کے ہوا۔ اس دن آیا اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (المائدہ:۳) نازل ہوئی۔ (شمامہ عنبریہ ص ۸۰)

مولانا اشرف علی تھانوی اور بارھویں جو مشہور ہے وہ حساب درست نہیں ہوتا کیونکہ اس سال ذی الحجہ کی نویں تاریخ جمعہ کی تھی اور یوم وفات دوشنبہ (پیر) ثابت ہے۔ پس جمعہ کو نویں ذی الحجہ ہو کر بارہ ربیع الاول دوشنبہ کو کسی طرح نہیں ہو سکتی۔
(نشر الطیب ص ۲۴۱)

ابو الکلام آزاد:

ان کے مقالات کا مجموعہ "رسول رحمت" جس میں وصال شریف کی تاریخ ابو القاسم کیلی ﷺ کے فارمولے کی روشنی میں لکھتے ہیں...... حساب کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔

نمبر ۱:

ذی الحجہ محرم اور صفر تینوں کو تیس تیس دن کے فرض کیا جائے' یہ صورت عموماً ممکن الوقوع نہیں' اگر واقع ہو تو دوشنبہ ۶ ربیع الاول کو ہوگا یا تیرہ ربیع الاول کو۔

نمبر ۲:

ذی الحجہ' محرم اور صفر تینوں مہینوں کو انتیس انتیس دن کے فرض کیا جائے۔ ایسا بھی عموماً واقع نہیں ہوتا۔ اس صورت میں دوشنبہ ۲ ربیع الاول کو اور ۹ ربیع الاول کو ہوگا۔

ممکن الوقوع صورتوں کا نقشہ یہ ہے

دوشنبہ	دوشنبہ	دوشنبہ	صورت
۱۵	۸	۱	ذی الحجہ ۳۰، محرم و صفر ۲۹
۱۵	۸	۱	ذی الحجہ و محرم ۲۹، صفر ۳۰
۱۵	۸	۱	ذی الحجہ ۲۹ محرم ۳۰، صفر ۳۰
۲۱	۱۴	۷	ذی الحجہ ۳۰، محرم ۲۹، صفر ۳۰
۲۱	۱۴	۷	ذی الحجہ ۳۰، محرم ۳۰، صفر ۲۹
۱۵	۸	۱	ذی الحجہ ۲۹، محرم و صفر ۳۰

ظاہر ہے ان صورتوں میں سے صرف یکم ربیع الاوّل ہی صحیح اور قابلِ تسلیم ثابت ہے۔ اس کی تصدیق مزید یوں بھی ہو سکتی ہے کہ یوم وقوف عرفات سے مہینوں کے طبعی دَور کے مطابق حساب کر لیا جائے۔ ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ کو جمعہ تھا اور یکم ربیع الاوّل ۱۱ھ کو لازماً دوشنبہ ہوگا۔ یہ بھی معلوم ہے کہ حجۃ الوداع کے یوم سے وفات تک اکاسی دن ہوتے ہیں۔ اس حساب سے بھی دوشنبہ یکم ربیع الاوّل ہی کو آتا ہے۔ غرض یکم ربیع الاوّل ۱۱ھ ہی صحیح تاریخ وفات معلوم ہوتی ہے۔ اس کی متوازی عیسوی تاریخ ۲۵ یا ۲۶ مئی ۶۳۲ نکلتی ہے۔ (رسولِ رحمت ص ۲۵۴)

شیعہ عالم علامہ باقر مجلسی فرماتے ہیں:

کشف الغمہ میں حضرت امام محمد باقر سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد مدینہ میں دس سال زندہ رہے اور آپ کی وفات قمری ماہ ربیع الاوّل روز دوشنبہ کو ہوئی

(جلاء العیون جلد اوّل، ص ۱۱۴، حیات القلوب جلد دوم، ص ۱۰۱۰)

ملک کے نامور اور جید اہل علم کہتے ہیں:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے آپ کا یوم وفات ۲ ربیع الاوّل ۲۵ مئی ۶۳۲ء قرار دیا ہے۔ (دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۹، ص ۶۷)

دعوتِ فکر:

دلائل آپ نے ملاحظہ فرمائے اور اکابرین امت کے فرمودات آپ کے سامنے آ گئے تو کیا دین و انصاف رکھنے والا شخص حق پہچاننے میں کسی قسم کی اُلجھن محسوس کرے گا؟

اپنے پیارے نبی ﷺ کی ولادت کی خوشی منانا عشق رسول ﷺ کا اوّلین تقاضا ہے اور ولادت اور وصال کی تاریخوں میں اب کسی مغالطے کی گنجائش باقی نہیں۔ محافل میلاد کیا ہیں؟ ذکر مصطفےٰ سننے اور سنانے کے بہانے" کون ایمان والا ہو گا جو اس جانِ ایمان کے ذکر سے منہ موڑے گا۔ خدا کی قسم! محبت تو خود بخود ذکر حبیب ﷺ کیلئے مجبور ہوتی ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں حدیث پاک بیان فرماتے ہیں "مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ" جامی کہتے ہیں:

خوشا مسجد و مدرسہ و خانقاہ
کہ دروے بود قیل و قال محمد ﷺ

اور

خدا یہی ہے سلسلہ قیل و قال کی
ہوتی رہے ثنا ان کے حسن و جمال کی

مناظرین و مصنفین اور مقررین کے لئے بیش بہا تحفہ

محافلِ عیدِ میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

پر اعتراضات کا علمی محاسبہ

میلاد شریف کے موضوع پر ایک اور کتاب
جو کمپوزنگ کے مراحل طے کر کے جلد ہی
منظر عام پر جلوہ افروز ہوگی۔

مرتبہ :

محمد نعیم اللہ خاں قادری

بی ایس سی بی ایڈ/ایم اے اردو۔پنجابی۔تاریخ

ناشر

فیضان مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کاموکے ضلع گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

زیرِ ظلِ عاطفت فقیہ اعظم الحاج

ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی

میلادِ پاک

صاحبِ لولاک ﷺ

از:

علامہ ابوالحقائق محمد رمضان محقق نوری مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاحَبِیْبَ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وصلی اللہ علی نورہٖ کزوشد نورہا پیدا

زمیں ازحبِّ اوساکن فلک درعشق اوشیدا

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ (پارہ ۶، سورہ المائدہ، آیت ۱۵)

بے شک آیا تمہارے پاس خدا کی طرف سے ایک بڑا نور اور کتاب روشن

اہل علم حضرات فرماتے ہیں کہ یہاں نور سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ اس آیہ کریمہ میں حضور پُر نور ﷺ کے "میلاد مبارک" کا ایک انوکھا اور نرالا بیان ہے کہ اس کا ایک ایک لفظ نعتِ مصطفےٰ ﷺ کا خزینہ، قلب عاشق کا سکینہ اور واقع میلاد کا منور آئینہ ہے۔

غور فرمایئے یہ آیت پاک حرف قَدْ سے شروع کی گئی ہے جو بتایا کرتا ہے کہ اب جو خبر دی جاتی ہے اس کی سامعین کو امید اور توقع تھی، اسی لئے اسے حرف توقع کہتے ہیں، جس میں اشارہ ہے کہ لوگوں کا حضور ﷺ کی تشریف آوری کی امیدیں تھیں اور جانتے تھے کہ محبوب ﷺ تشریف لانے والے ہیں۔ اور کیوں نہ جانتے جبکہ تمام رسول اپنی اپنی امتوں کو بشارتیں دیتے آئے اور عہد لیتے آئے کہ نبی آخر الزماں تشریف لانے والے ہیں، جب وہ تشریف لے آئیں تو ان پر ایمان لانا اور ان کی اطاعت کرنا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "الخصائص الکبریٰ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد رسول اللہ (ﷺ) کے بارے میں آدم علیہ السلام اور ان کے بعد تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے پیشگوئی فرماتا رہا اور تمام اُمتیں حضور کی تشریف آوری کی خوشیاں مناتیں اور حضور ﷺ کے توسل سے اپنے اعداء پر فتح مانگتیں آئیں۔

ارشاد باری ہے: وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا

جَآءَ هُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ط (پارہ ۱، سورہ البقرہ، آیت ۸۹)

یعنی اس نبی کے ظہور سے پہلے کافروں پر اس کے وسیلہ سے فتح چاہتے' پھر جب وہ جانا پہچانا ان کے پاس تشریف لایا تو منکر ہو بیٹھے۔

مدارج النبوت میں ہے کہ ہمیشہ نبی آخر الزماں علیہ السلام کے انتظار میں رہتے تھے اور مرتے وقت وصیت نامہ لکھ کر اپنے لڑکوں کو دیتے ...... و میگفتند کہ سلام ما باآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برسانید و بگوید ما در اشتیاق تو جاں دادیم و با یماں تو از عالم رفتیم یعنی کہتے اس محبوب کو ہمارا اسلام پہنچانا اور کہنا کہ ہم نے تیرے اشتیاق میں جاں دی اور تیرے ساتھ ایمان لا کر دنیا سے چلے گئے۔ تو گویا فرمایا کہ تمہیں اپنے عہدوں کی وفا کرنی اور خوشیاں منانی چاہیئے کہ جس محبوب کی امیدیں تھیں وہ آ گیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ط

(پارہ ۱۱، سورہ یونس، آیت ۵۸)

فرماؤ اللہ کے فضل ورحمت کے بسبب خوشیاں منائیں

اور فرمایا کہ جس کے تم طالب تھے وہ آ گیا ہے۔ لہٰذا تمہیں اس کی قدر کرنی چاہیئے کہ نعمت کی (خصوصاً وہ نعمت جس کی خواہش وطلب کے بعد آمد ہو) قدر نہ کرنی باعث جرم وعدم رضا بنتی ہے۔

مائدہ کے طلبگاروں کو فرمایا:

اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ (پارہ ۷، سورہ المائدہ، آیت ۱۱۵)

ترجمہ: میں اسے تم پر اتارتا ہوں' پھر اب جو تم میں سے کفر کرے گا تو بے شک اسے وہ

عذاب دوں گا کہ سارے جہاں میں کسی پر نہ کروں گا۔

پھر اس حرف قَدْ کا یہ شان ہے کہ گزشتہ واقعہ کو قریب حال بنا دیتا ہے۔ اسی لئے اسے حرف تقریب بھی کہتے ہیں۔ تو قیامت تک جب یہ آیت کریمہ پڑھی جائے گی، محبوب اکرم ﷺ کی تشریف آوری کا تازہ تصور ہوگا کہ گویا اب تشریف لائے۔ بجر جاء خبر دیتا ہے کہ یہ نور عظیم منتقل ہوتا چلا آیا ہے، جس اجمال کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ رب العالمین نے اصل العالمین، سید المرسلین، خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مبارکہ کو اپنی بے مثل ذات سے بلاواسطہ پیدا فرمایا اور دوسری تمام مخلوقات کو حضور نبی کریم ﷺ کے طفیل حضور ﷺ کے واسطے، سید المرسلین حضور ﷺ کے صدقے پیدا فرمایا۔ صحیح حدیث شریف میں ہے کہ حضور پرنور ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

يَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ نُّوْرِهٖ

یعنی اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے (بلاواسطہ) پیدا فرمایا۔

ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ وَمِنْ نُّوْرِيْ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ

یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا اور میرے ہی نور سے باقی تمام چیزوں کو پیدا فرمایا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت جلد ۲، ص ۲ میں فرماتے ہیں کہ حدیث اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ صحیح ہے۔

مطالع المسرات میں ہے کہ اس حدیث کے ہم معنی کئی اور حدیثیں بھی ہیں۔

تیسری حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

كُنْتُ اَوَّلَ الْاَنْبِيَاءِ خَلْقًا وَّاٰخِرَهُمْ بَعْثًا

یعنی میں پیدا ہونے میں سب سے اوّل ہوں اور بعث میں سب سے آخر۔

اسی مطالع المسرات میں ان احادیث کے متعلق لکھا ہے۔

فَهٰذِهٖ اَحَادِيْثُ دَالَّةٌ عَلٰى اَوَّلِيَّتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقَدُّمِهٖ عَلٰى غَيْرِهٖ مِنْ جَمِيْعِ الْمَخْلُوْقَاتِ وَاَنَّهٗ سَبَبُهَا

یعنی یہ احادیث مذکورہ دلالت کرتی ہیں حضور اکرم ﷺ کے تمام مخلوقات سے اول ومقدم ہونے پر اور اس چیز پر کہ حضور تمام مخلوقات کے سبب ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام سب سے اوّل ہیں اور اوّل کیلئے ضروری ہے کہ فرد بھی ہو اور سابق بھی یعنی اکیلا بھی ہو اور پہلا بھی۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر مالک کہہ دے ...... اَوَّلُ مَمْلُوْكٍ لِّيْ اشْتَرَيْتُهٗ فَهُوَ حُرٌّ یعنی اول عبد کا جو خریدوں میں آزاد ہے پھر دو عبد خریدے تو آزاد نہ ہوں گے کہ اول کیلئے فردیت لابدی امر ہے جو یہاں مفقود ہے۔ پھر اگر ایک عبد خریدے تو بھی آزاد نہ ہوگا کہ اب سابق نہیں رہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اوّل کیلئے فرد وسابق ہونا ضروری ہے۔ اور حضور اکرم ﷺ اوّل ہیں تو واضح ہوا کہ سید الانبیاء ﷺ فرد وسابق ہیں، نہ کوئی آپ کی ذات میں شریک اور نہ ہی کوئی صفات میں۔

وَلَا شَكَّ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَوْهَرُ الْفَرْدُ الْبَسِيْطُ

(جواہر جلد ۲، ص ۱۳۷۶)

یعنی اس میں شک نہیں کہ حضور اکرم ﷺ جوہر فرد بسیط ہیں۔

وہم باطل ہے کہ ممکن ہو مثالِ محبوب، کیونکہ خندہ جوہر و فرد پہ ہے دلیلِ تقسیم......علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کیا خوب فرماتے ہیں:

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ

فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ (قصیدہ بردہ شریف)

ترجمہ: اپنی خوبیوں میں شریک سے منزہ ہیں‘ سوان میں جو جوہر حسن ہے وہ بے تقسیم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ

(پارہ ۱۴، سورۃ الحجر، آیت نمبر ۸۵)

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت جلد اوّل ص ۲۶۰ میں فرماتے ہیں کہ اہل اشارات حضرات فرماتے ہیں ”ای بمحمد“ یعنی تمام آسمان اور زمینیں اور ہر وہ چیز جو ان میں ہے صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بسبب ہم نے پیدا فرمایا۔

مطالع المسرات ص ۱۱۴ میں ہے کہ شیخ سیدی عبدالجلیل قصری رحمۃ اللہ علیہ آیت وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت کی نص سے ثابت ہے کہ سب جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرحوم ہیں اور تمام خیر انوار اور برکت، ابتدائے خلق سے آخر تک جو ظاہر ہوئی یا ہو گی وہ سب کی سب حضور علیہ السلام ہی کے بسبب ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سبب ہر سبب منتہائے طلب

علت جملہ علت پہ لاکھوں سلام

زرقانی شریف میں ہے:

اِنَّ النُّوْرَ النَّبَوِیَّ جُسِّمَ قَبْلَ خَلْقِہٖ اٰدَمَ بِاِثْنَیْ عَشَرَ اَلْفَ عَامٍ

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رؤف الرحیم کا نور آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے بارہ ہزار سال پہلے جسم تھا۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُنْتُ نُوْرًا بَيْنَ يَدَىْ رَبِّىْ قَبْلَ خَلْقِ آدَمَ بِاَرْبَعَةَ عَشَرَ اَلْفَ عَامٍ

یعنی میں نور تھا اپنے رب کے پاس آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار سال پہلے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل امین سے پوچھا کہ تیری عمر کتنی ہے؟ تو حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: بخدا! صرف اتنا جانتا ہوں کہ ہر ستر ہزار سال میں ایک بار ستارہ ظاہر ہوتا تھا' میں نے اسے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا جِبْرِيْلُ وَعِزَّةِ رَبِّىْ اَنَا ذَالِكَ الْكَوْكَبُ۔

مجھے اپنے رب کی قسم وہ ستارہ میں ہی ہوں۔ (جواہر البحار ص ۸۸۶)

مواہب اور اس کی شرح زرقانی جلد ۱، ص ۴۰ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا۔ نبوت اور باقی تمام کمالات اس میں رکھے تو فرمایا: ذرا ان انوار انبیاء کو دیکھ۔ جب اس نور معظم نے انوار انبیاء کو دیکھا تو تمام پر غالب آ گیا۔ تو ان انوار انبیاء نے عرض کی: یا اللہ! یہ کس کا نور ہے؟ ارشاد ہوا یہ نور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اگر اس پر ایمان لاؤ گے تو ہم تمہیں نبی بنائیں گے۔ تمام نے کہا ہم اس پر ایمان لائے۔ آیت اذ اخذ اللہ میثاق النبین۔ اس آیت میں یہی عہد مراد ہے۔

فائدہ: ان احادیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نور حسی اور معنوی کے اصل اور جامع ہیں۔ چنانچہ مطالع المسرات میں ص ۲۲۰ میں ہے:

وَنُوْرُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِسِّىُّ وَالْمَعْنَوِىُّ ظَاهِرٌ وَّاضِحٌ

یعنی حضور علیہ السلام کا نور حسی (جو دیکھنے میں آئے جیسے دھوپ) اور معنوی (جو عقل یا شرع سے معلوم ہو جیسے ایمان) کے اصل اور جامع ہیں۔ چنانچہ مطالع

المسرات ص۳۲۰ میں ہے نوره صلی اللہ علیہ وسلم والحسی والمعنوی ظاہر واضح۔ یعنی حضور علیہ السلام کا نور حسی اور معنوی ظاہر واضح ہے اور تفسیر صاوی ص۳۳۹ میں ہے انه اصل نور حسی و معنوی یعنی حضور علیہ السلام ہر نور حسی اور معنوی کا اصل ہیں۔ تو تمام انبیوں اور رسولوں' فرشتوں' لوح وقلم' عرش وکرسی' چاند' سورج اور ستاروں کے انوار اسی نور محمد ﷺ کے پرتو ہیں۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہم از لوح و قلم تا عرش و کرسی
ازاں نور است گر تحقیق پرسی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوت جلد ۲، ص ۴ میں اور امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر جلد ۲، ص ۳۰۲ میں تحریر فرمایا کہ جب یہ نور حضور آدم علی نبینا و علیہ السلام کی پیشانی مبارک میں رکھا گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس نور کی برکت سے تمام اشیاء کے اسماء تعلیم فرمائے اور فرشتوں سے سجدہ کروایا۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

السلام اے آنکہ تا از جبہۂ آدم نتافت
نور پاکت کس نہ بود از نوریاں اورا سجود

سیدی علی وفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: (یہ تین اشعار ذیل کے (زرقانی جلد ۱، ص ۶۴ سے منقول ہیں)

لو ابصر الشیطان طلعة نوره
فی وجه آدم کان اول من سجد

یعنی اگر شیطان حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نور مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے چمکار کو دیکھ لیتا تو سب سے پہلے سجدہ میں گر جاتا۔

وَلَوْ رَاٰی نَمْرُوْدُ نُوْرَ جَمَالِہٖ
عَبِدَ الْجَلِیْلُ مَعَ الْخَلِیْلِ وَلَا عَنَدْ

یعنی اگر نمرود محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور جمال کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی پیشانی میں دیکھ لیتا تو حضرت خلیل اللہ کے ساتھ خدا کی عبادت کرتا اور کبھی ضد نہ کرتا۔

عِیْسٰی وَ آدَمُ وَالصُّدُوْرُ جَمِیْعُھُمْ
ھُمْ عَیْنُ ھُوَ نُوْرُ ھَالِمَا وَرَدْ

یعنی وارد ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت آدم اور باقی تمام رسول علیہم السلام آئمیں اور محبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا نور ہیں۔ پھر یہ نور خدا کو سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں منتقل ہوتا چلا آیا۔

ارشاد ہوتا ہے:

اَلَّذِیْ یَرٰاکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ

(پارہ ۱۹، سورۃ الشعراء، آیت نمبر ۲۱۸، ۲۱۹)

یعنی اللہ وہ ہے جو دیکھتا ہے تجھے جس وقت تو کھڑا ہوتا ہے اور تیرے سجدہ کرنے والوں میں منتقل ہونے کو۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں ساجدین سے مراد مومنین ہیں اور معنی یہ ہے کہ زمانہ حضرت آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام سے لے کر حضرت عبد اللہ و آمنہ خاتون تک مومنین کی اصلاب و ارحام میں آپ کے دورے کو ملاحظہ فرماتا ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ آپ کے تمام اصول آباؤ اجداد حضرتِ آدم تک سب کے سب مومنین ہیں۔ (کنزالایمان)

مطالع المسرات میں ہے کہ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں چھ تالیفیں تحریر فرمائیں، جس میں پرزور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ

اسلام کے تمام آباؤ اجداد مسلمان ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک سے مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد حضور اکرم ﷺ کی خدمت عالیہ میں ایک نعت پیش کی جس کے تین شعر یہ ہیں:

تَنَقَّلُ مِنْ صَلْبٍ اِلٰی رَحِمٍ — اِذَا مَضٰی عَالَمٌ بَدَا طَبَقٌ

وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِیْلِ مُکْتَتِمًا — فِیْ صُلْبِهٖ اَنْتَ کَیْفَ یَحْتَرِقُ

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتْ — الْاَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِکَ الْاُفُقُ

یعنی آپ ایک صلب سے دوسرے رحم تک مختلف طبقوں میں منتقل ہوتے آئے یہاں تک کہ آپ نار خلیل میں وارد ہوئے۔ آپ چونکہ ان کی صلب میں تھے تو وہ کیسے جلتے۔ اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی اور آپ کے انوار سے اطراف منور ہو گئے۔ رب العالمین نے نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس مبارک تشریف آوری کی خبر دے کر فرمایا:

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ

(پارہ ۶، سورہ المائدہ، آیت نمبر ۱۵)

یعنی بے شک آیا تمہارے پاس ایک بڑا نور اور کتاب روشن

فائدہ: حضور ﷺ کی ذات نور ہے کہ اولیت و انتقال ذات ہی کے خاصے ہیں۔ جواہر ص ۸۱۴ میں ہے قد وردان ذات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت نورا۔ یعنی ضرور وارد ہوا ہے کہ آپ کی ذات نور ہے پھر جو کچھ اس حقیقت میں مخفی ہے وہ کوئی نہیں جانتا۔ عارف تجانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حقیقت احمدیہ غیب من اعظم الغیوب فلم یطلع احد علی ما فیھا۔ یعنی حضور پرنور ﷺ کی حقیقت سب سے بڑے غیبوں سے ہے تو کوئی بھی مطلع نہیں ہوا ان چیزوں پر جو اس حقیقت میں ہیں۔

کلمہ محمد ﷺ سے معلوم ہوا کہ جو ہماری طرف تشریف لایا ہے وہ نور ہے اور ہماری طرف روح بدن کا مجموع تشریف لایا' جس سے معلوم ہوا کہ آپ کا روح و بدن تمام نور ہے۔

تو جان پاکی سر بسر نے آب و خاک اے نازنین
واللہ زجاں ہم پاکتر جانم فداک اے نازنین

(مولانا جامی علیہ الرحمۃ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَمْ یَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ ...... اَبَدًا وَعِلْمِیْ اَنَّہٗ لَا یَخْلُقُ

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کا

انقلاب آفریں پیام

مرتب:

محمد منشا تابش قصوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاحَبِیْبَ اللہ

سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام
جس کو بارِ دو عالم کی پرواہ نہیں
ایسے بازو کی طاقت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

از: اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب بریلوی علیہ الرحمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

یہ نورانی مجلسیں' یہ روحانی بزم آرائیاں' یہ محامد و محاسن کی پرنور محفلیں' یہ جشن مسرت' یہ عظیم الشان جلسے جلوس' یہ انعامی تقریبات اور اطراف و اکناف عالم سے روح پرور نغموں اور ترانوں کی گونج صرف اور صرف اس محسن کائنات' فخر موجودات' ہادیٔ سبل' ختم الرسل' رحمۃ للعالمین' شفیع المذنبین' جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے روز جلوہ افروز کی جاودانی ساعتوں کے حضور نذرانہ عقیدت ہے' جس نے انسانوں کے تمدن کی کایا پلٹ دی' گری ہوئی انسانیت کو تھاما اور اپنی حقیقی منزل تک پہنچایا۔ اخلاق کا ایک ضابطہ اور تہذیب کا ایک دستور مرتب کیا' انصاف کی حدیں مقرر کیں' انسان کو فطرت صالح کی طرف پلٹ آنے کی عالمگیر دعوت دی' جس نے ایک خدا اور ایک خدا کی عبادت کی بنیاد پر عالمگیر اتحاد کا پروگرام پیش کیا' جس نے ہمیشہ ان دروازوں کو بند رکھا جن سے نفاق و اختلاف کی ہوا آسکتی تھی۔ یہی وہ ذات مقدس ہے جس نے ذہن و فکر میں پہلی بار انسانی برادری کو بنیادی حقوق کی بنیاد پر اتحاد و اتفاق اور ربط و تعلق کے رشتے استوار کرنے کا احساس پیدا کیا۔

آج دنیا کی بستی بستی میں حریت کے جو ساز چھڑے ہوئے ہیں' وہ بھی درحقیقت اسی بحرِ بے کنار کے فیض و کرم کا ایک قطرہ ہے' جس نے دنیا کے ہر انسان کو صرف ایک اللہ کا مطیع اور فرمانبردار قرار دیا تھا' اور ارشاد فرمایا تھا کہ کالے کو گورے پر' عربی کو عجمی پر کوئی شرف حاصل نہیں' سب آدم (علیہ السلام) کے بیٹے ہیں اور آدم (علیہ السلام) مٹی سے بنائے گئے ہیں۔

یہ انقلابی تحریک' یہ تہذیبی دعوت' یہ اخلاقی مشن' یہ روحانی ضابطہ اسلام کے نام

سے اس دور میں جس میں ہر بشر، ہر قوم اور انسان، جہل و شرک کے اندھیروں میں الجھ گیا تھا، ظلم و بے انصافی کی تاریکی میں جلا تھا۔ ایک چراغ کی روشنی بنا اور اس روشنی میں زندگی کی پُرپیچ راہیں نظر آئیں، انسان کو اپنا راستہ اور اپنی منزل متعین کرنے میں سہولت ہوئی، اس کا ذہن بدلا، فکر و خیال میں تبدیلی ہوئی، ظلم و بے انصافی کی حیثیت معطل ہوئی اور علم کی راہیں کھلیں، انسان کے کچلے ہوئے دل و دماغ نے ایک تسکین محسوس کی اور ایک ایسے معاشرے کی تعمیر شروع ہوئی، جس میں محنت و سرمایہ کی کوئی کشمکش نہ ہو، رنگ و نسل کا فساد نہ ہو، برتری و کہتری کا کوئی فتنہ نہ اٹھے، وطن و قوم کا کوئی جھگڑا نہ ہو، ہر مرد، ہر عورت، ہر بچہ، ہر کنیز، ہر غلام اور ہر فرد اپنے جائز اور صحیح حقوق پائے۔

خیال تو کیجئے: آج رسل و رسائل کے ذرائع اتنے کثیر اور وسیع ہیں کہ چھوٹے سے چھوٹے واقعہ کی خبر بھی چند سیکنڈ کے اندر پوری دنیا میں پھیلائی جا سکتی ہے لیکن پروپیگنڈہ کی جدید سائنسی تکنیک نہ ہونے کے باوجود آپ کی انقلابی دعوت (اسلام) نے پوری دنیا کی تہذیب و تمدن کو بالکل مختصری مدت میں بہت جلد متاثر کیا، جن میں یورپ و افریقہ و ایشیا کی تمام تہذیبیں اور قومیں شامل ہیں۔ سچ ہے سورج جب بھی نکلتا ہے تو روشنی سے فرار ناممکن ہو جاتا ہے۔ گویا اس وقت عملی طور پر جملہ تہذیبیں زبانِ حال سے پکار رہی تھیں۔

نور گھر میں، نور باہر، کوچہ کوچہ نور ہے
بلکہ یوں کہیئے کہ سب دنیا کی دنیا نور ہے
جہاں تاریک تھا، ظلمت کدہ تھا، سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

مگر نہایت دکھ کی بات ہے کہ آج اس محسنِ اعظم ﷺ کی امت افتراق و انتشار کا شکار

ہے۔ ماڈرن تہذیب یعنی غیر اسلامی تمدن کو حرز جاں بنائے ہوئے ہے۔ سامانِ تعیش کی بھرمار میں دین کو چھوڑ کر دنیا سے' روحانیت سے منہ موڑ کر مادیت کی محبت میں مستغرق' اپنوں سے دشمنی اغیار سے دوستی کی پینگیں بڑھائے جا رہی ہیں۔

اتفاق و اتحاد' اخوت و الفت' حب و مودت' ایثار و قربانی کی جگہ حسد و بغض' عداوت و دشمنی' کینہ و نفاق کا دور دورہ ہے۔ مصائب و آلام' شکست و ذلت' نکبت' ذلت و پستی ہمارا نشان بن چکا ہے۔ اسلاف کے کارناموں کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ کشمیر و فلسطین' قبرص و اریٹیریا کے مظلوم و نہتے مسلمانوں کو ظلم و ستم کی چکی میں پیسا جا رہا ہے۔ ہندوستان کے امن پسند مسلمانوں کی عزت و آبرو کو لوٹ کر صرف اس لئے بڑی بے دردی سے شہید کیا جا رہا ہے کہ یہ محسنِ کائنات' تاجدارِ مدینہ کے نام لیوا اور فرزندانِ توحید ہیں۔ دیگر ممالک میں بھی مسلمانوں کی زندگیاں بے چینی سے گزر رہی ہیں۔

غور کا مقام ہے! آخر کیا وجہ ہے؟ یہی اور صرف یہی تو نہیں کہ ہم نے خدا اور رسول کے احکام پر عمل کرنا چھوڑ کر بیگانوں سے لو لگا لی ہے۔ اتنی شکستوں کے بعد بھی ہم خوابِ غفلت میں پڑے عیش و عشرت میں پیہم مصروف ہیں۔ دشمنانِ اسلام ہر طرف سے حملہ آور ہیں' الحاد و دہریت' اشتراکیت و عیسائیت اور مذہب سے دوری کی بمبارمنٹ ہو رہی ہے' مگر ہم ہیں کہ بیدار ہونے کا نام تک نہیں لیتے۔ آخر یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا۔ مسلمانو! خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر کمربستہ ہو جاؤ' اپنی قدر و منزلت پہچانو' اسلاف کی یاد کو تازہ کر دو' مادی و وقتی ترقی کو روحانی ترقی پر ترجیح مت دو' اپنے بزرگوں کی باتوں پر کان دھرو اور ان پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ یاد رکھئے جب دنیاوی غلامی کی زنجیریں توڑ کر روحانی پٹکا گلے میں ڈال لو گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کا تمغۂ جرأت تمہارے زیب گلو ہو گا۔

اے بادہ کشانِ غفلت! کہ سلطانِ رحمت کی بارگاہ کے دروازے کھل گئے' اب صرف ایک حرفِ ندامت' ایک عذرِ شرمسار اور بھیگی ہوئی پلکوں کا صرف ایک چمکتا ہوا قطرہ دل کی طہارت کیلئے کافی ہے۔

اے گیتی کے روسیاہ مدہوشو! آؤ چشمۂ نور میں غوطہ لگا لو جو تمہاری نظر کے نشانے پر بہہ رہا ہے۔ گیارہ ماہ کے بعد روحانی برکات کا یہ سہانا موسم اسی لئے آیا ہے کہ تمہارے چہرے کا غبار دھل جائے اور رحمت و نور کی موسلا دھار بارش میں تمہارا دامن نکھر جائے۔

اے خفتگانِ شبِ ملامت! دنیا کی بڑی بڑی اُمید گاہوں سے تم نے لو لگا کر دیکھ لیا' فرصت ہو تو پل بھر کیلئے ذرہ حافظے پر زور دے کر یاد کرو کہ تم نے مادی اقتدار کی چوکھٹوں پر اپنی کتنی فریادیں ضائع کر دیں ہیں۔ وقت کے روٹھے ہوئے فرعونوں کو منانے کیلئے تمہیں کتنی بار اپنی سطحِ مرتفع سے نیچے اترنا پڑا ہے' لیکن سچ بتاؤ ان ساری منتوں' سماجتوں اور خوشامدوں کے بعد ذلتوں کی شکست اور نامرادیوں کی ٹھوکر کے سوا کوئی چیز تمہارے ہاتھ آئی؟

پیم فریب کی چوٹ کھانے کے بعد اب تو پلٹ آؤ اس رحمتِ حق کی طرف جس نے اپنے امیدواروں کو کبھی مایوس نہیں کیا' اور جو پلکوں کا آنسو دامن میں جذب ہونے سے پہلے اپنے فریادی کے دل کی پکار سن لیتا ہے۔

ربیع الاوّل کا یہ مقدس مہینہ جو ہمارے سروں پر سایہ افگن ہے۔ یہ مایوس چہروں کے نکھرنے کا بہترین موسم ہے۔ قدم قدم پر رحمت و غفران کی جو نہریں بہہ رہی ہیں' ان سے اب بھی اگر ہم نے اپنے روح کی تشنگی نہیں مٹائی تو اس کے بعد پھر کوئی ایسا دلنواز موسم نہیں آئے گا۔

آیئے! اور ربیع الاوّل کے رحمت بھرے شب و روز کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے رب کے حضور غفلتوں کی گہری نیند میں ہم نے جتنی خطائیں کی ہیں' معاف کرائیں اور اپنے خالی دامن کو بارگاہ بے کس پناہ میں پھیلا دیں تا کہ دین و دنیا کی کامرانیوں اور کامیابیوں سے مالا مال ہو سکیں۔ اس ماہ مبارک کی ایک ایک ساعت کی عزت و حرمت کا خیال رکھیں کیونکہ اسی ماہ مبارک کی ۱۲ تاریخ کو تاجدار عرب و عجم' محسنِ کائنات' فخر موجودات' باعثِ ایجادِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی۔

جن کی تشریف آوری سے قبل انسانیت ادھ موئی تھی' اخلاق بھرا تھا اور انسانی کردار مفلوج ہو کر رہ گیا تھا' چہار جانب کو وحشت و بربریت کے طوفانوں نے اپنی لپیٹ میں یوں دبائے رکھا تھا جیسے نزع کی آخری ہچکی۔ یاس و ناامیدی کے بادل فضائے عالم پر محیط تھے۔ پھر وہ آفتاب عالم طلوع ہوا' جس کی تابندگی سے شب کی سیاہی نور سحر میں تبدیل ہو گئی' ظلم و ستم کی جگہ عدل و انصاف' رحم و ہمدردی نے لے لی۔ تشنگانِ لہو کی لبوں پر صلح و آشتی کا پیغام نغمہ ریز ہوا۔ تلوار کے قبضہ پر رکھے والے ہاتھ تعلیم و اخلاق کیلئے میدان عمل میں نکلے۔ ایک مختصر سے عرصہ نے زمانہ کے غبار وحشت کو بارانِ رحمت میں تبدیل کر دیا۔ کانٹے پھول بن گئے اور کلیاں مسکرا اٹھیں۔

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں
زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

ماہ ربیع الاوّل کی ان ہزار ہا صد مبارک ساعتوں میں انسانیت کے محسن اعظم کا یوم ولادت مسلمانانِ عالم کیلئے جہاں انتہائی مسرت و شادمانی کا گہوارہ ہے وہاں ایک ضابطۂ حیات کا ترجمان بھی ہے اور وہ ضابطۂ حیات' عدل و مساوات' تنظیم و اتحاد' علم و عمل' اخلاق و محبت ایسے زریں اصولوں سے بھی عبارت ہے۔ جس کا دوسرا نام اسلام ہے۔

ذرا ماضی کی طرف نگاہ لے جایئے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کی زندگی جس تنگی و عسرت سے گزری وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ ان کے پاس نہ کوئی دولت تھی اور نہ کوئی سرمایہ تھا' نہ سونے چاندی کے خزانے تھے اور نہ ہی لعل و جواہرات کے ڈھیر' نہ ہی خوشنما باغات تھے اور نہ ہی شاہی محلات' لیکن اس فقر و فاقہ میں بھی ان کو سکونِ قلب' تسکین روح' سرور زندگی اور راحتِ قلب و جگر کی لافانی دولت حاصل تھی' اس لئے کہ وہ اس عارضی نشوونما' فانی شان و شوکت اور غیر یقینی جاہ و حشمت کے مقابلے میں دائمی مسرت' ابدی کیف و مستی اور غیر فانی زندگی کو زیادہ اہمیت دیتے تھے' اور جب ان کی پُرشوق نگاہیں جمالِ مصطفےٰ ﷺ کو دیکھ لیں تو پھر زندگی بھر کی تمام رعنائیاں سمٹ کر ان کے دامنِ مراد میں پھیل جاتی تھیں اور وہ نشۂ عشق و محبت سے سرشار ہو کر دنیا و مافیہا سے بے خبر جب اس حسنِ لازوال کا مشاہدہ کرتے تو نہ انہیں بھوک لگتی اور نہ پیاس بلکہ دنیا کی ہر چیز کو بھول جاتے کیونکہ جمالِ یار کو دیکھنا ہی ان کیلئے سب سے بڑی نعمت تھی۔

لیکن ان کی غربت' تنگی و عسرت کو دیکھ کر مکہ مکرمہ کے فرعونی دماغ رکھنے والے کافر اسلام اور پیغمبر اسلام کے جھوٹا ہونے کی ایک دلیل سمجھ لیتے' کیونکہ دولت کے نشے اور سرمایہ داری کے جنون اور امارت کے غرور نے ان کی آنکھوں پر پردے اور دلوں پر مہریں لگا دی تھیں۔ یہاں تک کہ ان کے نزدیک حق و صداقت کا معیار ہی بدل چکا تھا اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ غریب اور مفلس انسان خدا کی رحمت کا سرے سے حقدار ہی نہیں ہے۔ وہ حق و صداقت کے معیار کو طہارتِ قلب' تزکیۂ نفس' اتقاء اور پرہیزگاری کی بجائے سرمایہ داری' جاگیرداری ظاہری شان و شوکت اور عارض جاہ و حشمت سمجھتے تھے اور اسی بناء پر کملی والے کی نبوت کا انکار کرتے تھے کہ اگر خدا نے کسی کو نبی بنا کر بھیجنا ہی تھا تو پھر مکے کے کسی بڑے سردار' قریش کے کسی بڑے جاگیردار' طائف کے کسی بڑے

سرمایہ دار کو نبوت عطا کرتا" آخر یہ نبی کیسے ہو سکتا ہے جو رہتا ہے ٹوٹے ہوئے حجروں میں' بیٹھتا ہے کھجور کی چٹائی پر اور پہنتا ہے پھٹی ہوئی چادر' اور دعویٰ کرتا ہے ساری کائنات کے نبی ہونے کا؟ اس لئے وہ کہتے تھے کہ اگر یہ نبی ہوتا تو اس کے پاس سونے چاندی کے خزانے ہوتے' لعل و جواہرات کے ڈھیر اور سنہری محلات ہوتے' اور جب ان کا غرور' تکبر' عناد اور تعصب حد سے بڑھ گیا تو پھر غیرت حق نے پکار کر کہا کہ میرے محبوب کی نبوت کو سونے چاندی کے خزانوں' لعل و جواہرات کے ڈھیروں' سبز باغات کے پھولوں' ریشمی لباسوں اور سنہری محلات میں تلاش نہ کرو بلکہ میرے محبوب کی نبوت کو اگر دیکھنا ہے تو کسی یتیم کے ٹوٹے ہوئے دل میں دیکھو۔

آہستہ آہستہ زمانے نے کروٹ بدلی تو وہی دلق پوشوں کی مقدس جماعت' فاقہ مستوں کا متبرک گروہ اور صحرا نشینوں کا نورانی ٹولہ ساری دنیا کیلئے امن و سلامتی' عدل و انصاف' لطف و کرم کا ایک مضبوط قلعہ بن گیا اور پھر وہی تنگی و عسرت اور فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرنے والے دنیا کے تاجدار ہوئے۔

آج دنیا کے ہر نفس پرست اور ننگ انسانیت حکمران' اقتدار کے بھوکے سیاسی لیڈر آئے دن اعلان کرتے رہتے ہیں کہ غریبو! ہم تمہارے لئے ہیں۔ امریکہ کی نام نہاد جمہوریت اور روس کی نسلِ انسانی کو تباہ کر دینے والی آمریت (اشتراکیت) بھی غریبوں کی حمایت کی مدعی ہے مگر یہ سب دھوکہ ہے' فریب ہے' مکاری اور عیاری ہے' اور ایسے اعلانات و بیانات میں صداقت کا نام تک نہیں۔ اس لئے آج تک کسی نے اس کا عملی ثبوت کوئی نہیں دیا۔ کوئی پری پیکر کار میں بیٹھ کر' کوئی ہوائی جہاز میں پرواز کرتے ہوئے ائیر کنڈیشنڈ' کوٹھیوں اور بنگلوں کی مسحور کن فضاؤں پر بدمست غریبوں سے ہمدردی کا اعلان کرتا ہے۔

غریب کے آنسوؤں نے بھیگی ہوئی نظروں سے دیکھا تو اسے موجودہ ترقی یافتہ دور میں ہر طرف مایوسی ہی مایوسی نظر آئی' پھر حسرت بھرے دل سے مدینہ کی طرف نگاہ اٹھائی تو اس نے دیکھا' کائنات کا ہادی' زمین و آسمان کا مالک' کون و مکان کا شہنشاہ اور عرب و عجم کا تاجدار' کونین کا والی ایک ٹوٹے ہوئے حجرے میں کھجور کی ایک پھٹی ہوئی چٹائی پر بیٹھ کر اور پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر باندھے یوں دعا کر رہا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ

(ترمذی ابواب الزہد باب ما جاء ان الفقراء المھاجرین یدخلون الجنۃ قبل اغنیائھم' مشکوٰۃ ص ۴۴۷) کہ "اے اللہ! مجھے مسکینوں میں زندہ رکھنا اور مسکینوں ہی میں میرا وصال فرمانا اور قیامت کے روز مسکینوں کے گروہ میں ہی اٹھانا"

یہ سن کر حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی اے کملی والے آقا! آپ مولائے کل اور شہنشاہ کون و مکان اور محبوب رب دو جہاں ہو کر ایسی دعا کیوں کرتے ہیں؟ تو کملی والے نے جواب مرحمت فرمایا کہ غریب اور مسکین لوگ قیامت کو امیروں سے چالیس برس پہلے جنت میں جائیں گے۔ (مفہوم)

اور پھر امام الانبیاء نے اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کی عملی تصویر دنیا والوں کے سامنے اس طرح پیش کی کہ اگر کوئی غریب امتی دو دن سے بھوکا ہے تو کملی والے آقا کے پیٹ پر پتھر تھا' پھر کیوں نہ کہیں:

سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا
سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر جس نے بادشاہی میں فقیری کی

آج کے مہذب اور ترقی یافتہ دور میں غریبوں کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے لیکن دولت و ثروت اور سرمایہ داری و جاگیرداری کے نشے میں سرمست و متکبر انسان شاید یہ بھی نہیں جانتے کہ مرنے کے بعد جتنی زمین کسی بڑے سے بڑے صنعت کار اور امیر کو ملتی ہے' اتنی ہی غریب مزدور اور فقیر کو' اور وہی کفن جو ملک کے بادشاہوں کو ملتا ہے وہی بستی کے گدا کو' خیال تو کیجئے:

نہ دارا رہا سکندر نہ فریدون بادشاہ
تختِ زمیں پہ سینکڑوں آئے چلے گئے

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ہمیں محسن کائنات کے صدقہ ہماری کمزوریوں کو دُور فرمائے۔ عدل و انصاف' امن و سلامتی کا خوگر بنائے اور اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ مسلمانانِ عالم کو پریشانیوں سے نجات بخشے' مسجد اقصیٰ کی عزت و حرمت کو بحال فرمائے' کشمیر و فلسطین اور قبرص وار یٹریا کے نہتے و مظلوم انسانوں کو آزادی کی نعمت سے نوازے اور ہمیں دین و دنیا اور آخرت کی کامرانیوں سے ہمکنار فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ وعلیٰ آلہ
وصحبہ افضل الصلوۃ واکمل التسلیم

محتاج کرم:
محمد منشاء تابش قصوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا

کہ بریاد شہ کوثر نہا سازیم محفلہا

تحفۂ دلنواز

در بیان

مولود شاہِ حجاز

مرتبہ و مصنفہ

محمد اقبال حسین چشتی

شاہ عالم (کانجن) ضلع میانوالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عید میلاد النبی ﷺ

مومنو! مناؤ شوق سے عید میلاد النبی
ہے عجب روح کی غذا یادِ خدا یادِ نبی
اس میں ہوتا ہے احسان خداوندی کا ذکر و بیاں
بن گئی معمول اُمت کا تقریب میلاد النبی

ماہِ نور ربیع الاوّل شریف:

محبوب خدا بن کر آئے مہمان ربیع الاوّل کے
قربان ربیع الاوّل کے قربان ربیع الاوّل کے

ربیع الاوّل اسلامی سال کا تیسرا مہینہ ہے۔ اس مہینے کا سب سے بڑا شرف یہ ہے کہ خاتم الانبیاء، رحمت دو جہاں ﷺ نے اس مہینہ میں اپنے قدوم میمنت سے جہانِ دنیا کو مشرف و منور فرمایا، اور اسی مہینے میں محبوبِ خدا لقائے حق کی طرف متوجہ ہوئے یعنی یہ مہینہ امت کے والی و غمخوار، حبیب پروردگار کی پیدائش مبارک کا ہے اور عرس شریف کا بھی ہے۔ ولادت باسعادت اور وصالِ حق دونوں چیزیں یہاں اکٹھی ہیں۔ اس طرح یہ مہینہ اس شرف و بزرگی میں سب مہینوں پر سبقت لے گیا۔

سارا مہینہ بالعموم اور ۱۲ ربیع الاوّل کو بالخصوص دنیا بھر کے مسلمان میلاد النبی ﷺ کی تقریب سعید مناتے ہیں۔ مجالسِ میلاد کا انعقاد کرتے ہیں۔ عظیم الشان جلوس نکالے جاتے ہیں، طعام و شیرینی کا اہتمام کیا جاتا ہے اور بڑے وسیع پیمانہ پر خیرات ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ تمام جہانوں کیلئے رحمت، اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت، شفیع اُمت ﷺ کی دنیا

میں تشریف آوری کی خوشی میں اور شکر خداوندی بجا لانے کیلئے کیا جاتا ہے۔ طعام و شیرینی اور مشروبات اور ہر قسم کی خیرات کا ثواب رُوحِ اقدس نبی کریم ﷺ کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ تقریب عرس بھی بن جاتی ہے' گویا ایک پنتھ دو کاج

جشن عید میلاد النبی ﷺ کیوں منایا جاتا ہے؟

قرآن کریم میں ان ارشادات باری تعالیٰ پر غور کریں۔

ترجمہ:۱۔ "اور جو نعمت پروردگار تیرے کی ہے پس بیان کر"۔ (سورہ والضحیٰ)

۲۔ "اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوب خوشیاں منائیں' یہ ان کے جمع کیے ہوئے مال سے بہتر ہے"۔ (سورہ یونس)

۳۔ "(اے میرے محبوب!) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔ (سورہ انبیاء)

۴۔ "تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا' جس وقت کہ اس نے ان کے بیچ اپنا رسول بھیجا"۔ (سورہ آلِ عمران)

یہاں صرف چند آیات پاک کا ذکر کیا ہے جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضور کریم ﷺ کی بعثت مسلمانوں پر خالقِ اکبر شانہٗ کا احسانِ عظیم ہے' اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کے بندے نعمتیں ملنے پر اظہارِ نعمت و خوشی کریں اور نعمتوں کا شکر بھی ادا کریں۔

قرآن پاک کا مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے متعدد انبیاء کرام کے میلادی قصے اور فضائل بیان فرمائے ہیں۔ اسی طرح تاجدارِ انبیاء محبوبِ کبریا ﷺ کے میلاد شریف کا ذکر بھی قرآن کریم میں موجود ہے۔ اس مضمون کی متعدد آیات

موجود ہیں۔ کہیں حضور پُرنور ﷺ کے منصب و مقام کا ذکر ہے' کہیں آپ ﷺ کے دربار عالیہ کے آداب کا بیان ہے' کہیں نبی کرم ﷺ کی تعظیم وتوقیر کرنے کی تاکید ہے' بلکہ یوں کہیئے کہ سارا قرآن سید الکونین ﷺ کی نعت ہے۔

؎ آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ذکر میلاد شریف اللہ عزوجل کی سنت ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی یہ ثابت ہے کہ آپ خود بھی اپنی پیدائش کے دن کو یاد رکھتے تھے۔ حضور اقدس ﷺ سے جب سوموار کے دن روزہ رکھنے کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا:

"اسی دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر قرآن نازل ہوا"۔

آنحضرت رحمت فطرت ﷺ نے منبر پر جلوہ افروز ہو کر اپنا میلاد شریف پڑھا۔ اپنا مقام و مرتبہ اور نسب بیان فرمایا۔ اس کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی مجالس مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کے فضائل و کمالات' حسن و جمال اور حالات کا ذکر فرماتے تھے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ دربار نبوی کے شاعر تھے' نہ صرف مجمع عام صحابہ کرام میں نعتیں پڑھتے تھے بلکہ رسول خدا ﷺ کے دشمنوں کے لغویات کا جواب بھی دیتے تھے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کیلئے "روح القدس" کی نصرت کی دعا فرمائی اور ان کی خاطر نعتیہ اشعار پڑھنے کیلئے منبر رکھا جاتا تھا۔ آنحضرت ﷺ خود ان کے اشعار سماعت فرماتے تھے۔

ایک قصیدہ میں حضور اکرم ﷺ کے حُسنِ صورت اور ولادت شریف کا بڑے والہانہ الفاظ میں ذکر کرتے ہیں' جن کا مطلب یہ بنتا ہے کہ یارسول اللہ! آپ شاہکار قدرت ہیں۔ بارگاہِ نبوی ﷺ میں یوں عرض کرتے ہیں کہ میں نے آپ جیسا جامع کمالات [illegible] اور نہ ہی کسی آنکھ نے آپ جیسا [illegible] ہے۔ اس شعر کے بعد

دوسرے شعر میں عرض کرتے ہیں "اے آمنہ کے لال! صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے اور خالق اکبر شانہٗ نے آپ کو ایسا پیدا فرمایا جیسے تمہاری مرضی تھی۔

غزوۂ تبوک سے واپسی پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کہنے کی خواہش کا اظہار کیا تو آنحضرت رحمت فطرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے خیر دے کر ان کو اجازت فرمائی۔ ممدوح خالق سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اجازت ملنے پر حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ نے جو اشعار پڑھے ان میں نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیت کا۔ آپ کے وسیلہ سے یعنی آپ کے نور کی برکت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کا نجات پانا' پھر آخرکار اس نور محمدی کا ظہور اور تمام عالم کا روشن ہو جانا' یعنی حضور پاک کی ولادت باسعادت کا ذکر' بالاجمال بیان فرمایا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قصیدہ دربیان مولود شریف سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پڑھنا اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ' حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا و دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فخریہ اشعار و مدحیہ قصائد پڑھنا اس بات کا ثبوت فراہم کرتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں ذکر ولادت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھا اور اصل دسرور ذکر مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمارے شریک تھے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

عام طور پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ صحابہ کرام نے میلاد شریف اس اہتمام اور ہیئت تجمل سے نہیں منایا۔ بظاہر یہ اعتراض بڑا وزنی معلوم ہوتا ہے مگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگی کے تذکرے پڑھنے والوں سے مخفی نہ ہوگا کہ صحابہ کرام کا زمانہ پاک ابتدائے اسلام کا دور تھا' اس کے علاوہ سادگی کا رواج تھا اور معاشرہ بھی محدود تھا۔ اب ہر سلیم العقل مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ صحابہ کرام کو اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی

خاطر بلکہ یوں کہیے کہ اپنے دل کی تسکین کیلئے روپیہ پیسہ خرچ کرنے اور وقت لگانے میں کیا تردد ہو سکتا تھا؟ مال تو مال یہ پروانے تو ہر وقت اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کو تیار رہتے تھے مگر ان کے وقتوں میں چند مصارف ایسے تھے جن میں مال و دولت کا خرچ کرنا زیادہ قرینِ مصلحت تھا۔ صرف ایک ایمان افروز واقعہ پر توجہ کریں۔ جب بھی رسالت مآب ﷺ سے جہاد میں خدمات جمع کرانے کا اشارہ ہوا تو شمع رسالت کے پروانوں نے اپنی مالی حیثیت سے بڑھ کر نذرانہ پیش کیا۔ حتیٰ کہ یارِ غار، محرمِ رازِ نبوت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا تمام اثاثہ محبوبِ خدا ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اسی واقعہ پر علامہ اقبال صاحب نے فرمایا:

پروانے کو چراغ، بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

غزوات میں شاندار کامیابیاں حاصل ہوئیں مگر کبھی صحابہ کرام نے موجودہ دور کے مسلمانوں کی طرح جشن نہیں منائے تھے، کیا صحابہ کرام کو جنگ بدر میں عظیم الشان کامیابی کے حصول پر خوشی نہ ہوئی ہوگی، یا معاذ اللہ انہوں نے شکر ادا نہ کیا ہوگا؟ ایسا ہرگز نہ تھا بلکہ صحابہ کرام بڑے شکر گزار بندے تھے۔ اپنے تکلف طعام ولباس اور زیب و زینت میں خرچ کرنے کے بجائے جو کچھ پاتے انہیں مواقع میں اُٹھاتے۔

اس صورت میں بنظرِ تحقیق و انصاف سے دیکھیں کہ ہماری تقریبات بعینہٖ صحابہ کرام کے طریقہ کے مطابق ہیں؟ اور انہوں نے ان تمام تقریبات کا اہتمام فرمایا بھی تھا؟

سیاسی جلسوں اور ادبی تقریبات کو چھوڑیئے، عصرِ حاضر میں تمام دینی تقریبات جو ہم منعقد کرتے ہیں اور آئے دن ان میں اضافہ بھی ہو رہا ہے مثلاً دینی

رہنماؤں کے ایام منانا' دینی جلسے' کانفرنسیں' دینی مدارس کے سالانہ جلسے اور صد سالہ جشن' جشن نزول قرآن' ہفتۂ نفاذ شریعت' عشرہ اصلاح معاشرہ اور دینی جماعتوں کے ایام تاسیس وغیرہ وقت و تاریخ کے تعین' تداعی (شریک ہونے کیلئے بلانا) اور اہتمام کے ساتھ منانا صحابہ کرام سے ثابت نہیں۔ پھر بھی ان تقریبات میں شرکت کرنے اور دامے درمے امداد کرنے کو کار ثواب بتایا جاتا ہے۔ سیرت النبی ﷺ کے جلسے بھی ماہ ربیع الاوّل شریف ہی میں اسی اہتمام و تداعی اور تعین یوم سے منعقد کئے جاتے ہیں۔ اگر میلاد شریف منانے کو بدعت سیہ اور ناجائز سمجھا جائے تو تمام دینی تقریبات' جلسے اور (شوکت اسلام) کے جلوسوں کو جائز و صحیح ہونا محل نظر بن جاتا ہے اور محفل ذکر مولد شریف جو ثابت الاصل ہے' کے کرنے والوں کو اہل بدعت سمجھا جائے تو ہر قسم کی دینی تقریبات ہیئت تجمل اور تعین یوم سے منانے والے مسلمان اس فتویٰ کی زد سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ایسی ذہنیت سے بچائے۔

عید میلاد شریف کی برکتیں:

محافل میلاد بہترین ذریعہ حصول برکات ہیں۔ ولادت باسعادت کا ذکر کرنے میں بہت سے فوائد ہیں' جن کا انکشاف ایسے صاحب کشف و جامع شریعت و طریقت بزرگوں نے فرمایا' جن کے اوصاف و کمالات سے تاریخ کے ابواب روشن ہیں۔ یہاں صرف دو بزرگوں کے ارشادات نہایت اختصار سے درج کرتا ہوں۔

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی نورانی تالیف "فیوض الحرمین" میں تحریر فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کے دن مکہ معظمہ میں آنحضرت ﷺ کی جائے پیدائش پر حاضر ہوا' وہاں لوگ آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھ رہے تھے اور اظہار نبوت سے پہلے کے معجزات بیان کر رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ یکبارگی انوار ظاہر ہوئے۔

اسی مشاہدہ (مشاہدہ نمبر ۸) میں آگے فرمایا کہ "پس جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ نوران فرشتوں کا ہے جو ایسی مقدس مجالس و مشاہد پر مؤکل و مقرر ہیں"۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس ایمان افروز مشاہدہ اور ان کی یہ گواہی کہ "حاضرین وہ معجزات بیان کر رہے تھے جو اعلانِ نبوت سے پہلے ظہور میں آئے"۔ ان لوگوں کیلئے لمحہ فکریہ سے کم نہیں جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار نبوت سے پہلے کی زندگی کے بیان کو ضروری نہیں سمجھتے اور حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے جشن ولادت کو بدعت کہتے ہیں اور صرف اعلانِ نبوت کے بعد کی سیرت پاک (اُسوۂ حسنہ) کے بیان کو جائز سمجھتے ہیں۔

بے شک سب مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دورِ نبوت کی زندگی یعنی اُسوۂ حسنہ' قرآن پاک کی عملی تفسیر سراپا تنویر ہے مگر ہمیں یہ بھی نہ بھولنا چاہیئے کہ ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پاک کا ہر دور سراپا اعجاز تھا۔ ولادتِ باسعادت سے لے کر اظہار نبوت تک بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کائنات کیلئے رحمت و شمع ہدایت تھی۔ اظہار نبوت سے پہلے ہی لوگوں نے آپ کو صادق و امین تسلیم کر لیا تھا۔ جو حضرات نبوت کے مقدس دور کی سیرت پاک بیان کرنے کیلئے جلسے اور کانفرسیں منعقد کرتے ہیں' انہیں سوچنا چاہیئے کہ رحمتِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی اظہار نبوت سے قبل چالیس سالہ دلکش و پاکیزہ زندگی کو کیوں جدا کر رہے ہیں' جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبل از اعلانِ نبوت چالیس سالہ بے داغ و تاباں زندگی لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرنے کا سبب بنی۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ میلاد شریف کے دنوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں کھانا [illegible] ۔ ایک سال انہوں نے بوجہ تنگدستی [illegible] چنے تقسیم کئے' جوان

کے پاس موجود تھے۔انہوں نے خواب میں حضور پُرنور علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ ﷺ کے سامنے وہ بھنے ہوئے چنے موجود ہیں اور آپ ﷺ ایسے خوش ہیں کہ چہرۂ انور پر بشاشت ظاہر ہے۔(درثمین)

اس واقعہ ونورانی خواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلوص ومحبت سے میلاد شریف کی خوشی میں لوگوں کو کھانا کھلانا حضور رحمۃ للعالمین کو بہت پسند ہے۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت زیادہ اہتمام یا کثرت سے مال خرچ کرنا نہیں بلکہ خلوص ومحبت سے حسب توفیق حلال وطیب مال خرچ کرنا شرط ہے۔

(۳) امام الکاملین حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ "ذکر ولادت شریف حضرت فخر آدم سرور عالم ﷺ کا موجب خیرات وبرکات دنیوی و اُخروی ہے"۔آگے تحریر فرماتے ہیں "اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل میلاد شریف میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعۂ نجات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف پاتا ہوں"۔(فیصلہ ہفت مسئلہ)

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے جامع شریعت وطریقت بزرگ کی تحقیق اور عمل سے بھی محافلِ میلاد شریف کا ذریعۂ حصولِ برکات ونجات ہونا ثابت ہوتا ہے اور کھڑے ہوکر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا جواز بھی مل جاتا ہے۔

عید میلاد النبی ﷺ کیسے منائی جائے؟

عید میلاد النبی ﷺ منانے کا احسن طریقہ وہی ہے جس طرح منانے کی علمائے کرام رہنمائی وتاکید فرماتے ہیں۔مدیرانِ اخبارات وجرائد بھی اس مبارک دن اپنے اخبارات کے خصوصی ایڈیشن شائع کرتے ہیں،جن میں بڑے پاکیزہ مضامین اور

قیمتی ہدایات درج ہوتی ہیں۔ انہی ارشادات و ہدایات کی روشنی میں چند معروضات پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) میلاد النبی ﷺ کی ہر محفل' جلسہ' تقریب و کانفرنس وغیرہ پیارے نبی کریم ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات کے مطابق ہونے چاہئیں۔ خوشی کے تمام انداز شریعت محمدیہ ﷺ کے مطابق ہوں۔

(۲) اس روز ہر مسلمان کو اپنی زندگی سیرت طیبہ کے مطابق گزارنے کا عہد کرنا چاہیئے اور اپنے اہل و عیال کی پرورش و تربیت بھی اسلامی طریقہ کے مطابق کرنے کا عزم صمیم کرے' بلکہ معاشرہ میں حضور انور ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات اور پیاری سنتوں (سنن) کی تبلیغ کا فریضہ پورا کرنا چاہیئے۔

(۳) ۱۲ ربیع الاوّل کی رات شب ولادت ہے۔ یہ رات اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت کرنے اور محسنِ انسانیت' مخزن رحمت' رسول کرم ﷺ کا ذکر مبارک سننے میں گزارنی چاہیئے۔ مسجدوں میں روشنی کی جائے اور خوشبو جلائی جائے اور مسلمانوں کے گھر' گلی کوچے اور بازار بھی چمک رہے ہوں اور صفائی کا بہترین نمونہ پیش کر رہے ہوں' تاکہ دلکش منظر کو دیکھ کر ناظرین اچھے تاثرات قبول کریں۔

۱۲ ربیع الاوّل کے روز جو صبح ولادت کا دن ہے' عید میلاد النبی کی تقریبات میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کرنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ قرآنِ کریم کی تلاوت اور درود خوانی کثرت سے کی جائے۔ سید الانبیاء رسول اکرم ﷺ کی روح اقدس کو ایصالِ ثواب کیلئے غریبوں' مسکینوں اور یتیموں کی اعانت کی جائے۔ ہمیشہ کیلئے اور اس دن بالخصوص اہل ثروت مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارے آقا شفیع المذنبین ﷺ کو اپنی امت کے فقیروں' غریبوں اور مسکینوں سے خصوصی محبت اور زیادہ ہمدردی ہے۔

دن مخیر حضرات اپنی نیک کمائی سے اور عامۃ المسلمین اپنے چندوں سے تربیت اطفال کیلئے دارالشفقت اور جہاں ضرورت ہو دینی تعلیم کیلئے نئے ادارے کھولیں اور تعمیری کام پر بھی خصوصی توجہ دیں تا کہ تعلیم اسلام عام ہو اور دین محمد مصطفےٰ ﷺ کو تقویت پہنچے۔اس مبارک موقع پر اشاعت دین اور خدمت خلق کے مراکز کھولنے والوں کو دوہرا فائدہ ہو گا۔صدقۂ جاریہ ہونے کے علاوہ یہ ادارے یوم میلاد النبی ﷺ کی برکات اور اس دن کے ساتھ مسلمانوں کی بے پناہ عقیدت کے مثبت اثرات اور ٹھوس نشانات ہوں گے جو آنے والی نسلوں کیلئے استفادہ کا ذریعہ اور مشعل راہ ثابت ہوں گے۔

خواتین اسلام بھی عید میلاد منائیں! مگر کیسے؟

حضور پُر نور ﷺ کے ظہور سے پہلے دنیا میں عورت کا کوئی مقام نہیں تھا۔ آنحضرت رحمت فطرت کی تعلیم و تبلیغ سے عورت کو ظلم و استبداد سے نجات ملی۔ خیر البشر رحمت عالم ﷺ نے عورتوں کو نہ صرف ذلالت کے عمیق گڑھے سے نکالا بلکہ ان کے حقوق کا تعین فرما کر اوران کے حقوق پورا کرنے کی تاکید فرما کر باوقار مقام عطا فرمایا ہے۔

کہاں وہ وقت تھا کہ باپ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے مگر نبی رحمت شفیع اُمت نے لڑکی کو نہ صرف وراثت میں ورثہ دار ٹھہرایا بلکہ اپنی لڑکیوں کی پرورش لڑکوں کی طرح کرنے والے باپ کو جنت میں اپنی معیت کی بشارت فرمائی۔ یہاں بڑے افسوس سے (ضمناً) عرض کرنا پڑتا ہے کہ والدین اور بھائیوں یا شوہروں کی عدم توجہی، دینی تعلیم کے فقدان اور انگریزی تعلیم و تہذیب کے زہریلے اثرات کی وجہ سے دختران اسلام میں شرعی پابندیوں سے آزادی حاصل کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ بالفرض عورت کا پردہ بعض مردوں کی عقل پر پڑ گیا ہے، تب بھی ایسی خواتین اسلام کو ان حالات میں بھی اسلامی

تعلیمات پر عمل کر کے دکھانا چاہیے تا کہ روز محشر اللہ رب العالمین شانہ اور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ ذیل میں چند اشعار پر خواتین توجہ فرمائیں۔

صدقہ حضور پاک کا نئی زندگی ملی
ترکہ ملا پردہ ملا دولت ایمان کی ملی
پردہ جو ہوا فرض تیرے ہی فائدہ کیلئے
تحفظ ملا ایمان بچا اور پناہ ملی
ہیں یہ سب احسان حضور کے مسلمان بیبیو!
ہے تم پر بھی فرض اطاعت اس محسنِ عالیجاہ کی

غرض اولاد کی صحیح پرورش اور ٹھیک تربیت کرنا بہت بڑی عبادت ہے' اور صحیح تربیت وہی خاتون کر سکتی ہے جو خود اسلامی تعلیمات اور شرعی احکامات پر سختی سے عمل پیرا ہو۔ ایسی نیک ماؤں کے بچے' والدین کے شکر گزار ہونے کے علاوہ' دین وملت کیلئے بھی سودمند اور سرمایہ افتخار ہوتے ہیں۔ اسی لئے علامہ اقبال صاحب نے مسلمان ماؤں کو یہ حکیمانہ و موحدانہ سبق سکھایا ہے۔

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

غرض خواتینِ اسلام کو اس دن اسلامی زندگی گزارنے کا عہد کرنا چاہیے۔ محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی و شکر خداوندی میں ۱۲ ربیع الاول کی رات عبادت میں گزاریں۔ دن کو اپنے گھروں میں رہ کر خوشی و مسرت کا اظہار کریں۔ میلاد شریف کی خوشی میں تقسیم کرنے کیلئے کھانا تیار کریں اور زیادہ سے زیادہ وقت تلاوت کلام پاک اور درود شریف پڑھنے میں خرچ کریں۔

پڑھی لکھی خواتین میلادِ مصطفےٰ اور خصائص اور کمالاتِ مصطفےٰ ﷺ کے بیان میں اور سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر کتابوں کا مطالعہ فرمائیں یا ایسی مجالس میلاد شریف میں وعظ سننے جائیں جہاں عورتوں کیلئے پردے کا مکمل انتظام ہو۔

آدابِ جلوسِ میلاد شریف:

حضور نبی کریم ﷺ سے اظہارِ عقیدت کیلئے یہ اہتمام بڑے عرصے سے جاری ہے اور سال بہ سال یہ سلسلہ شان و شوکت کے اعتبار سے بڑھتا جارہا ہے' اور اس طرح حضور پُر نور ﷺ سے اظہارِ عقیدت کے ساتھ شکوہ دین و ملت کے مظاہرہ کی بھی ایمان افروز صورت بن گیا ہے۔ اس لئے جلوس کے تقدس کو بہر صورت بحال رکھنا نہ صرف منتظمین و شرکائے جلوس بلکہ سرکاری انتظامیہ کا بھی فرض ہے۔ اگر جلوس پورے نظم و ضبط اور احترام و عقیدت سے نکالے جائیں اور شرکائے جلوس علمائے کرام کی طرف سے فرمائی گئی ہدایات پر پوری طرح عمل کریں تو میلاد شریف کے جلوسوں سے بڑھ کر شوکت اسلام کا مظاہرہ کسی دوسرے طریقہ و اہتمام سے نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ہر قسم کی خرافات' بیہودہ حرکات مثلاً ڈھول چمٹا وغیرہ بجانا' فلمی گانے گانا' بھنگڑا ڈالنا وغیرہ سے پرہیز کرنا از بس ضروری ہے۔ جلوس میں صرف ذکرِ الٰہی' نعت خوانی اور درود و سلام کا ورد ہو۔

مقامِ مصطفےٰ ﷺ کا تعین و تحفظ:

تحفظ مقامِ مصطفےٰ یا نفاذِ نظامِ مصطفےٰ پہلے
دونوں ہی ضروری ہیں لیکن مقامِ مصطفےٰ پہلے

مقامِ مصطفےٰ کا تحفظ ابتداء ہی سے مسلمانوں کا جزوِ ایمان رہا ہے۔ پاکستان میں سب سے پہلے اہلسنت و جماعت نے "مقامِ مصطفےٰ کا تحفظ" اور "نظامِ مصطفےٰ کا نفاذ" اپنے

جماعتی منشور میں شامل کیے۔ خوش قسمتی سے نظامِ مصطفےٰ کی اصطلاح اور نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ کا نعرہ کسی جماعت کا امتیازی نشان نہ رہا ہے بلکہ تمام مسلمانانِ پاکستان کا متفق علیہ نعرہ بن گیا۔ اب غالباً پہلی مرتبہ بہت سی دینی جماعتوں اور رہنمایانِ قوم کے اجلاس میں نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ کیلئے "مقامِ مصطفےٰ کے تحفظ" کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ حال ہی میں چنیوٹ میں چھبیسویں کل پاکستان تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی' اس کانفرنس کے دوسرے روز (۲۸ دسمبر ۱۹۷۸ء) کی کارروائی 'تقاریر کا خلاصہ اس عنوان سے شائع ہوا۔

"مقامِ مصطفےٰ کے تحفظ کے بغیر نظامِ مصطفےٰ کا قیام ممکن نہیں"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۹ دسمبر ۱۹۷۸ء، ص ۱)

راقم السطور خبر کی یہ سرخی پڑھ کر بہت متاثر ہوا۔ اُمید ہے کہ پاکستان کے طول و عرض میں اس حقیقت پسندانہ دوستانہ اعلان کا پُر جوش خیر مقدم کیا جائے گا اور پوری تائید کی جائے گی۔ عید میلاد النبی ﷺ کا مضمون پورا کرنے کے بعد اس موضوع پر قلم اٹھانے کا محرک خبر کا یہی ولولہ انگیز عنوان ہے' کیونکہ جب یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ نظامِ مصطفےٰ کا نظام اور مقامِ مصطفےٰ کا تحفظ لازم و ملزوم ہیں اور ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا' تو ضروری ہے کہ تحفظ مقام و ناموسِ مصطفےٰ کا مسئلہ عوام کے ذہنوں میں تازہ رکھنے اور اس مقصد کے پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کیلئے جدوجہد کی جائے۔

بندۂ ناچیز اپنی ناقص فہم کے مطابق اخباری مضامین و مراسلات وغیرہ کی روشنی میں چند پریشان کن حقائق پیش کرنا ضروری خیال کرتا ہے۔ کسی کی دل آزادی مقصود نہیں بلکہ عوام کو توجہ دلانا مقصود ہے کہ بعض لوگ رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی بھی تسلیم کرتے ہیں اور قیامت تک کیلئے رسول بھی مانتے ہیں لیکن مبدۂ اسلام اور دین ہمہ اوست ماننے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے نسبت کا اظہار عقیدۂ

اسلام کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے افکار ملت اسلامیہ میں انتشار پھیلانے اور مقامِ مصطفےٰ کے تعین اور نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ میں رکاوٹ پیدا کرنے کا سبب ہی بن سکتے ہیں۔ اس صورتحال میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس بات کا احساس کرے کہ اس ملک میں لوگوں کے عقائد و کردار پر کس کس کمین گاہ سے کون کون سا حملہ متوقع ہے اور اس کے بچاؤ کی صورت کیا ہے۔

مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعین:

چھبیسویں ختم نبوت کانفرنس میں مقامِ مصطفےٰ کے تعین کی اہمیت' کا رُوئے سخن شاید مسئلہ ختم نبوت کے حل کرنے کی طرف سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اس کانفرنس کے انعقاد کا مقصد یہی ہوتا ہے لیکن اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ چار سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو ختم نبوت کا مسئلہ متفقہ فیصلہ اور خوش اسلوبی سے حل کیا جا چکا ہے۔ کسی جھوٹے مدعی نبوت کو نبی یا دینی مصلح ماننے والوں کو غیر مسلم تسلیم کیا جا چکا ہے جس کی رُو سے قادیانی اور لاہوری فرقے غیر مسلم قرار پائے۔ دستور پاکستان میں (آئین پاکستان ۱۹۷۳ء) عقیدۂ ختم نبوت کو قانونی تحفظ دیا جا چکا ہے اور بالکل صحیح تعین کیا جا چکا ہے۔ اب اس آئین اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور منکرین ختم نبوت کے خلاف آئین میں کی گئی ترمیم کی حفاظت کرنے اور دستوری فیصلہ کو سبوتاژ کرنے کی ہر کوشش کو ناکام بنا دینے کی ضرورت باقی ہے۔ ظاہر ہے کہ مقامِ مصطفےٰ کے تحفظ کیلئے بنیادی اور اہم ترین مسئلہ حل ہو جانے کے بعد اب یہ ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ ناموس و مقامِ مصطفےٰ کے خلاف اور عقیدہ ختمِ نبوت پر سے مسلمانوں کے ایمان متزلزل کرنے والے عقائد کی تشہیر پر پابندی لگائی جائے اور ان کی تبلیغ کرنے والوں کو مستوجب سزا قرار دیا جائے۔ مقامِ

مصطفےٰ کے جامع تعین کیلئے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ و تعین کے بعد عصمت مصطفےٰ اور حیات مصطفےٰ (عقیدۂ حیات النبی) کو قانونی تحفظ دینا ضروری ہے۔ مقام و ناموس مصطفےٰ کے تحفظ کا ارفع مقصود تب ہی پورا ہو سکتا ہے کہ مقام مصطفےٰ کا تعین سلف صالحین کی تحقیق و عقیدہ کے مطابق کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ نئے یا پرانے دینی فتنوں کا ترجمان نظر آئے اور ملت اسلامیہ میں مزید انتشار بڑھے۔ دستور پاکستان میں مقام مصطفےٰ کا جامع تعین کرنے کے علاوہ نصاب تعلیم میں داخل کرنا ضروری ہے کیونکہ مستقبل میں ملک و ملت کی باگ ڈور انہی طلبہ کے ہاتھوں میں ہوگی جو آج درسگاہوں میں تعلیم پا رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر انہیں مقام مصطفےٰ کا احساس و ادراک حاصل نہ ہو سکا تو مقام مصطفےٰ کیسے نافذ کر سکیں گے اور کیونکر پا سکیں گے۔

مقام مصطفےٰ بنصِ قرآن و حدیث و اجماع سوادِ اعظم:

۱ جہاں تک مقام مصطفےٰ کے تعین کا تعلق ہے تو تعین روز ازل میں کیا جا چکا ہے اور اس پر اللہ کا قرآن گواہ ہے جو حضور پاک ﷺ کا زندہ اور سب سے بڑا معجزہ ہے۔ قرآن پاک میں مقام مصطفےٰ کے اجمال کی تشریح احادیث نبویہ میں موجود ہے اور مشاہیر اسلام نے قرآن و حدیث کے استنباط سے مقام مصطفےٰ کا بخوبی تعین فرمایا ہے۔ فقہ و اجتہاد اور اجماع امت میں یقین رکھنے والے مسلمان جن کی پاکستان اور دنیا بھر میں اکثریت ہے کے لئے مقام مصطفےٰ کا قابل قبول تعین وہی ہو سکتا ہے جو سلف صالحین کے عقیدۂ مبارکہ کے مطابق ہو۔

علمائے اسلاف نے امام الانبیاء ﷺ کی شان میں آیات مبارکہ اور فضائل میں احادیث مبارکہ پر کس طرح عمل کیا اور ان کا کیا عقیدہ تھا تو یہاں اختصار کی وجہ سے

اس کو بیان کرنا مشکل ہے۔ مختصر یہ کہ علمائے اسلاف کا متفقہ فیصلہ ہے کہ آنحضرت ختمی مرتبت ﷺ خاتم الانبیاء اور سید الانبیاء والمرسلین ہیں۔ آپ کا ثانی مخلوقات میں کوئی نہیں۔ آپ حیات النبی ہیں (اور سارے نبی زندہ ہیں) آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نائب اکبر ہیں' محبوب اور حبیب ہیں اور آپ کی رضامندی اللہ تعالیٰ کو منظور ہے۔ غرض آپ ﷺ مقام ومرتبہ' نبوت ورسالت اور بسط علم ومعرفت' غرضیکہ جامعیت کل کمالات میں اللہ کے نزدیک برگزیدہ اور مخلوق میں لاثانی ہیں۔

؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

شیخ الاسلام امام شرف الدین بوصیری ناظم قصیدہ بردہ شریف نے کیا خوب فرمایا ہے "جو کچھ نصاریٰ اپنے نبی ﷺ کو کہتے ہیں وہ تو نہ کہو (اس کے علاوہ) اور جس قدر چاہے آپ کی مدح میں کہہ اور سن' اور جس قدر چاہے آپ کی ذات کو شرف سے نسبت دے' اور جس قدر چاہے آپ کے رتبہ کو بزرگی سے منسوب کر کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے فضائل کی کوئی حد نہیں جو کہنے والا اپنے منہ سے ظاہر کرے"۔ (قصیدہ بردہ)

؎ حق یہ کہ ہیں عبد الٰہ اور عالم امکاں کے شاہ (اعلیٰ حضرت بریلوی)

حیاتِ انبیاء اور عصمتِ انبیاء کرام پر اجماعِ اُمت چلا آتا ہے مگر بدقسمتی سے ان متفق علیہ عقائد کے خلاف غیر محسوس طریقہ سے تبلیغ کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ان عقائد کا تحفظ کرنے کے سلسلہ میں ذرہ بھر عدم توجہی سے وحدتِ ملت اسلامیہ میں شگاف پڑ سکتے ہیں۔ اسلام کی روح کمزور اور شکوہ اسلام ختم ہو سکتی ہے۔ شاید کوئی شخص اس بات سے اتفاق نہ کرے اس لئے ایک بزرگ دیوبندی عالم کا ارشاد نقل کرتا ہوں۔ اس کا پس منظر یہ تھا کہ ایک نام نہاد دینی رسالہ میں امام الانبیاء والمرسلین ﷺ کے متعلق ایسا جملہ شائع ہوا جو آپ کی عصمت کے خلاف تھا۔ اس پر مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ ماہنامہ بینات کراچی نے جولائی ۱۹۷۶ء کے شمارہ بینات میں گرفت فرمائی۔

مولانا بنوری صاحب کے تفصیلی مضمون کا وہ حصہ جو توہین رسالت سے متعلق ہے ہفت روزہ افق کراچی ۲۲ ستمبر تا ۲۸ ستمبر ۱۹۷۸ء میں بلفظہٖ نقل کیا گیا۔

راقم افق کے اس مضمون سے مولانا بنوری صاحب کے تبصرہ کی صرف ایک سطر نقل کرتا ہے۔ اسلام کا درد رکھنے والے حضرات انہی الفاظ سے ہی اس مسئلہ کی اہمیت کا اندازہ فرمالیں گے۔ مولانا بنوری صاحب نے تحریر فرمایا:

"کہنا یہ ہے کہ یہ جملہ خطرناک حقیقت کی غمازی کر رہا ہے۔ اسلام کی پوری بنیاد منہدم ہو جاتی ہے"۔

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ:

علمائے اُمت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قبر انور میں حیات جسمانی (بشریت مطہرہ) کے ساتھ زندہ ہیں بلکہ جمہور علمائے کرام اور اکثر مشائخ عظام کا تو یہ عقیدہ ہے کہ آپ کی برزخی زندگی، حیات دنیا سے بھی زیادہ قوی ہے۔ اس عقیدہ کو رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کہنا بے جا نہ ہوگا کیونکہ بقول حضرت امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ

انہار فیوضات ہیں عالم میں جہاں تک
ہے اصل مگر سب کی وہی جوئے مدینہ

بزرگوں کے عقیدہ کے مطابق عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا سا انحراف صراط مستقیم سے ہٹا دیتا ہے۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ مکان ہے اور مکین نہیں، دریا (یا چاہ) ہے اور پانی نہیں، نعوذ باللہ۔ گنبد خضراء کا احترام مسلمانوں کے اندر ختم ہو جائے گا۔ علامہ اقبال صاحب کے ایک شعر کا مصرع نقل کرتا ہوں۔ اس مصرع میں "ماہی" (مچھلی) ہر مسلمان کو اور

اپنے آپ کو تصور کر لیں اور "دریا" حیات النبی ﷺ کے قلزم فیض کو......اور یہ حقیقت بھی ہے کہ حیات النبی ﷺ قلزم رحمت ہیں اور مسلمان مچھلی اور پانی کی نسبت سے بھی زیادہ اپنے آقا نبی کریم سے مانوس ہیں اور اسی پر ہمارے ایمان کی بقا کا انحصار ہے۔

مگر بقول علامہ صاحب:

؎ اگر ماہی کہے دریا کہاں ہے

تو اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے اندر عملی اور اعتقادی خرابیوں کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ علمائے کرام اور پڑھے لکھے حضرات سے تو مخفی نہ ہوگا کہ ایسے گمراہ کن عقائد کی اصل کون سا نظریہ ہے اور ان کا موجد کون ہے؟ عامۃ المسلمین کو توجہ دلانے کیلئے مختصراً چند حقائق تحریر کرتا ہوں۔

ان اور اسی قسم کے گمراہ کن عقائد کا ایک تاریخی پس منظر ہے۔ کم و بیش دو صدی پہلے کا دینی فتنہ جس کی پیش گوئی حدیث پاک میں موجود تھی اس فتنہ کے بانی نے یہ کہنے کی جسارت کر ڈالی کہ حضور ﷺ محض ایک "طارش" تھے۔ یعنی صرف ایلچی و نامہ بر تھے وہ آئے اور پیغام پہنچا کر چلے گئے بات چلی گئی۔

ہر سلیم العقل انسان جان سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو محض طارش (ایلچی) سمجھنے کے بعد آپ سے برائے نام تعلق ہی قائم رہے گا۔ سلف صالحین کے عقیدہ اور اس عقیدہ میں فرق سمجھنے کیلئے ذرا بزرگانِ دین کے عقیدۂ مبارکہ کا اجمالاً بیان پڑھیں۔

علمائے اسلاف کا یہ عقیدہ ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ قرآن مجسم ہیں اور آپ کا اسوۂ حسنہ قرآن پاک کی عملی تفسیر ہے۔ دنیا میں بھی آپ ﷺ کی شاہی ہے اور عقبیٰ میں بھی شفاعت کبریٰ اور مقام محمود آپ ہی کیلئے خاص کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم و اذن سے آپ مختار کل ہیں۔

"خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا"

بے شک اسلام میں توحید کا عقیدہ بنیادی عقیدہ ہے اور توحید پر ایمان لانے کے بعد رسالت پر ایمان لایا جاتا ہے' مگر ہمیں یہ بات ہرگز نہیں بھولنی چاہیئے کہ توحید کا عقیدہ بہت سی دوسری قوموں اور دیگر مذاہب میں بھی پایا جاتا ہے۔ خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ سے ماقبل نبیوں کی نبوتوں پر ایمان رکھنے والے بھی خاصی تعداد میں دنیا بھر میں موجود ہیں۔ اب تو مینو اسلام کا خصوصی امتیاز رسالت محمدیہ ﷺ ہے۔ اسلام کا امتیازی نام دین محمد ﷺ رہ جاتا ہے اور شریعت اسلامیہ کو جدت طرازی اور تحریف سے محفوظ رکھنے کیلئے "نظام مصطفےٰ" کی اصطلاح بہت ہی موزوں اور اپنی معنوی خوبیوں کی وجہ سے بڑی دلکش اور دینی نقطہ نظر سے مفید ہے۔ الحمدللہ پاکستان میں شریعت اسلامیہ کو نظام مصطفےٰ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ نظام مصطفےٰ کی اصطلاح کے مروج ہو جانے سے کئی غلط نظریات کی نفی ہو گئی ہے' اور یہ اصطلاح بہت سے متوقع فتنوں (فتن) کیلئے سدِّ راہ ہو سکتی ہے۔ اس لئے اس مقدس اصطلاح کی حفاظت کرنا اور اس کے تقاضے پورے کرنا ملتِ اسلامیہ پاکستان کا فرض ہے۔ ممکن ہے کہ کچھ لوگ اب اس قسم کی باتوں کو غیر ضروری خیال کریں مگر انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ حالیہ تحریک نظام مصطفےٰ کے فوراً بعد پاکستان کے ایک معروف قانون دان نے برطانیہ میں یہ شوشہ چھوڑا تھا کہ نظام مصطفےٰ کی اصطلاح درست نہیں ہے۔ اس کے علاوہ انہی دنوں قومی پریس میں بھی اسی مضمون سے ملتے جلتے چند مراسلات دیکھے گئے۔

روزنامہ وفاق لاہور کے ۸/ اکتوبر اور ۲۴/ اکتوبر ۱۹۷۷ء کے شماروں میں "کھری باتیں" کے زیر عنوان ادارہ وفاق کے ایک رکن نے نہ صرف نظام مصطفےٰ کی اصطلاح پر سخت اعتراض کیا بلکہ یہاں تک تحریر کر ڈالا گیا۔

"مسلمان ازل سے تردید کرتے آرہے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں محمدی نہیں اور ہمارا دین اسلام ہے دینِ مصطفےٰ نہیں"۔

بہر حال ان لوگوں کا مقصد کچھ بھی ہو مگر انہیں اس بات کا احساس کرنا چاہیئے کہ یہ نسبت ہمارے لئے باعثِ عار نہیں بلکہ سرمایۂ افتخار ہے۔

بقول علامہ اقبال:

ع...... آبروئے ما زنام مصطفےٰ است

شاید مخالفین اسلام یہ حربہ استعمال کر کے وحدتِ ملت اسلامیہ کے شاندار محل کو گرانا اور رسالت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء کی روح کی توانائی کو نقصان پہنچانا چاہتے ہوں۔ ہرگز نہ بھولنا چاہیئے کہ ملت اسلامیہ کا وجود اور اتحاد جناب تاجدار ختم نبوت محمد رسول اللہ ﷺ کا مرہون منت ہے۔ رسالت سے ہمارا رشتہ جس قدر مضبوط ہوگا، ملتِ اسلامیہ متحد و طاقتور رہے گی اور کوئی دشمنِ اسلام یہ بات پسند نہیں کر سکتا۔

اس کے برعکس رسالت محمدیہ ﷺ سے اہل اسلام کا رشتہ جتنا کمزور ہوگا اُسی قدر ملتِ اسلامیہ کمزور ہوگی۔ قوم مسلم میں ضعف و انتشار بڑھ جائے گا۔ مخالفین اسلام بھی یہی چاہتے ہیں اور اسی موقعہ کے انتظار میں ہیں۔

مضمون محولہ بالا میں مضمون نگار نے اپنا نقطہ نظر یہ بھی واضح طور پر پیش کیا ہے کہ اسلام کے بجائے دین محمد کہنا اور مسلمان کے بجائے محمدی کہلانا شخصیت پرستی ہے"۔

؎ پاسبان مل گئے کلیسا کو مسلمانوں سے

اس اعتراض کا مختصر جواب یہ ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا مسلمان نہ ملے گا جو انبیاء و اولیاء کو اپنا معبود سمجھتا ہو یا رسولِ خدا ﷺ کو خدا یا خدا کا شریک خیال کرتا ہو۔ ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ پرستش کے لائق صرف اللہ واحد لاشریک ہے...

سرورِ انبیاء ﷺ کی تعظیم و تکریم انہیں اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقرب بندے سمجھ کر کی جاتی ہے۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ رسولِ خدا کی اطاعت کی تاکید' توقیر و تعظیم بجالانے کا حکم اور ان سے توسل کا بیان موجود ہے۔ بارگاہِ نبوی کے آداب سکھائے گئے ہیں۔

ع ـــــ دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

حکیم الامت علامہ اقبال نے اپنے حیات آفرین کلام میں جابجا عشقِ رسول ﷺ اور جنابِ رسالت مآب ﷺ سے نسبتِ عالیہ کو مسلمانوں کا مداوا' ملتِ اسلامیہ کی کمزوری کا علاج اور معرفتِ الٰہی حاصل کرنے کا واحد ذریعہ فرمایا۔ عدم گنجائش کی وجہ سے ان کا ایک شعر ہدیہ قارئین ہے۔

ط

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام

میرا قیام بھی حجاب' میرا سجود بھی حجاب

توجہ فرمائیں کیسا دلنواز اور فکر انگیز شعر ہے۔ حضرت العلامہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں سپاس گزاری پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی توجہ دلا رہے ہیں کہ ہمیں معراج المومنین (نماز) حضور اکرم ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے ملی۔ حضور ﷺ سے تعلق ہوا تو نمازیں پڑھنا فرض ہوا اور حضور ﷺ سے نسبت جتنی مضبوط ہوگی سجدہ گزاری میں زیادہ سرور حاصل ہوگا۔ اسی مضمون سے ملتا جلتا شعر اعلیٰ حضرت بریلوی کا بھی ہے۔ اس شعر کا مفہوم بھی یہی ہے کہ ہم حضور پاک کا صدقہ اور آنحضرت ﷺ کی رہنمائی سے خدا شناس ہوئے۔ ان کا شعر یہ ہے:

فیض پہنچا رضا احمد پاک سے

ورنہ تم کیا سمجھے خدا کون ہے

ان بزرگوں کے یہ ارشادات کوئی نئی بات نہیں ہیں بلکہ تمام سلف صالحین کا عقیدہ یہی

معلوم ہوتا ہے کہ مقام و مرتبے اور شان میں اللہ عزوجل پہلے ہیں اور توحید کی بنیادی اہمیت مسلّم ہے' مگر توحید کا مقام سمجھنے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کیلئے پہلے مقام مصطفےٰ کو سمجھنا اور محبوب خدا کی محبت میں فنا ہونا ضروری ہے۔ ایک عاشق رسول پنجابی شاعر حضرت کہترؔ مرحوم کا شعر بھی سن لیجئے

مدنی یار دے آ پہلے...... نہیں ملدا اکھں خدا پہلے

سیدنا امامِ ربانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی علوِ شان کے سب مسلمان قائل ہیں۔ شرک و بدعتِ سیئہ کے ردِ بلیغ اور توحید و سنت کے تحفظ و اجرا کا جو کام انہوں نے سرانجام دیا' رہتی دنیا تک مشعلِ راہ کا کام دیتا رہے گا۔ یہاں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ایمان افروز ارشاد نقل کرتا ہوں۔ جو صاحبان توحید و سنت کی اشاعت اور بدعت گریزی کے نام پر ناپسندیدہ بے باکی اور گستاخانہ طرزِ عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں' وہ قاطع شرک و بدعت' معرفت الٰہی و مقامِ مصطفےٰ سے آشنا امام الکاملین' مجدد اعظم' شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کے اس ارشاد گرامی پر توجہ دیں۔ آپ فرماتے ہیں:

(ترجمہ) مجھے اللہ تعالیٰ سے محبت اس لئے ہے کہ وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے"۔ ممکن ہے کہ خدا کے محبوب بندوں کے ارشادات سے بھی کسی کو پورا اطمینان حاصل نہ ہو تو کلام پاک میں خود ربّ العزت کا یہ ارشاد موجود ہے۔

(ترجمہ) (اے میرے محبوب) "مجھے تیرے رب کی قسم یہ لوگ کبھی ایماندار نہ ہوں گے جب تک اپنے جھگڑوں میں تمہیں حاکم نہ بنائیں گے"۔ (سورہ النساء)

سبحان اللہ! اس آیت مبارکہ سے مقام مصطفےٰ کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک قدر دانی اور محبت کا کچھ اندازہ ہو جاتا ہے۔ پوری طرح کون سمجھ سکتا ہے۔

؎ جتنا میرے خدا کو ہے میرا نبی عزیز
کونین میں کسی کو نہ ہو گا کوئی عزیز

اللہ رب العالمین نے اپنی ربوبیت کی نسبت اپنے محبوب سے فرما کر اپنی لاشریک ذات کی قسم فرمائی۔ یہ ہے شان محبوبی اور مقام مصطفےٰ۔ اس کے بعد احکم الحاکمین نے نظام مصطفےٰ (اپنے محبوب کے فیصلوں) کی اہمیت واطاعت کا واضح اعلان فرمایا۔ کاش کہ نظام مصطفےٰ کی اصطلاح کو غلط سمجھنے والے دانشور' قانون دان اور صحافی اس ارشاد ربانی پر غور کریں کہ احکم الحاکمین نے ایمان کی تکمیل کیلئے اپنے محبوب کو منصف تسلیم کرنا کیوں فرمایا' اور اس طرح کیوں نہ فرمایا کہ جب تک خدا کو حاکم نہ مانیں یا قرآن کو منصف نہ بنائیں گے' مومن نہیں بن سکتے۔ اس ارشاد مقدس میں بڑی حکمتیں پائی جاتی ہیں۔ اس آیت پاک کے شان نزول کو سامنے رکھا جائے تو اس بات کو تسلیم کرنے کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں رہتا کہ مقام مصطفےٰ دل میں ہو تب نظام مصطفےٰ دل کو خوش لگتا ہے۔

زیر بحث مضمون میں مضمون نگار نے مافی الضمیر پیش کرنے کے بعد یہ تاثر دیا ہے کہ اس کا منشا مسلمانوں سے رسول پاک کی اطاعت طلب کرنا ہے اور یہ نئی اصطلاحات اور اضافی امور اسوۂ رسول وصحابہ کے خلاف ہیں۔

اس بات کا مکمل ثبوت اور صحیح جواب تو علمائے دین بھی دے سکتے ہیں۔ راقم اپنی ناقص فہم کے مطابق عرض کرتا ہے کہ رسول کریم رؤف ورحیم ﷺ کی اطاعت صرف اعمال میں ہی ضروری نہیں بلکہ آپ ﷺ کے تمام اقوال مبارکہ کو ماننا اور ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔

رحمت کائنات کی دور اندیشی ورافت کے قربان! آپ ﷺ نے ایسے امور کے فیصلے جن کا حکم قرآن وحدیث سے واضح طور پر معلوم نہ ہو سکے' ان میں (حضرت معاذ

بن جبل) کو اجتہاد کرنے کی اجازت فرمائی۔ اجماعِ اُمت کی اہمیت بھی بتائی اور اسلام میں کسی اچھے طریقہ کو رائج کرنے کی فضیلت اور برا طریقہ نکالنے پر سخت وعید بھی بیان فرمائی۔ اس طرح آں سرور شافع محشر ﷺ نے دینی امور کو پورا کرنے اور گمراہی کو مٹانے اور اس کا پھیلاؤ روکنے کیلئے قیامت تک کیلئے اپنی امت کی مکمل رہنمائی فرما دی۔ ان ارشادات کی روشنی میں تقلید آئمہ مجتہدین' اجماع سواد اعظم' اُمور خیر کا رواج دینا اور بدعتِ حسنہ پر عمل کرنا' اطاعتِ رسول کے منافی نہیں بلکہ آنحضرت رحمتِ فطرت ﷺ کے اذنِ عام سے حضور ﷺ ہی کی شریعت ہے۔

اگر کسی کو یہ گمان گزرے کہ مذکورہ مضمون نگار نے سنت رسول ﷺ کی ترویج کیلئے اور حمایت دین کے جوش میں یوں لکھ مارا ہو۔ اس کی نیت کا حال تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ بظاہر تو جب حضور پُرنور ﷺ کے نام سے نسبت ناگوار محسوس ہوتی ہے اور محمدی کہلانا شرک نظر آتا ہے' سنت رسول سے کیا محبت ہو سکتی ہے اور اطاعت رسول کی تبلیغ سے کیا دلچسپی۔ اس فکر کے لوگوں کے عزائم سمجھنے کیلئے اسی مضمون نگار کا نقطۂ نظر اسی کے الفاظ میں نقل کرتا ہوں۔ آپ خود اندازہ لگالیں کہ اس مکتبۂ فکر کے لوگوں کو کس چیز سے دلچسپی ہے۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۷ء کے وفاق میں اس موضوع پر پہلا مضمون شائع ہوا تو اس دل آزار مضمون کے خلاف ردعمل کے جواب میں ایک مراسلہ نگار کو یہ جواب تحریر کر کے دوبارہ اپنا پہلا موقف شائع کیا' توجہ سے مطالعہ فرمائیں۔

"میں تو ایک ادنیٰ مسلمان کی حیثیت سے صرف اس بات کا قائل ہوں کہ

ع...... گر باو نرسیدی تمام بولہبی است

"خواہ اس کے معاملے میں کسی انسان' کسی جماعت' کسی اتحاد اور کسی اصطلاح کو نقصان پہنچے"۔ (روزنامہ وفاق ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۷ کھری باتیں کالم ۲)

اس جواب میں جو بات خاص طور پر قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ اس فکر کے لوگوں کو مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد سے کوئی غرض نہیں۔ اس عبارت کا شرمناک پہلو یہ ہے کہ مضمون نگار نے (بقول اس کے اپنے ادنیٰ مسلمان) علامہ اقبال صاحب کے ایک شعر کا فقط دوسرا مصرع نقل کر کے گویا نظام مصطفےٰ کی اصطلاح استعمال کرنے والوں کو "بولہبی" کا سرٹیفکیٹ دے دیا مگر اس شعر کا پہلا ایمان افروز مصرع

؎ "بہ مصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست"

لکھنا گوارا ہی نہیں کیا۔ شاید اسے "دیں ہمہ اوست" کے الفاظ چبھتے ہوں گے۔ اپنا مضمون ختم کرنے سے پہلے اس بات کا اعادہ کرتا ہوں کہ آل پاکستان تحفظ ختم نبوت کانفرنس کے دوسرے اجلاس میں جس حقیقت کو (یعنی مقام مصطفےٰ کے تعین کے بغیر نظام مصطفےٰ کا نفاذ ممکن نہیں) تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کو عملی جامہ پہنانا نہ صرف حکومت و رہنمایان قوم بلکہ تمام مسلمانوں کا فرض ہے۔ اس ارفع مقصد کے حصول کیلئے مسلمانوں میں اتحاد و یکجہتی کی سخت ضرورت ہے۔ بندہ ثبوت پیش کر چکا ہے اور پڑھے لکھے حضرات سے مخفی نہ ہوگا کہ ہمارے ذرائع ابلاغ کے اداروں میں مقام مصطفےٰ سے بے خبر اور عظمت مصطفےٰ کے خلاف تبلیغ کرنے والے مبلغ موجود ہیں اور نہ انہیں مسلمانوں کا اتحاد عزیز ہے اور نہ اجماع سواد اعظم پر اطمینان ہے اس لئے ادبی ذوق اور مطالعہ کے شوق کو پورا کرنے کیلئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے اور ایسی فکر کے اہل قلم حضرات کے مضامین و تحقیقات و تالیفات سے سخت پرہیز کرنا ضروری ہے۔

علامہ اقبال صاحب نے کیا ہی خوب ارشاد فرمایا ہے:

دست ہر نا اہل بیمارت کند

"محمد رسول اللہ ﷺ" کا مطلب

پاکستان کے نامور اہل قلم جناب مسعود جاوید ہمدانی کے ایک ایمان افروز اور فکر انگیز طویل مضمون (وطن عزیز میں نفاذِ اسلام کی صدا) کا آخری حصہ اس کی افادیت کی وجہ سے من وعن ہدیہ قارئین ہے) آج ہم میں سے کچھ لوگ محمد رسول اللہ کا حقیقی مطلب اخذ نہیں کرر ہے۔ وہ زبان سے بے شک محمد رسول اللہ (محمد اللہ کے رسول ہیں) کہتے ہیں لیکن ان کے ذہن میں یہ وسوسہ جاگزیں ہو چکا ہے کہ محمد اللہ کے رسول تھے۔ اس معنوی تحریف نے ہمارے عقائد اور اس کے نتیجے میں ہمارے عمل میں جو کمی پیدا کی ہے وہی ہماری کمزوری اور رسوائی کا باعث ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنھوں نے سب سے پہلے حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی۔ انہوں نے خود کو خلیفۃ الرسول کہلوا کر ثابت کر دیا کہ بعد زمانی "محمد اللہ کے رسول ہیں" پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ کلمہ طیبہ کی مناسبت سے ہم حضور ﷺ نبی کریم کو "ہیں" تصور کر کے ہی معبودانِ باطل کی نفی اور معبودِ حقیقی کی پہچان اور اس کا اثبات کر سکتے ہیں۔ اگر شہداء کیلئے حکم ہے کہ انہیں مُردہ مت کہا جائے' وہ کھاتے پیتے ہیں' البتہ ہمیں ان کی زندگی کا شعور نہیں' تو پھر کلمہ طیبہ کے مفہوم کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ کو "ہیں" تصور کرنے میں تامل کیوں کیا جائے۔ کلمہ طیبہ فرد اور قوم کے دائرے میں اسی صورت میں اثرات مرتب کر سکتا ہے جبکہ اس کی ادائیگی کبھی ذہنی تحفظ کے ساتھ نہ کی جائے۔ قیادتِ مصطفیٰ اور نظامِ مصطفیٰ کا یہی راز ہے۔ ہمیں حفظ مراتب کی ضرورت و اہمیت کا بھی احساس کرنا چاہیئے۔ ہمارا تصور تو یہ ہونا چاہیئے کہ ہمارا ایمان اُس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ جب تک حضور نبی کریم ﷺ ہمیں اپنے ماں باپ اور سب عزیز و اقارب سے زیادہ عزیز نہ ہوں۔ جب

حضور ﷺ سے محبت ایمان کی تکمیل کی لازمی شرط ہے تو پھر ہمیں بعض دوسری شخصیتوں کو اتنی اہمیت نہیں دینی چاہیئے کہ ان سے ہماری محبت اور عقیدت رسول خدا ﷺ سے ہماری محبت اور عقیدے پر غالب آجائے۔ ہم کلمہ طیبہ کی مناسبت سے حضور نبی کریم ﷺ کی قیادت کو جاری وساری تسلیم کرلیں تو یقیناً کوئی دوسری شخصیت ہمیں متاثر نہیں کرسکتی۔ لیکن اگر ہم اس دھوکے کا شکار ہو جائیں جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے تو پھر محبت کا مرکز بدل جانا بڑا آسان ہے اور یہی بات خرابی کی ہے۔

ضروری ہے کہ ہمارے رہنمایان کرام اپنی اپنی قیادت کے جھنڈے گاڑنے کے بجائے قوم میں عشق رسول مقبول پیدا کریں۔ حضور ﷺ کی قیادت کو تسلیم کرائیں انہیں گزشتہ برس نظام مصطفےٰ کے نعرے کی اثر پذیری سے حکمت تلاش کرنی چاہیئے۔ علامہ اقبال پہلے ہی بجا طور پر اس کی نشاندہی کرچکے ہیں۔

؎ قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسمِ محمد کو اُجالا کردے

(بشکریہ نوائے وقت)

==============

تحفہ عید میلاد النبی ﷺ میں

الروائح الزکیۃ فی مولد خیر البریۃ
میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
— مصنف حضرت شیخ عبداللہ ہرری حبشی حفظہ اللہ، ترجمہ و تخریج احادیث ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی

مولد رسول اللہ ﷺ
میلاد ابن کثیر
— حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی، ترجمہ و تقدیم و تخریج احادیث ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی

جشن ولادتِ مصطفیٰ ﷺ
— امام المحدثین حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، ترجمہ: محمد ثاقب اختر القادری

بیان المیلاد النبوی
میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان و برکت
— علامہ ابو الفرج جمال الدین ابن الجوزی محدث، ترجمہ و ترتیب: حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ

اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلا میلاد شریف
اتحاف الانام باول مولد فی الاسلام
— فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عیسیٰ بن عبداللہ بن مانع حمیری، مترجم: محمد ذاکر اللہ نقشبندی

میلاد الرسول ﷺ
— حضرت مولانا ابو الفیض قلندر علی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

اثبات الحسان برائے محفل میلاد ذیشان
— حضرت علامہ سید ابو الحسن فاروقی، چشتی اجمیر شریف

بارہ ربیع الاول ایک تحقیق ایک جائزہ
— سلیم الٰہی طالب النوری

ولادت رسول اور وصال مبارک کی صحیح تاریخ
— مفتی ضیاء الحبیب صابری

میلاد پاک صاحب لولاک
— علامہ ابو الحقائق محمد رمضان محقق نوری مدظلہ

عید میلاد النبی ﷺ کا انقلاب آفریں پیغام
— رئیس التحریر علامہ محمد منشا تابش قصوری

تحفہ دلنواز در بیان مولود شاہ حجاز
— محمد اقبال حسین چشتی